حکایاتِ پنجاب

حِصّہ دوم

مُرتّبہ

آر۔ سی۔ ٹمپل

مُترجمہ

میاں عبدالرشید

مجلسِ ترقّیِ ادب، لاہور

طبع اول : ۱۹۶۲ء

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج (ستارۂ امتیاز)
ناظم مجلس ترقئ ادب ، لاہور

مطبع : ریڈنگ پرنٹنگ پریس ، اردو بازار لاہور

مہتمم : نذر محمد آہل

فہرست

عنوان — صفحہ

صفحہ	عنوان
	چھبیسویں حکایت :
۱۳۸	قصیدہ سید عبدالقادر جیلانیؒ
	ستائیسویں حکایت :
۱۴۶	جلالی لوہاری
	اٹھائیسویں حکایت :
۱۵۴	عبداللہ شاہ متوطن سامین
	انتیسویں حکایت :
۱۶۰	راجا جگدیو کی کہانی
	تیسویں حکایت :
۱۸۱	راجا نل
	اکتیسویں حکایت :
۲۲۵	راجا ڈھول کی کہانی
	بتیسویں حکایت :
۲۶۷	چتوڑ کا راجا چتر سین
	تینتیسویں حکایت :
۲۷۷	سرون اور فریجن کی کہانی کے متعلق تین مختلف روایات
۲۷۹	مسٹر فریجر کے قتل کی کہانی (پہلی روایت)
۲۸۱	سرون اور فریدون کا گیت (دوسری روایت)
۲۸۴	سرون اور پھریجن کا گیت (تیسری روایت)
	چونتیسویں حکایت :
۲۸۷	پورن بھگت
۲۸۸	گیت پورن بھگت پسر راجا سالواھن سکنہ سیالکوٹ

عنوان	صفحہ

دیباچہ جلد دوم

ایک اور سال کی محنت نے مجھے اس قابل بنا دیا ہے کہ میں پہلی شائع شدہ حکایات میں اکیس نئی حکایات کا اضافہ کر سکوں ؛ اسی وجہ سے مجھے ایک نیا دیباچہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی ہے ۔

اس نوعیت کا کام ساتھ ساتھ بڑھتا جاتا ہے : میں نے جب پہلے پہل یہ کام کیا تھا ، اس وقت میرا خیال تھا کہ میرے پاس اتنا مواد ہوگا جس کے لیے موجودہ کتاب کے صفحات جیسے بارہ سو صفحات کافی ہوں گے مگر اب اتنے صفحات لکھ چکنے کے بعد میرا یہ تاثر ہے کہ اس کام کو ابھی تکمیل شدہ نہیں کہا جا سکتا ؛ بلکہ ابھی تو ساری مشہور حکایات بھی لکھی نہیں جا سکیں ۔ تیسری جلد کا مواد اب تک بہت سے مراحل طے کر چکا ہے مگر ابھی تک طویل مسودوں پر نظر ثانی کرنا باقی ہے ۔ کام کے دوران میں بھی ایسی حکایات کے متعلق معلومات بہم پہنچ رہی ہیں جو مقامی لحاظ سے بہت مشہور ہیں ، مگر ابھی تک ادب کا حصہ نہیں بن سکیں اور یہ چیز روز بروز واضح ہوتی جا رہی ہے کہ پنجاب کی ہر دل عزیز حکایات کا تفصیلی مجموعہ مرتب کرنے کے لیے وقت اور صبر درکار ہے ۔

اس مشکل کام سے نبرد آزما ہونے میں میری پہلی کوشش کے خیر مقدم سے میری بہت حوصلہ افزائی ہوئی ہے ۔ اب میں پنجاب کی روایات کو یورپین طلبا کے سامنے پیش کرنے کے کام کو اور زیادہ ہمت سے سرانجام دے سکوں گا ۔ اس کتاب کی پہلی جلد لکھتے وقت میرا ایک اور مضمون ، جو پنجابی لوک کہانیوں کو لوگوں کے سامنے لانے کے سلسلے میں لکھا گیا تھا ، زیر طباعت تھا ، مگر اب اسے شائع ہوئے چند مہینے ہو گئے ہیں اور مجھے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا ہے کہ میں نے ''جاگتے کی کہانیاں'' میں جو نظریات پیش کیے تھے ، اسے بہت سے لوگوں نے فوراً قبول کر لیا ہے ۔ موجودہ جلد سے

ان نظریات کی تائید مقصود ہے۔ مختصراً وہ نظریات درج ذیل ہیں:

جہاں تک ہو سکے لوک کہانیوں کو پوری جزئیات سمیت اکٹھا کرنا چاہیے، تفاصیل درست اور باقاعدہ ہوں؛ پھر ایسی جمع کردہ حکایات دو حصوں ـــــ موضوع اور واقعات میں منقسم کرنی چاہییں۔ اور یہ دونوں حصے اس طور سے ہونے چاہییں کہ ان کا الگ الگ تجزیہ کیا جا سکے، ان کے متعلق علیحدہ علیحدہ لکھا جا سکے اور ان کی علیحدہ علیحدہ تاریخ ہو؛ خواہ ان کا وجود عارضی طور سے مشترک ہو۔ ان کا مطالعہ تاریخی نقطۂ نگاہ سے کرنا چاہیے تاکہ آن حقائق پر پہنچا جا سکے جو ان کی بنیاد ہیں۔ تحقیقات کا طریق یہ ہونا چاہیے کہ ان حکایات کو ثابت شدہ سنین اور زمانوں کے لحاظ سے مختلف موضوعات کے تحت اکٹھا کیا جائے۔

مسٹر گومے نے فوک لور جرنل (لوک کہانیوں کے رسالے) میں اس رائے کو بڑے زور شور سے پیش کیا ہے کہ لوک کہانیوں کو 'سائنس' تصور کیا جائے۔ آس کی اس رائے کے نقادوں کا یہ خیال ہے کہ اگر فوک لور سوسائٹی (لوک کہانیوں کی انجمن) اس رائے کو مان لے تو بھی عام لوگ اسے ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ آیا لوک کہانیاں مذہب، زبان، یا دیومالا وغیرہ کی طرح 'سائنس' ہیں یا نہیں؟ ـــ اس بات کا دار و مدار سراسر ان کے طریق مطالعہ پر ہے اور میرے خیال میں لوک کہانیوں میں خلوص دل سے دلچسپی لینے والے طلبا کی اس رائے پر جتنا زور دیا جائے کم ہے کہ ان کا مطالعہ بطور سائنس کرنا چاہیے۔ لوک کہانیوں کا گہری نظر سے مطالعہ نئی چیز ہے اور شروع میں بہت سے ایسے بےفکرے ملیں گے، جو کسی موضوع کا مطالعہ اس وقت تک کریں گے جب تک وہ ہلکا پھلکا اور دلچسپ رہے اور جس سے انہیں بآسانی عالم ہونے کی شہرت حاصل ہو سکے، مگر جوں ہی بعض دوسرے اشخاص جن کا علم اس بارے میں وسیع تر ہو، آسے اتنا گہرا بنانے کی کوشش کرتے ہیں جس میں محنت کی تکلیف کی ضرورت پڑے، یہ بےفکرے فوراً اس موضوع کو چھوڑ جاتے ہیں۔ جب تک اس بارے میں محنتی لوگوں کی کوششوں کے نتائج دور تک نہیں پہنچتے، بےفکرے ان میں سے بہترین لوگوں کی رفتار کے ساتھ بآسانی قدم ملائے جاتے ہیں؛ بلکہ ان سے بہتر دکھاوا

ظاہر کر سکتے ہیں ، مگر آہستہ آہستہ کچھوے اور خرگوش کی پرانی کہانی کا سبق ان پر زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوتا جاتا ہے اور جوں جوں وقت گزرنے کے ساتھ انہیں احساس ہوتا ہے کہ ہمیشہ تیز رفتار کی جیت نہیں ہوتی ، وہ دن بدن نظروں سے اوجھل ہوتے جاتے ہیں ؛ پھر جلد یا بدیر یقیناً ایسا ہوتا ہے کہ لوک کہانیوں کا سچا طالب علم ، جو سائنسی انداز سے ان کا مطالعہ کرتا ہے ، اکیلا رہ جاتا ہے۔ مواد جمع کرنے کا ابتدائی دور ایسے بے فکرے اور جوشیلے لوگوں کے لیے سنہری دور ہوتا ہے ، مگر آسانی سے مل جانے والے مواد کو جمع کر لینے کے بعد ، پھر اس میں نئے مواد کا اضافہ جانکاہ محنت اور نہایت احتیاط چاہتا ہے ، تاکہ نقاد یہ نہ کہیں کہ محض کوڑا کرکٹ جمع کیا جا رہا ہے۔ علم اللسان کو بھی سائنس بننے سے پہلے بہت عرصے تک ایسے دور سے گزرنا پڑا تھا——ابھی تک اسے زیر تجربہ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے اور لوک کہانیاں تو ویسے ہی اب تک اسی دور میں ہیں۔ جو لوگ اس علم کو معروف سائنسی علوم کی صف میں دیکھنا چاہتے ہیں ، ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اسے اس درجے تک پہنچائیں ، جیسے کہ ماہرین علم اللسان اس سے پہلے زبانوں کے مطالعے کو اس درجے تک پہنچا چکے ہیں۔

میں یہ کہوں گا کہ لوک کہانیوں کا مطالعہ، سوائے بطور سائنس ، کسی اہم توجہ کا مستحق نہیں۔ کم از کم لوک کہانیوں اور حکایات کی نوعیت ایسی ہے کہ ان سے بہت حد تک ادب کا سا سلوک روا رکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ انہیں ادبی لحاظ سے تا حد امکان دلچسپ کیوں نہ بنایا جائے ، بشرطیکہ ان کی صحت میں فرق نہ آنے پائے۔ مطالعے میں خوشی کا جو پہلو ہو ، اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے مگر یہیں تک۔ سائنس کو آئے دن تبدیل ہونے والے ذہنی چسکے کے تحت لانا ، اس پر اپنا وقت ضائع کرنا ہے۔ مثال کے طور پر کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی حقیقی لوک کہانی ، بیان کرنے والے نے خواہ اسے کس قدر صحیح صحیح بیان کیا ہو ، ادبی لحاظ سے ہانس اینڈرسن جیسے کسی نابغہ کی طبع زاد کہانی سے بہتر ہو سکتی ہے ؟ اگر دیہاتی زندگی کی گلیوں میں اس شکار کا مقصد محض ''عام پڑھنے والے'' کے لیے پر تکلف غذا

مہیا کرنا ہو ، تو کیا یہ ساری تکلیف اس قابل ہے کہ اسے برداشت کیا جائے ؟ اس صورت میں کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ شکاری اپنا وقت اور قابلیت ناول لکھنے پر صرف کرے ۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ چکی کے لیے زیادہ غلہ مہیا ہوگا ۔

ترتیب وار حکایات پیش کرنے کے کام کو معمولی ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے ۔ نہ یہ ایسا کام ہے جسے پوری تیاری یا مکمل مواد کے بغیر شروع کیا جا سکتا ہے ۔ مثال کے طور پر ہندوستانی حکایات کو پہلے پہل جمع کرنے والے اور ان پر تفصیلی نوٹ لکھنے والے اشخاص کے لیے کیا مناسب طریق کار ہونا چاہیے ؟ سب سے پہلے تو اسے کہانی بیان کرنے والے کی خاص اجڈ بولی کی واقفیت ہونی چاہیے ——اور یہ چیز اسے زود یا بدیر ہندوستانی علم اللسان کی مشکل وادیوں میں لے جائے گی ۔ پھر اسے ہر قسم کی ہندوستانی تواریخ—— سیاسی ، معاشرتی اور ادبی——کا وسیع علم ہونا چاہیے اور علم بھی اس کے تمام ایسے راستوں کا جو نامعلوم ہیں اور جن پر ابھی تک کوئی نہیں چلا ، کیوں کہ پہلے سے یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی لوک کہانی تاریخی حوالوں کے لحاظ سے ، آسے کہاں لے جائے گی ۔ اور بسااوقات کسی ایک کہانی کی لوک تاریخ کے الجھے ہوئے دھاگوں کو سلجھانے کے لیے ماضی کے کئی مختلف دوروں سے واقفیت رکھنا ضروری ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح اس کام کے لیے مختلف مذاہب اور معاشرتی ڈھانچوں ، لوگوں کے خاندانی رواجوں اور عادات و رسوم ، ان کی نسلوں ، قدیم عجائب اور فلسفے کی واقفیت ہونا بھی لازمی ہے ۔ علاوہ ازیں اسے مختلف ایام اور علاقوں کے جغرافیے پر بھی توجہ دینی پڑ جاتی ہے ۔ یقیناً ایسا مضمون ، جس میں ان سب علوم کی ضرورت پڑتی ہو ، اس قابل ہے کہ اعلیٰ ذہنی صلاحیتیں رکھنے والے اصحاب بھی اس پر توجہ دیں ۔

وسیع ترکیب ''علم الانسان'' میں وہ سب مضامین آ جاتے ہیں ، جن کے مطالعے سے ہم اس پیچیدہ ڈھانچے ، جسے جدید انسان کہتے ہیں ، کے ذہنی اور بدنی پہلوؤں کی جزئیات تک رسائی حاصل کر سکیں ۔ لوک کہانیاں بھی ایسے ہی مضامین میں شمار ہوتی ہیں ، یا انہیں

ان میں شمار ہونا چاہیے۔ جیسے ماہرین علم الابدان انسانی کھوپری یا دانتوں یا بالوں وغیرہ کے گہرے اور صحیح مطالعے سے مختلف انسانی نسلوں میں فرق یا ان کا باہمی تعلق معلوم کر سکتے ہیں ، اسی طرح لوک کہانیوں کے ماہرین کو بھی اس قابل ہونا چاہیے ـــــ اور مجھے امید ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ وہ ضرور اس قابل ہو جائیں گے ـــــ کہ وہ ایسا قابل اعتماد مواد مہیا کر سکیں جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ بعض لوگ کیوں ایسے ہیں ، جیسے کہ وہ پائے جاتے ہیں۔ بنا بریں بطور سائنسی مطالعہ ، لوک کہانیوں کا خاص مقصد اور مقام ہے ۔ یہ وہ اصول ہیں جنہیں میں نے ان جلدوں میں جہاں تک ان کی محدود ضخامت نے اجازت دی ہے ، پیش نظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔ عملاً میں اپنے اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں ، اس کا جواب قارئین ہی دے سکتے ہیں ۔

جب کوئی مصنف تحقیق کے کسی نئے کام میں مصروف ہو تو دوسروں کو سکھانے کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی سیکھتا رہتا ہے : اس لیے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ جوں جوں یہ جلدیں آگے بڑھتی ہیں ، ان کی کہانیاں بہتر ہوتی جاتی ہیں ۔ پہلی جلد کا آغاز ''راجا رسالو کے کارناموں'' سے کیا گیا تھا ؛ اس میں اس ہر دل عزیز شخصیت کے نام سے منسوب کی گئی مختلف غیر مربوط کہانیوں کا سلسلہ پیش کیا گیا تھا ۔ اس کے بعد ''رانی ادھیک انوپ دیئی'' ''سیلا دیئی'' اور ''پورن بھگت'' کی کہانیاں چھپ چکی ہیں ۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ در اصل یہ کہانیاں اس سلسلۂ حکایات سے ہیں جو شمالی سالواہن (سالبھان) یا اس کے قریبی روایتی جانشینوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتی ہیں ۔ یہ حکایات ، یا کم از کم ان میں سے کچھ ، جنوبی سالواہن پر بھی اسی طرح صادق آتی ہیں ، مگر میری رائے میں ابھی ہم وثوق سے یہ کہنے کے قابل نہیں ہیں کہ آیا شمالی اور جنوبی سالواہن ایک ہی شخصیت تھے یا دو مختلف اشخاص تھے ۔ ۱۸۸۳ء کے کلکتہ ریویو میں راجا رسالو پر میرا ایک مضمون چھپا تھا ۔ میں نے اس میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ کوئی حقیقی شخصیت تھا اور اس کی شخصیت پر بھی کچھ روشنی ڈالی تھی ۔ میں نے لکھا تھا کے بطور

هیرو اس کے نام کے ساتھ جو حکایات منسوب کی گئی ہیں ، ان کا اس کی شخصیت سے کچھ تعلق نہیں۔ اب جب ہم نے ان حکایات کو مختلف ذرائع سے اکٹھا کرنا شروع کیا ہے ، تو سند باد کے سلسلۂ حکایات سے ان کی اس قدر مشابہت ظاہر ہوئی ہے جس سے ان دونوں سلسلہ ہائے حکایات کا ایک ہی ماخذ ہونا بعید از قیاس نہیں رہا ۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ حکایات سندباد واضح طور سے ہندوستانی حکایات معلوم ہوتی ہیں ۔ ابھی ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ ہندوستان کی سرزمین میں ان کہانیوں کی اصل پر کیا بیتی ۔ اگر رسالو ، جیسا کہ میرا خیال ہے ، آٹھویں یا نویں صدی عیسوی میں ہندوستان کے پہلے عرب حملہ آوروں کا ہندو یا بدھ مد مقابل تھا ، تو پھر وہ بہت سی عربی اور فارسی لوک کہانیوں کا ہیرو بھی ہوگا ۔ کم از کم یہ نظریہ اس قابل ضرور ہے کہ اس کے متعلق تحقیقات کی جائے ۔ امید ہے کوئی صاحب ضرور اس پر کام کریں گے ۔

بھاٹوں کا رجحان عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی کہانیوں کو دائروں میں چلائیں ۔ وہ اپنے تمام ہیروؤں کا کسی نہ کسی طرح باہمی تعلق پیدا کرنا پسند کرتے ہیں اور میرے خیال میں اگر ہندوستانی قدیم حکایات کو بین‌السطور دیکھا جائے تو یہ بات فوراً سامنے آ جاتی ہے ۔ یہ کہانیاں بلا تفریق مختلف ہیروؤں کے متعلق بیان کی جاتی ہیں اور اگر ان میں سے مشہور ترین شخصیتوں کے نام ذہن میں لائیں جائیں تو وہ یقیناً ایسے نام ہوں گے جن کا ایک دوسرے سے نسبی رشتہ ہوگا ۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو یونانی اور رومی قدیم کہانیوں کی بھی یہی صورت ہے ۔ اس سے میرے پہلے بیان کردہ نظریے کی تصدیق ہوتی ہے کہ جب تک خاص طور سے ثابت نہ ہو جائے ، اس وقت تک یہ باور نہیں کرنا چاہیے کہ ہیرو اور کہانی یا کہانی اور واقعات کا کوئی واقعی تاریخی تعلق ہے ۔ اس جلد کی ایک جدید حکایت ''گوپی چند'' ، جس میں اسے بھرتری کا بھتیجا ظاہر کیا گیا ہے ، عملاً انھی خطوط پر چلتی ہے ، جن پر بھرتری ہری کے متعلق ایک قدیم کہانی چلتی ہے اور وہاں بھرتری ہری کو وکرماجیت کا بڑا بھائی بتایا گیا ہے ۔ آگے گوپی چند کا ایک اپنا بھتیجا چندر بھان ہے ، س کے متعلق بھی ایک ایسی لوک کہانی بیان کی جاتی ہے ،

جس سے ان کہانیوں کے طلبہ خوب واقف ہیں ، اور اس چندر بھان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی بیٹی کا رشتہ وکرماجیت کے پوتے سے کیا ۔ اس سے ہم فوراً ایک چکر میں پڑ جاتے ہیں ، کیوں کہ سالواھن کا بکرماجیت کی جنگوں سے قریبی تعلق ہے اور پھر ان جنگوں سے رسالو ، پورن بھگت ، سرکپ ، ھوڈی اور بہت سے دوسرے اشخاص متعلق ھیں ۔ وکرماجیت ، گوپی چند ، چندر بھان اور دوسری طرف سالواھن ، رسالو ، پورن بھگت ، سرکپ اور ھوڈی وغیرہ کی کہانیوں میں ھمیں اس لڑائی کے دونوں فریقوں کے ممتاز بہادروں کی کہانیاں مل جاتی ھیں ۔ ممکن ہے کسی وقت ھندوستان کی دو نسلوں کے درمیان موت و حیات کی کش مکش ھو ۔ میں نے 'ممکن ہے' کے الفاظ مصلحتاً استعمال کیے ھیں کیوں کہ اسے ثابت شدہ سمجھنا چاہیے کہ تاریخ کے مطابق بھرتری ھری اور وکرماجیت یا ھوڈی اور رسالو کا عہد ایک نہیں ھو سکتا ۔ یہ بات بھی تقریباً ثابت شدہ تصور کی جا سکتی ہے کہ رسالو محض استعارۃً ھی سالواھن کا ''بیٹا'' ہے ؛ ھاں البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اسی نسل سے ھو ۔ بھاٹ کا کام ہے کہ وہ اپنی کہانیوں کو دلچسپ بنائے ، اور ظاھر ہے کہ یہ بات اس کے مفاد کے حق میں جاتی ہے کہ وہ اپنے سامعین میں سے کم از کم شرفا کا نسلی تعلق ان قومی بہادروں میں سے کسی ایک یا دوسرے سے قائم کر دکھائے ۔ اس سمت پاکیزہ جعل سازیوں کی بہت واضح ترغیب ہے ۔ چوں کہ یہ بھاٹ باقی لحاظ سے نیکی کے مجسمے نہیں ھیں اس لیے یہ باور کرنے کے لیے کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس ترغیب سے متاثر نہیں ھوتے ھوں گے ۔ اس طرح بہت سے افسانوی شجرہ ھائے نسب محض اس مقصد سے وجود میں آئے ھوں گے کہ کسی کہانی کے کرداروں میں اس طرح دلچسپی پیدا کی جائے کہ ان کا تعلق کسی عظیم قومی تحریک یا معروف قومی بہادروں سے قائم کر دکھایا جائے ۔ ''ڈھول اور مارون'' کی بظاھر جدید کہانی کا تعلق ''نل اور دمینتی'' کی نہایت مشہور کہانی سے قائم کر دیا گیا ہے اور غالباً اسی مقصد کے پیش نظر ڈھول کو نل کا بیٹا بنا دیا گیا ہے ؛ پنجاب کی نسبتاً جدید کہانیوں میں یہ رجحان بہت زیادہ دیکھا گیا ہے ۔ ھیر اور رانجھا کا زمانہ تاریخی لحاظ سے تین سو برس سے زیادہ نہیں ھوگا اور یہ کہانی ہے بھی محض ایک قبائلی کہانی ۔

ایک راجپوت لڑکی کو ایک دوسری نسل کے نوجوان نے اغوا کر لیا
اور راجپوتوں نے اس سے انتقام لیا ، مگر جھنگ میں ان دونوں کا جو
مزار ہے اسے کچھ مقامی تقدس بھی حاصل ہے ، اور اس جلد میں ایسی
حکایات بھی ہیں جن میں رانجھا کو با کرامت فقیر ظاہر کیا گیا ہے اور
اس کا تعلق گورکھ ناتھ سے دکھایا گیا ہے ۔ غالباً اس کی یاد کو
اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کرنے سے اس کے مقبرے کی آمدنی بڑھانا
مقصود ہے ۔ رانجھے کا سخی سرور[۳] کی طرح کا بزرگ بن جانا محض اتفاق
اور وقت کی بات ہے ۔ جنم ساکھی یا سکھوں کے بانی بابا نانک کی قدیم
زندگی میں کئی طویل افسانوی باب ہیں ، جس میں بابا نانک کے ایسی
سرزمینوں سے متعلق کارناموں کا ذکر ہے ، جہاں وہ کبھی نہیں گئے
تھے ؛ اور ان کی ایسی شخصیتوں سے ملاقات کا ذکر ہے، مثلاً شیخ فرید
اور بہاءالحق ، جن کے متعلق ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان کے ہم
عہد نہیں تھے، بلکہ اس صدی میں بھی نہیں تھے۔ یہاں سخی سرور[۳] کے
متعلق بھی متعدد حکایات دی گئی ہیں ۔ ان میں بھی یہی رجحان نمایاں
ہے ۔ انہیں بعض ایسی مشہور کہانیوں کا ہیرو ظاہر کیا گیا ہے
جن کا تعلق در اصل دوسروں سے ہے ، مگر بالعموم بطور ہندو نہیں ۔
آئندہ جلد میں جالندھر کے بعض بزرگوں کی کہانیوں کا ایک سلسلہ
پیش کیا جائے گا ۔ یہ بزرگ بالکل مقامی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا
تعلق بھی جدید عہد سے ہے ؛ مگر یہ کہانیاں بھی پرانے دائروں ہی
میں گھومتی ہیں اور ان میں بہت سے ایسے حصے ہیں جو پرانی مشہور
کہانیوں سے لیے گئے ہیں ۔ یہ مقدس کہانیاں بھی اسی طرح دائرے ہی
میں گھومتی ہیں ۔ ہر بزرگ نسلاً یا روحانی تعلق کے ذریعے کسی
مشہور سلسلے سے منسلک کر دیا گیا ہے ۔ تحقیقات کے بعد پنجابی لوک
کہانیوں کا ارتقا دو جانب نظر آتا ہے ۔ بیرونی لحاظ سے یہ دائروں
میں گھومتی ہیں اور اندرونی لحاظ سے تفاصیل کے گروہوں میں بٹ
جاتی ہیں ۔ پہلی جلد کی طرح ، اور ان ہی وجوہ کی بنا پر، اس جلد میں
بھی کہانیاں لکھنے میں کوئی منظم باقاعدگی پیش نظر نہیں رکھی
گئی ۔ بہادرانہ کہانیوں میں نمبر ۱۹ 'راجا چندر بھان اور رانی
چاند کرن' نمبر ۲۹ 'راجا جگدیو' ، نمبر ۳۰ 'راجا نل' اور نمبر ۳۱
'راجا ڈھول' ہیں ۔ نمبر ۱۸ 'راجا گوپی چند' اور نمبر ۳۲ 'پورن بھگت'

بھی اسی قسم سے تعلق رکھتی ہیں مگر ان دونوں میں تقدس کا رنگ زیادہ ہے - یہی رنگ کہانیوں کے جدید سلسلے ـــــ نمبر ۲۸ 'عبداللہ شاہ سکنہ سامین'، نمبر ۳٦ 'اسماعیل خاں کی دادی'، نمبر ۳۷ 'جھنگ کا چوڑی ساز' اور نمبر ۳۸ 'ھیر اور رانجھا' ـــ میں پایا جاتا ہے - مؤخرالذکر ساری کہانیاں سیال قبیلے کی کہانی ھیر اور رانجھا سے تعلق رکھتی ہیں۔ نمبر ۲۰ 'نامدیو' کےمتعلق، نمبر ۲۱ و ۲۲ سخی سرورؒ کے متعلق، نمبر ۲٦ 'سید عبدالقادر جیلانیؒ' کے متعلق، اور ایک نا معلوم بزرگ 'روڈے شاہ' کے متعلق کہانیاں خالص روحانی بزرگوں کی کہانیاں ہیں؛ باقی جدید جنگی نظمیں ہیں؛ مثلاً نمبر ۲۳ 'چوھڑ سنگھ' جو ایک سکھ کہانی ہے، نمبر ۲۴ و ۲۵، ھمالیہ کے دامن میں آباد راجپوتوں کی کہانیاں ہیں، نمبر ۳۲ وسط ھند کے ایک راجپوت کی کہانی ہے، نمبر ۳۳ ایک بالکل جدید افسانوی گیت ہے جو ایک انگریز افسر کے قتل کے متعلق ہے اور نمبر ۳۵ بلوچوں کے قومی جنگی واقعات پر مبنی ہے -

میں اس سے پہلے اس کتاب کی جلد اول اور ''جاگتے کی کہانیاں'' سے منسلک ''جدید ھندوستانی لوک کہانیوں کے واقعات کا جائزہ'' میں لوک کہانیوں اور حکایات کے واقعات کا موازنہ کرنے کا طریق بالوضاحت بیان کر چکا ہوں اور یہاں اسے پھر دھرانے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی - اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ھندوستان کی لوک کہانیوں کا مزید علم اور ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد کے معائنے سے بھی میں ان عنوانات اور تحتی عنوانات میں اضافہ نہیں کر سکا، جو میں 'جائزہ' میں پہلے ھی دے چکا ہوں؛ البتہ ان سے مجھے بہت سا اور مواد ضرور ملا ہے جس پر کام کرنے کی ضرورت ہے - موجودہ جلد میں جو نئی شہادت فراہم کی گئی ہے، وہ حسب ذیل ہے:

راجا جگدیو کی کہانی میں ھمارا پرانا دوست دیو ایک بار پھر آیا ہے اور دیووں کی صحیح خصلت کے ساتھ آیا ہے - وہ انسانوں کو کھاتا ہے اور ھیرو کے ھاتھوں مارا جاتا ہے - اس کی کہانی کا ایک حصہ کم از کم وھی پرانی کہانی ہے کہ وہ ھر روز شہر کا ایک آدمی کچھ اور چیزوں کے ساتھ کھاتا ہے ـــ موجودہ کہانی میں وہ

ایک آدمی اور صرف بارہ روٹیاں روزانہ کھاتا ہے ۔ اس میں اتنی بات نئی ہے کہ اسے معلوم ہے کہ وہ فلاں قسم کے بہادر کے ہاتھوں مارا جانے والا ہے اور اس کے ہونے والے قاتل کی ہیرو سے مشابہت ہے ۔ اسی کہانی میں ہندوستانی حکایات کا ایک اور پسندیدہ موضوع ہیرو کا تبدیل ہو جانا بھی ملتا ہے ۔ جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے ، اس کہانی میں بھی وہ تبدیل شدہ ہیرو بد نیتی سے نہیں بلکہ اتفاق سے تبدیل ہو جاتا ہے ۔ اس کی اور اس کے چھوٹے سوتیلے بھائی کی پیدائش میں صرف چند دن کا فرق ہے ، مگر اس کے بھائی کی پیدائش کی خبر پہلے پہنچ جاتی ہے اور اس طرح شاہی رجسٹروں میں چھوٹے بھائی کا نام بطور بڑا بھائی درج ہو جاتا ہے اور بادشاہ سرکاری دستاویزات میں تبدیل کرنے سے انکار کر دیتا ہے ۔ ہیرو اور اس کے ساتھیوں کا معاملہ ہمیشہ سے قابل غور رہا ہے اور یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب جگدیو اپنے حق سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے اس صورت حال کو خاموشی سے برداشت کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو پہلے وہ ایک گھوڑے اور ایک ملازم کے ساتھ قسمت آزمائی کے لیے نکلتا ہے اور پھر پہلے معرکے میں کامیاب ہو جانے کے بعد اس کے ساتھ اس کی بیوی ، باندی اور دیگر ساتھی مل جاتے ہیں ۔ خالص جادو گری صرف پورن بھگت کی کہانی میں ملتی ہے ، جو جوگیوں کے ایک پورے گروہ پر رائی کے دانے پھونک کر پھینکتی ہے اور وہ سب کے سب بیل بن جاتے ہیں ۔ ہندوستان جیسے ملک میں جو پروہتوں اور مذہبی سربراہوں سے بھرا پڑا ہے ، فقیروں اور جوگیوں کی کرامات کا یہاں کی حکایات میں خاصی جگہ حاصل کر لینا لازمی امر ہے اور پہلی جلد کی طرح اس جلد میں بھی ہم انھی لوگوں کو بیٹے اور مرتبے بخشتے دیکھتے ہیں ۔ وہ دوسرں کو سزا کے طور پر کوڑھ میں مبتلا کر دیتے ہیں اور پھر ان کا یہ مرض دور بھی کر دیتے ہیں ؛ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں ، سانپ کاٹے کا علاج مقدس راکھ سے کرتے ہیں ، جو لوگ انھیں تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے شہر کو اپنی روحانی قوت سے آگ لگا دیتے ہیں اور وہ رسیاں اور زنجیریں جن سے انھیں باندھا گیا ہو ، توڑ ڈالتے ہیں ۔ ایک جگہ پرانے طریق کے مطابق راجا کی دو رانیوں کو ایک ایک سیب کھلا کر انھیں دو بیٹے بھی بخشے جاتے

هیں ۔ تمام مشرقی ادب میں فقیروں کو خیرات دینے میں سخاوت سے کام لینے کی بہت تعریف کی جاتی ہے اور یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک نیم مذہبی ہیرو اپنا سر خیرات میں دے دیتا ہے ۔ جوگیوں کے متعلق ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ بھیک میں ہیرے ، موتی یا قیمتی اشیا لینے سے انکار کر دیتے ہیں ۔ بعض بزرگوں کے ساتھ جو کرامات منسوب ہیں، ان کا بالعموم اظہار ہوتا ہے مگر ہر وقت نہیں ۔ مثال کے طور پر گور کھ ناتھ اپنے مخالفوں کو آگ لگا کر بھسم کر دیتا ہے ، وہ ایک اندھے اور ٹنڈ منڈ بہادر کے لیے دعا کے ذریعے اندر سے آنکھیں حاصل کرتا ہے اور اس پر مقدس پانی چھڑک کر اسے بھلا چنگا کر دیتا ہے ۔ وہ اشخاص جو بیل بن چکے ہیں ، ان پر اپنے پاس سے راکھ پھینک کر اور انہیں تھپکی دے کر دوبارہ انسانوں میں تبدیل کر دیتا ہے ۔ وہ اسی طریق سے عورتوں کو پہلے گدھیوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور پھر انہیں اپنے جھنڈے کے نیچے سے گزار کر دوبارہ عورتیں بنا دیتا ہے ۔ وہ ایک علاقے کے تمام کنوؤں کا پانی خشک کر دیتا ہے ، ڈنڈا مار کر زمین کو نیچے دھنسا دیتا ہے ، اپنی جھولی کو ہلا کر اس میں سے بالیاں نکال لیتا ہے[1] ۔ نامدیو مردہ گائے کو زندہ کر دیتا ہے اور ہاتھی اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔ پورن بھگت سوکھے ہوئے باغ پر پانی چھڑک کر اسے ہرا کر دیتا ہے ، اپنے ساتھی کے رومال سے اپنی ماں کی کھوئی ہوئی بینائی درست کر دیتا ہے ، اپنی سوتیلی ماں کو کرامت سے حاصل کردہ انگور اور چاول دیتا ہے ، جنہیں کھانے سے اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے ۔ سخی سرور اپنے ایک نا شکرے مرید کے سونے کو پیتل میں تبدیل کر دیتا ہے ، اس کو سارا کھانا اگل دینے پر مجبور کرتا ہے ، اس

---

۱ ۔ قابل غور چیز یہ ہے کہ یہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ عام طریقے کے مطابق ہے اور یہاں ختم نہ ہونے والی جھولی کا تصور بھی موجود ہے ۔ پورن بھگت کے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس نے ایک ساتھی کی جھولی سے ایسے انگور اور چاول نکال لیے جن کے کھانے سے بیٹا پیدا ہوا ؛ یہ دوسرے کے ذریعے کرامت دکھانا ہے ۔ مرتب

کے اپنے کھیت ھل چلانے کے بغیر ھی خوب پکتے ھیں ، وہ جب چاھتا ھے اپنے بہت سے مرید اکٹھے کر لیتا ھے ، خالی گھڑے کو دودھ اور چاول سے بھر دیتا ھے ، پھٹے ھوئے کپڑوں کو ٹھیک کر دیتا ھے ، جو گھوڑا ذبح کر کے کھایا جا چکا ھے ، اسے زندہ کر دیتا ھے ، بے موسم کے پھل پکا دیتا ھے ۔ سید عبدالقادر ؒ جیلانی ایک ڈوبی ھوئی کشتی اور اس کے مسافروں کو دریا سے باھر نکال لاتے ھیں ؛ روڈے شاہ دوب گھاس کو ھمیشہ کے لیے سر سبز و تازہ بنا دیتا ھے کیوں کہ اس گھاس نے اس کے سامنے اپنے آپ کو بطور بستر پیش کیا تھا ؛ وہ آگ میں جلتا نہیں بلکہ دھوئیں کے ذریعے وھاں سے بچ نکلتا ھے ، وہ ایک لڑکی کا حسن ختم کر دیتا ھے ، کیوں کہ اس نے اسے دھوکا دیا تھا ۔ خواجہ خضر ایک بزرگ کے بدن کو اس کے ٹکڑے ٹکڑے ھو جانے اور مچھلیوں کے پیٹ میں چلے جانے کے بعد دوبارہ زندہ سلامت کر دیتے ھیں ۔ عبداللہ شاہ سکنہ سمین ساحل پر سے بعض پرندوں کو اڑا کر باد موافق چلا دیتا ھے ۔ رانجھا ایک بزرگ کا ھاتھ پکڑ کر اور اس کی آنکھیں بند کرا کے اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتا ھے ۔ اسی طرح جے سنگھ سوائی جو جے پور کا عظیم ھیئت دان راجا تھا ، اس سے بھی ایک کرامت منسوب ھے ۔ اس عجیب و غریب کرامت کو اس راجا کے سائنسی میلان کی یاد نے جنم دیا ھے ۔ اس کی رو سے اس کے پاس ایک اپنا نجی چاند ھونا بیان کیا جاتا ھے مگر کہانی کا ھیرو بھی اس کا صحیح مد مقابل ثابت ھوتا ھے ، کیوں کہ وہ بھی راجا جے سنگھ کے چاند گروں کو بلا کر ان سے ایک اور چاند بنوا لیتا ھے ۔ بزرگوں کے مزاروں اور مقبروں پر بھی بار بار زور دیا جاتا ھے اور ان کے تقدس کو قائم کرنے سے بہت سی دولت اور بڑا مرتبہ حاصل ھوتا ھے ۔ فوت شدہ بزرگوں اور عام بھوت پریت کو خلط ملط کر دیا جاتا ھے اور دونوں کے متعلق یہ کہا جاتا ھے کہ وہ صرف نصف شب کو آتے ھیں ۔ ان حکایات کے کرداروں کے متعلق میں پہلے ایک بات نظر انداز کر چکا ھوں، اگرچہ وہ اس کتاب کی پہلی جلد میں بھی ایک دو بار پیش آتی ھے اور وہ ھے انتقامی ھیرو ۔ چوں کہ اس جلد میں بھی اس کا ایک سے زائد بار اتفاق ھوتا ھے ، اس لیے میں موجودہ تجزیے میں اسے

بطور الگ عنوان پیش کر رہا ہوں ۔ اس کی معروف صورت یہ ہے کہ ہیرو کی قسمت میں اپنے ماں باپ کو مار ڈالنا لکھا ہوتا ہے ۔ اس کے والدین اس سے بچنے کے لیے پہلے سے تدابیر اختیار کرتے ہیں ۔ بالعموم اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ ہیرو کو اس وقت تک تہ خانے میں بند رکھا جاتا ہے جب تک خطرے کا وقت گزر نہ جائے ، تاکہ وہ اس کام کو جو اس کے مقدر میں لکھا ہوا ہے ، پورا نہ کر سکے ۔ پورن بھگت کی کہانی میں پریوں کے متعلق ایک دلچسپ بات پیدا ہوتی ہے ؛ ہیروئن جو خود بھی اصلاً پری ہے ، اس لیے ہمیشہ کے لیے زمین پر رہ گئی ہے کہ اڑتے وقت اس کے پر منحوس بینگن کے پودے سے چھو گئے تھے ۔ اس سے وہ بوجھل ہو گئی اور اڑنے کے قابل نہ رہی ۔ الف لیلہ کی ایک کہانی میں یہی خیال ذرا خوب صورتی سے تبدیل شدہ صورت میں پیش کیا گیا ہے اور آخر میں سوتیلی ماں ایک بار پھر اپنے خاوند کے بیٹے کی محبت میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جب وہ اسے رد کر دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ نہایت برا سلوک روا رکھتی ہے اور پوٹیفر کی بیوی کی سی پرانی تدبیروں کی طرف لوٹ آتی ہے ۔

اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ کہانیاں چلتی کیسے ہیں ۔ اپنے حق سے محروم کیا گیا ہیرو تو ایسے ہی قسمت آزمائی کے لیے نکل جاتا ہے اور اس طرح کہانی شروع ہو جاتی ہے ۔ عام قسم کی چالیں بھی چلی جاتی ہیں ۔ ہیرو ایک سوار کو اپنا پیر سمجھ کر ٹھہرانا چاہتا ہے ؛ اس کا خیال ہے کہ وہ سوار اس کا پیر ہے مگر اس نے اپنا بھیس بدلا ہوا ہے ۔ سوار اپنا کوڑا گرا دیتا ہے ، ہیرو کوڑا اٹھانے کے لیے جھکتا ہے تو سوار گھوڑا دوڑا کے نکل جاتا ہے ۔ ہیروئن بہانہ کرتی ہے کہ اسے انگلی پر سانپ نے کاٹ کھایا ہے تاکہ اس کے علاج کے لیے اس کے عاشق کو بلایا جائے ۔ نل اور دمینتی کی قدیم کہانی میں کئی دیوتا ہیرو کا روپ اختیار کرتے ہیں تاکہ ہیروئن مغالطے میں پڑ جائے اور وہ اس کی عقل کو پرکھ سکیں ۔ ڈھول ماروں کی کہانی میں ہیروئن کی تمام سہیلیاں اس کی سی صورت بناتی ہیں تاکہ وہ ہیرو کا امتحان لیں اور اسے دھوکا دیں ۔ یہ بھی شادی سے پہلے لیے جانے والے امتحانوں کی قسمیں ہیں جو بالعموم ناممکن کاموں اور سمجھ

میں نہ آنے والی پہیلیوں پر مشتمل ہوتے ہیں ۔ اسی حکایت میں ہیروئن اپنے محبوب کو کئی بار پیغامات بھیجتی ہے مگر اس کی دوسری بیوی اپنی چال بازیوں سے وہ پیغام راجا تک پہنچنے نہیں دیتی ۔ برھمن پیغام لے کر جاتا ہے تو اسے عام چال کے مطابق ایک چھپے ہوئے کنویں کے اوپر کچے دھاگوں سے بنا ہوا پلنگ بیٹھنے کے لیے پیش کر کے اس سے گلو خلاصی کرا لی جاتی ہے ۔ اس کے بعد میراثی آتا ہے تو اسے راجا کی پہلی رانی سپاھی بن کر ڈراتی ہے اور اسے وھاں سے بھگا دیتی ہے ۔ میراثی پہلے ہیرو کے محافظوں کو سخت نشے سے بے ہوش کر کے ان کے پاس سے گزر آتا ہے اور پھر خود رانی کو دھوکا دے کر اس کی تدابیر کو ناکام بنا دیتا ہے ۔ وہ ہمیشہ اپنے خاوند کے کپڑے اپنے کپڑوں سے باندھ کر اور اس کی مہر والی انگوٹھی اپنے منہ میں رکھ کر سوتی ہے ۔ میراثی کپڑوں کی گانٹھیں کاٹ ڈالتا ہے اور انگوٹھی کی جگہ رانی کے منہ میں مضراب رکھ دیتا ہے ۔ چندر بھان اور چاند کرن کی خوب صورت کہانی میں پیغام بر ھنس ہیرو کو ہیروئن کے پاس لاتا ہے جب کہ وہ سو رہی ہوتی ہے ، اور پھر ہیرو سے کہ کر ان کی انگوٹھیاں آپس میں تبدیل کرا دیتا ہے ۔ ہیروئن کا باپ اپنی لڑکی کے محل میں ہولی کے رنگ کی بوتل بھیج دیتا ہے ، اگرچہ وہ ہولی کا موسم نہیں، مگر ہیروئن فوراً وہ رنگ ہیرو پر پھینک دیتی ہے اور اس طرح وہ فوراً اپنے سرخ دھبوں والے لباس کے باعث پہچانا جاتا ہے ۔ اس سے ہمیں ہیرو کو پہچاننے کا وہ طریق معلوم ہو جاتا ہے جو لوک کہانیوں میں اس قدر عام ہے ۔ 'راجا ڈھول' اپنی پنڈلی پر کنول کے نشان سے پہچانا جاتا ہے ، 'پورن بھگت' اپنی آواز سے پہچانا جاتا ہے ، 'دمینتی' اپنے کھانا پکانے کے طریق سے پہچانی جاتی ہے ۔ ایسے نشانات سے پہچان کا یہ طریق پھر اور کئی طریقوں کی طرف لے جاتا ہے جن کی کمی نہیں ۔ مثلاً جب ہیرو آتا ہے تو اس کے ھاتھوں بعض ایسے کام سر انجام پاتے ہیں ، جنھیں صرف وھی سر انجام دے سکتا ہے ۔ یہاں اس قسم کا ایک بہت فرسودہ اور قدیم کارنامہ ملتا ہے : اوپر تلے سات بانس رکھ کر ان کے اوپر پیتل کی ایک تھالی رکھی ہوتی ہے ، ہیرو تیر سے اس تھالی کو نیچے گراتا ہے ؛ علاوہ ازیں تین تھالیاں گرانے اور ناگ مارنے کے کام بھی ہیں ۔ انھیں بھی مشکل

استحانی کاموں ھی میں شمار کرنا چاھیے ، کیوں کہ یہ بھی ھیروئن کے ساتھ شادی کرنے کی شرائط کے طور پر پیش کیے گئے ھیں۔ حضرت[1] یونس[2] کے مچھلی کے پیٹ کے واقعے نے ھندوستانی لوک کہانیوں میں بالکل مختلف صورتیں اختیار کی ھیں اور ''جاگتے کی کہانیاں'' میں میں بتا چکا ھوں کہ غیر معمولی بسیار خوری کا تصور اسی کی بدلی ھوئی صورت ھے ۔ اس جلد میں چند دیوتا ، جو بچوں کی شکل میں ھیں ، اتنی خوراک کھا جاتے ھیں جو اڑھائی لاکھ نفوس کے لیے تھی۔ غیر معمولی قوت بھی غیر معمولی بسیار خوری ھی کی مختلف صورت اور اس کا لازمی تتمہ ھے ۔ یہاں ایک ھیرو ایک ھی دھکے سے شہر کا دروازہ کھول دیتا ھے اور ۱۵ توپوں اور ۵۵ سپاھیوں کو پیچھے دھکیل دیتا ھے، اور ھیروئن ھیرو کی مدد کے لیے شیرنی کو ایک ھی وار میں دو ٹکڑے کر دیتی ھے ۔ یہاں کہانی چلانے کے اسباب میں ایک نیا سبب مافوق الفطرت حالات کے تحت بد قسمتی کے واقعات پیش آنا بھی شامل ھو گیا ھے ۔ مثلاً نل اور دمینتی[2] کی کہانی میں پکی ھوئی مچھلی تیر کے چلی جاتی ھے اور بھنا ھوا تیتر اڑ جاتا ھے ۔ ایک گلے کا ھار اس بد قسمت جوڑے کے سپرد کیا جاتا ھے تو اسے کھونٹی[3] نگل جاتی ھے اور پھر کھونٹی دیوار میں غائب ھو جاتی ھے ۔ ھار کی مالکہ کو اس کہانی پر اعتبار نہیں آتا اور اسے اس بارے میں قصور وار بھی نہیں ٹھہرایا جا سکتا ۔ یہ تینوں واقعات اور ھندوستانی لوک کہانیوں میں بھی پیش آتے ھیں مگر پہلے انھیں اس طرح الگ عنوان کے تحت نہیں لایا گیا ۔

اس جلد کی کہانیوں میں بھی عام ھندوستانی لوک کہانیوں کے سے فوق الفطرت طریقے دیکھنے میں آتے ھیں ۔ جانور باتیں کرتے ھیں

---

۱ - کہانی ''جھنگ کے چوڑی ساز'' میں رانجھا زندہ ھیر کی قبر میں اتر جاتا ھے اور قبر بند کر دی جاتی ھے ۔ مرتب

۲ - نل اور دمینتی کی کہانی میں نل زندہ کبوتر پر کپڑا پھینک کر اسے پکڑنے کی کوشش کرتا ھے اور وہ کپڑے سمیت اڑ جاتا ھے ۔

۳ - ھار گم ھو جاتا ھے تو وھاں غالباً یہ الفاظ بطور محاورہ استعمال کیے گئے ھیں کہ کیا اسے کھونٹی نگل گئی ھے ؟ مترجم

اور ضرورت کے وقت کہانی کے کرداروں کی مدد کرتے ہیں ۔ ایک جھینگر احسان مندی کا اظہار کرتے ہوئے راجا سالواھن کو اپنا ایک بال دیتا ہے ، جو ضرورت کے وقت اس کے کام آتا ہے ۔ پچھلی جلد میں اسی راجا کے بیٹے راجا رسالو کو جھینگر نے اپنا ایک بال دیا تھا ۔ ایک خیر اندیش کوا عاشق اور اس کی محبوبہ کے درمیان نامہ و پیام لے جانے کا کام سر انجام دیتا ہے ۔ دوسری جگہ یہی جانور ہیرو کو انتباہ کرتا ہے کہ وہ اپنی بد طینت سوتیلی ماں کے ہاں نہ جائے ۔ ایک ہنس رانی چاند کرن کو اس کے عاشق سے ملا دیتا ہے ، بظاہر اس لیے کیوں کہ اسے خود اس رانی سے محبت ہو چکی ہے اور یہ ایک نئی چیز ہے ۔ جو ذہن بولتے ہوئے جانور قبول کر سکتے ہیں ، ان کے لیے بولتی ہوئی چیزیں کوئی مشکل پیش نہیں کر سکتیں ۔ سابقہ جلد میں آم اور بیر اور جھاڑی اور پیپل کا درخت اور پلنگ کے پائے ضرورت کے وقت ہیرو کی مدد کرتے تھے اور اس جلد میں بیریوں کے درخت اور تالاب ایک مضطرب بیوی کو بتاتے ہیں کہ اس کا بے وفا خاوند کدھر گیا ہے ، اور ایک دیا اور گڑوا اور ہار اور سیپ یکے بعد دیگرے ہیرو کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ ہیروئن سے شادی نہ کرے ۔ ایک جگہ یہ چیز اور ترقی یافتہ صورت اختیار کرتی ہے اور صندل کا درخت ہیروئن کو اپنے حالات بطور حادثہ بیان کرتا ہے مگر ہیرو اور ہیروئن کو مشکلات سے نکالنا ، اور اگر کہانی واقعی کہانی ہے تو ان کو آپس میں ملانا بھی ضروری ہوتا ہے ۔ اس کے لیے ایک عام طریقہ تو خواب کے ذریعے آئندہ کے حالات معلوم ہو جانے کا ہے ۔ ہیروئن ہیرو کو خواب میں دیکھ لیتی ہے اور ہیرو ہیروئن کو اور بات چل نکلتی ہے ۔ اس جلد میں دو مختلف کہانیوں ''جلالی لوھاری'' اور ''راجا ڈھول'' میں یہ طریق استعمال کیا گیا ہے ۔ دوسرا معروف طریقہ یہ ہے کہ ہیرو فقیر کا لباس زیب تن کر کے ہیروئن کے دروازے پر بھیک مانگنے کے لیے چلا جاتا ہے ۔ اسے کئی طریقوں سے کامیاب بنایا جاتا ہے جن میں بالعموم چالاکیاں بھی شامل ہوتی ہیں ۔ بلند یا کراماتی آواز سے ، جو لوگ موجود نہ ہوں ، ضرورت پڑنے پر آ جاتے ہیں ۔ یہی طریقہ ذرا مختلف شکل میں بانسری یا سنکھ بجانے میں تبدیل ہو جاتا ہے ۔ بالعموم ہیروئن کی طرف سے ہیرو کی طرف براہ راست پیغام بر بھی بھیجے جاتے

ھیں ۔ یہ پیغام بر عام فانی انسان بھی ہو سکتے ھیں ، پریاں بھی ، یا جیسے رانی چاند کرن کی کہانی میں ھے ، ھنس بھی یہ کام سر انجام دے سکتے ھیں ۔ رانی ماروں کی کہانی میں اس کے باپ کے سارسوں نے یہ فرض نبھایا تھا ۔ اس سلسلے میں کراماتی سواری سے ضرور کام لیا جاتا ھے ۔ سابقہ جلد میں ہم نے نہایت غیر معمولی اور غیر متوقع اشیا کو استعمال میں آتے دیکھا تھا ۔ یہاں ہم دیکھتے ھیں کہ فقیر گھاس یا کانی کی چٹائیوں پر بیٹھ کر یا کدو یا لاٹھی کے ذریعے دریا سے پار اتر جاتے ھیں ۔ راجا ڈھول ایک نسبتاً عام سواری، یعنی بولتے ہوئے آونٹ پر بیٹھ کر اپنی محبوبہ کے پاس جاتا ھے۔ یہ چیز ھمیں جادو کے موضوع کی طرف لے آتی ھے ۔ اس کی ایک عجیب مثال ھم پورن بھگت کے باغ میں دیکھ چکے ھیں ، جہاں کوئی پرندہ اڑ نہیں سکتا ۔ کہانی کا فیصلہ کرنے کا ایک اور مؤثر ترین طریق حالات کی وضاحت کے لیے کہانی بیان کرنا ھے ۔ یہاں گوپی چند کی کہانی میں اسے اسی طرح استعمال کیا گیا ھے ۔ عارضی موت کا تخیل ھندوستانی لوک کہانیوں میں اس قدر عام ھے اور کہانی میں اس کا اثر اس قدر ڈرامائی ہوتا ھے کہ اسے کسی کہانی میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ یہاں گوپی چند کی بہن مر جاتی ھے تو ایک جوگی اس پر گوپی چند کی چھنگلی کا خون چھڑک کر اسے دوبارہ زندہ کر دیتا ھے[1] ۔ عام کراماتی علاج کا بھی اس سے گہرا تعلق ھے ۔ پاک دھرتی کوڑھ کے مرض کو شفا دیتی ھے اور پانی میں غوطہ لگانے سے نابینا آنکھیں بینا ہو جاتی ھیں ۔ راجا ڈھول کی کہانی میں دوسرے کے ذریعے شفایابی کا ایک نیا قابل غور طریقہ بھی دیکھنے میں آتا ھے ۔ اس کے آونٹ کی ٹانگ ٹوٹ جاتی ھے تو اس کا علاج اس طرح کیا جاتا ھے کہ گدھے کی ٹانگ کو داغ کر اس کی ٹانگ آونٹ کے

---

۱ ۔ خون کے غیر معمولی اثرات پورن بھگت کی کہانی میں عجیب طریق سے ظاھر ہوتے ھیں ۔ جلاد پورن کی بجائے ایک ھرن کا بچہ مار کر اس کا خون لے آتا ھے مگر چوں کہ اس کا خون موتیوں کو اپنے اندر جذب نہیں کر سکتا ، اس لیے راز کھل جاتا ھے ۔ ۔۔ مرتب

زخم پر لگائی جاتی ہے[۱]۔ 'پورن بھگت' میں بھی اسی قسم کا طریق اختیار کیا جاتا ہے۔ پورن اپنے ایک ساتھی جوگی کے کپڑے سے اپنی ماں کی نابینا آنکھیں روشن کر دیتا ہے[۲]۔ لوک کہانیوں کے کرداروں کو زیادہ دلچسپ بنانے کے لیے انھیں نظر نہ آنے کی طاقت دی جاتی ہے۔ بسا اوقات یہ طاقت قدرتی یا وراثۃً حاصل شدہ ہوتی ہے؛ جیسے ایک بزرگ کے ساتھ ہجوم میں دونوں قسم کے لوگ ہوتے ہیں—— نظر آنے اور نظر نہ آنے والے——یہ نظریہ ایسا پسندیدہ ہے کہ اس جلد میں کم از کم چار بار اس کا ذکر آتا ہے۔ نظر نہ آنے کی خاصیت سے کہانی چلانے میں بھی مدد لی جاتی ہے، جیسے نل۔ جب دیوتا اسے اپنا پیغام دے کر بھیجتے ہیں تو کسی کو نظر نہیں آتا مگر دمینتی اسے دیکھ لیتی ہے۔ دوسری جگہ ایک سائیس اور ایک گلہ بان ہیرو کو دریا پار کرنے میں مدد دیتے ہیں اور پھر فوراً غائب ہو جاتے ہیں۔

اب ہم لوک کہانیوں کے متفرق واقعات کی طرف آتے ہیں۔ قدیم تصورات کے مطابق شادی کا پرانا ہندوستانی طریقہ جس میں خاوند کو

۱۔ میرے خیال میں یہاں مرتب اصل نکتۂ مزاح کو نہیں سمجھ سکا۔ اونٹ راجا ڈھول کی پہلی رانی کے کہنے پر ٹانگ کولھے سے اتر جانے کا بہانہ بنا رہا تھا تا کہ اسے راجا کو مارون کے پاس نہ لے جانا پڑے۔ مراثی بھانپ گیا؛ اس نے مشورہ دیا اس کو کولھے پر داغ دینا چاہیے۔ اونٹ درد کے تصور سے بلبلا اٹھا۔ رانی اس کی آواز سن کر آ گئی۔ اس نے اسے بچانے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ اس کی جگہ گدھے کی ٹانگ داغ دو۔ مترجم

۲۔ یہ واقعہ حضرت یعقوبؑ کے واقعے سے مشابہت رکھتا ہے۔ ان کی آنکھوں کی بینائی حضرت یوسفؑ کے کرتے کو آنکھوں پر لگانے سے درست ہوگئی تھی، بلکہ پورن بھگت کی ساری کہانی حضرت یوسفؑ کے واقعے سے مشابہت رکھتی ہے۔ وہاں عزیز مصر کی بیوی تھی یہاں پورن کی سوتیلی ماں تھی۔ پورن کو بھی یوسفؑ کی طرح پاک دامنی کی سزا ملی مگر زیادہ سخت۔ دونوں قید میں رہے، یوسفؑ جیل خانے میں اور پورن کنویں میں، بعد میں دونوں کو رہائی حاصل ہو گئی۔ مترجم

بر سر عام منتخب کیا جاتا ہے ، دمینتی کے سوئمبر میں نظر آتا ہے ۔ اور اسی طرح ہیروئن کو کوے آڑانے یا ہیرو کو کنویں میں ڈال کر اس کے منہ پر پتھر رکھ دینے کی سزا دینے کا عام طریقہ ہے۔ پورن بھگت کی کہانی میں اس سزا کے ساتھ اس کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹ دیے جاتے ہیں ۔ 'جؤا' جسے عام اجڈ ہندوستانی دولت مندوں اور امیروں کا عام پسندیدہ کھیل اور وقت گزاری کا ذریعہ سمجھتا ہے ، ان صفحات میں عجیب و غریب صورتیں اختیار کرتا ہے اور راجا نل کی کہانی میں اسے اس راجا کی خوبی کے طور پر پیش کیا گیا ہے ۔ ایک رانی راجا کے ساتھ جؤا کھیلتی ہے اور اپنے بھائی کے سر کی شرط بدتی ہے ۔ راجا نل اپنے چھوٹے بھائی سے جؤا کھیلتا ہے اور اپنی سلطنت ، دولت اور بعد میں اپنا بدن اور جواہرات بھی داؤ پر لگا دیتا ہے ۔ جؤے کے داؤں پر غیر معمولی اشیاء لگا دینا، ایک سے زائد بار ہیروئن سے شادی کی ناممکن شرائط میں سے ایک شرط ٹھہرتا ہے ۔ ہندوستان میں نازک اندام حسینہ کا وزن صرف ایک پھول یا بالعموم پانچ پھول بتایا جاتا ہے اور یہ بات مختلف کہانیوں میں مختلف طریقوں سے بیان ہوئی ہے ۔ یہاں رانی چاند کرن کو ہر روز پھولوں سے تولا جاتا ہے اور جب وہ راہ راست سے ڈگمگا جاتی ہے تو اس کا وزن پھولوں سے بڑھ جاتا ہے اور اس طرح اس کا راز افشا ہو جاتا ہے ۔ نیکی جانچنے کے لیے جو امتحانات لیے جاتے ہیں ، وہ عام قسم کے ہیں ۔ بے گناہی ثابت کرنے کے لیے دایاں ہاتھ ابلتے ہوئے تیل میں ڈالنا ، اور تقدس ثابت کرنے کے لیے غیر شادی شدہ کنواری لڑکی کے کاتے ہوئے سوت کی ایک تار کے ذریعے کنویں سے باہر آنا[1] ۔ آخر میں ہم ایک دو شگونوں سے بھی دو چار ہوتے ہیں ، اگرچہ ہندوستان کی روز مرہ زندگی میں شگون بہت عام ہیں ، مگر ہندوستانی لوک کہانیوں میں یہ ذکر نہ ہونے سے نمایاں ہیں ۔ یہاں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی اہم کام پر جاتے وقت کسی ایسی عورت کا ملنا جو امید سے ہو اور اپنے روز مرہ کے کام پر

---

۱ ۔ ہندوستان میں شادی شدہ کنواری لڑکیاں عام مل جاتی ہیں کیوں کہ یہاں تین سال اور اس سے اوپر عمر کی لڑکیوں کا بیاہ کر دیا جاتا ہے ۔ مرتب

جا رہی ہو، یا برات کے ساتھ جاتے ہوئے کسی سوار کا ملنا اچھا شگون ہے اور سفر کے دوران تیتر کا دائیں طرف اور کوے کا بائیں طرف بولنا برا شگون ہے ۔

یہاں جو اعداد استعمال ہوئے ہیں وہ اسی طرح استعمال کیے گئے ہیں جیسے باقی تمام مجموعوں میں ۔ بارہ کا استعمال سب سے زیادہ ہے ، یہ پرانا مبارک عدد ہے ، اسے بالخصوص عمر اور رقبے کے سلسلے میں استعمال کیا جاتا ہے ۔ اسی طرح دو ، چار ، آٹھ اور سولہ کو بارہ کے اجزا کے طور پر عام استعمال کیا جاتا ہے ۔ سولہ ، بارہ کا ۱ ۱/۳ ہے ، اسی طرح اٹھارہ کو بارہ کا ڈیوڑھا سمجھا جاتا ہے ۔ ۳۲ کو میرے خیال میں صرف ۱۶ کے دگنے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ۔ تین اور اس کا حاصل ضرب نو بھی بہت عام ہیں اور یہی حال سات کا ہے جس سے ہر کوئی واقف ہے ۔ ۳۶ کو جان بوجھ کر ۳ اور ۱۲ ، اور ۸۴ کو ۷ اور ۱۲ کے حاصل ضرب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ۔ اس جلد میں ۵ اور اس کے حصوں ۲ ۱/۲ اور ۱ ۱/۴ کا استعمال بہت ہی عام ہے ۔ پونے کا استعمال غالباً ملکی باشندوں کی کسروں سے محبت ظاہر کرتا ہے ۔ اس سلسلے میں ۳ ۱/۲ بھی ۷ کے حصے کےطور پر آتا ہے ۔ ۱۵ میں ۳ اور ۵ ، اور ۶۰ میں ۱۲ اور ۵ کا مجموعہ بھی ملتا ہے ۔ ۱۴ اور ۲۱ غالباً ۷ کے جانے بوجھے حاصل ضرب ہیں ۔ ۱۱ اور مشہور ہندوستانی ہندسہ ۵۲ کو بھی ان میں جگہ حاصل ہے ۔ ۴۹ غالباً ۷ کے سات گنا کے طور پر آتا ہے ۔ باقی بڑے اعداد محض چھوٹے اعداد کی بڑھائی ہوئی صورتیں ہیں ۔ جیسے ۱۶۰ ، ۸۰ ، ۷۰ اور ۳۶۰ ۔ یہی حال سولہ سو (جو بالعموم بیویوں کی تعداد کے لیے آتا ہے) اور ستر سو کا ہے ، مگر خود دس اور سو اتنے عام نہیں ۔ اعداد کے مجموعے بھی خلاف معمول نہیں ۔ مثلاً ہیر اور رانجھا کی کہانی میں ستر اور بہتر بالعموم اکٹھے ملتے ہیں ۔

میں نے اس جلد میں بھی پہلی جلد کے طریق کار کو نگاہ میں رکھا ہے اور اپنے وضاحتی اور تعارفی نوٹ تا حدِامکان مختصر رکھے ہیں اور ان معاملات پر لکھنے سے احتراز کیا ہے جو اس دنیائے تحقیق میں فیصلہ طلب ہیں ۔ زبان کے متعلق بھی میں نے وہیں

لکھا ہے جہاں لکھنا بہت ضروری تھا ۔ ایک دو نقادوں نے لکھا ہے کہ مجھے اپنے آپ کو اس طرح محدود نہیں رکھنا چاہیے تھا ، مگر دوسرا طرز عمل اختیار کرنے سے اس کام کی ساری نوعیت ہی بدل جاتی ۔ کیوں کہ میرا مقصد تو محض مواد مہیا کرنا ہے تا کہ آئندہ جب اس موضوع پر اب کی نسبت زیادہ عبور حاصل ہو جائے ، تو ان پر رائے زنی کی جا سکے ۔ میں اپنے صفحات پر زبان کے متعلق ایسے حاشیوں کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا جو بحث کا موضوع بنیں ۔ ایسے حاشیے میرے لیے مزید محنت کا باعث بنتے اور پڑھنے والے کو ان سے کچھ فائدہ نہ ہوتا ۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ کئی دلچسپ صورتیں — بلکہ میں کہوں گا بہت سی دلچسپ صورتیں — جو تقریباً ہر حکایت میں پیدا ہوتی ہیں ، ان کے متعلق لکھنے کی ترغیب بہت زیادہ ہے ۔

میں نے اس جلد میں بھی ولیوں اور پاکیزہ شخصیتوں کے متعلق کہانیوں کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور میرا یہ تاثر ہے کہ ہندوستان میں مقبول کہانیوں کی اس صنف کے متعلق جو کچھ میں پہلے لکھ چکا ہوں ، یہ کہانیاں اس کی تائید کرتی ہیں ۔ عرصے سے میرا یہ نظریہ ہے کہ پنجاب اور شمالی ہندوستان کا عام دیہاتی دل سے نہ مسلمان ہے ، نہ ہندو ، نہ سکھ اور نہ وہ ان معنوں میں کسی اور مذہب کا پیرو ہے جو اس مذہب کے قدیم — یا زیادہ صحیح طور سے مجاز — مبلغین اس سے مراد لیتے ہیں ، بلکہ اس کا ''مذہب'' بعض انسانوں یا مقامات کی بے سوچے سمجھے عبادت کرنا اور انہیں تقدس کا درجہ دے دینا ہے ۔ اور اپنے اس ''مذہب'' کے بارے میں اس کے خیالات واضح نہیں بلکہ مجہول اور الجھے ہوئے ہیں ۔ ولیوں اور گوروؤں کی یہ کہانیاں ان کسانوں کے اعتقادات کے متعلق ایسے واضح ثبوت مہیا کرتی ہیں جنہیں بڑے سے بڑے دلائل بھی جھٹلا نہیں سکتے ، اور میرے خیال میں ان کا بغور مطالعہ کرنے سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ میں تیسری جلد میں روحانی بزرگوں کے متعلق اس قسم کی اور کہانیاں بھی پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہو جائے گا کہ ان سب کا انداز ایک جیسا ہے اور وہ ایک ہی قسم کی ذہنی عادات کا نتیجہ ہیں ۔

میں ایک بار پھر اپنے ان کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس کام میں میری بے لوث مدد کی اور ہاتھ بٹایا ۔ اس جلد کی تیاری میں مجھے سب سے زیادہ مدد مسٹر ایم لانگ ورتھ ڈیمز (سول سروس) نے دی ۔ انھوں نے وہ سب بلوچ حکایات میرے حوالے کر دیں جو میرے ان صفحات کے لیے مناسب تھیں ۔ علاوہ ازیں انھوں نے ان کہانیوں کا ترجمہ بھی کیا اور ان پر حاشیے بھی لکھے ۔ میں نے زبانوں کے بارے میں ان کے گہرے علم اور بعض علاقوں کے مقامی حالات سے ان کی وسیع واقفیت سے بھی فائدہ اٹھایا ۔ اس جلد میں جو بہت سی کار آمد چیزیں ہیں ، ان کے لیے میں ان کا احسان مند ہوں ، اور آئندہ جلدوں میں بھی جو کار آمد چیزیں پیش کی جائیں گی ان کے لیے بھی میں ان کا ممنون رہوں گا ۔ اس جلد میں مسٹر ایف ۔ اے سٹیل ، مسٹر جے جی ڈلمرک ، مسٹر ڈینزل ابٹسن ، مسٹر ایم میکالف ، سردار عطر سنگھ سکنہ بھداوڑ اور غلام حسین خاں سکنہ قصور کی عطا کردہ کہانیاں شائع کی جا رہی ہیں ۔ چینامل اور اس کے ساتھیوں نے اس بار بھی اپنی مفید محنت سے میرا ہاتھ بٹایا ہے ۔

آخر میں ، میں یہ بھی لکھ دوں کہ اس سال کے دوران میرے سرکاری کام میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور اطمینان سے کتاب شائع کرنے کے راستے میں بدستور مشکلات حائل رہی ہیں ۔

آر ۔ سی ٹمپل

انبالا ۔ مئی ۱۸۸۵ء

حکایت ۱۸

راجا گوپی چند کی حکایت

جیسا کہ اسے جگادھری ضلع انبالا میں بطور تمثیل پیش کیا گیا

یہ کہانی جو بار بار دھرائی جانے والی باتوں کا طویل اور اکتا دینے والا مجموعہ ھے، پنجابیوں کی پسندیدہ تمثیل (یا سوانگ) ھے۔ اس حکایت کی اھمیت اس کے اس مجموعۂ حکایات سے تعلق کے باعث ھے، جو عظیم سنسکرت مصنف بھرتری ھری کی یاد کے گرد جمع ھو گئی ھیں۔ گوپی چند کو بالعموم بھرتری ھری کا بھانجا بتایا جاتا ھے اور اس کا پورا نام گوپی چند بھرتری یا بھرتالی لکھا جاتا ھے۔

خود گوپی چند کی کہانی بھی بھرتری ھری کی اپنی کہانی کے نقش قدم پر چلتی ھے، کیوں کہ اس نے سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ کہا جاتا ھے کہ بھرتری ھری، مشہور راجا بکرماجیت کا بڑا بھائی تھا اور اس کے حق میں تخت سے دست بردار ھو گیا تھا۔

اس کہانی میں گوپی چند کی راج دھانی کا نام دھارا نگر بتایا گیا ھے۔ میری رائے میں یہ وھی دھارا ھے، جو بکرماجیت کا دارالسلطنت تھا۔ اس کا ملک گور بنگالا یا بنگال بتایا جاتا ھے، مگر بھاٹ ھمیشہ دھارا نگر سے بالعموم بانی پت مراد لیتے ھیں۔

شو کا بیٹا جو ہاتھی[1] کے جسم کا ہے ، میں اس کے سامنے اپنا سر
جھکاتا ہوں ۔
اے کنول کے پاؤں والے دیوتا ! جو گورا[2] کے خاوند ہو ، اے زمین
کے مالک ! مجھ پر مہربانی کرو ۔
اے زمین کے مالک ! مہربانی کرو ، اے میری ماتا[3] ! میرے گلے
میں بس جاؤ ۔
مجھے اچھے شعر کا ذوق عطا کرو ، لوگ یہ تمثیل دیکھنے کے لیے آئے
ہیں ۔
میرے دل میں گوپی چند کی تمثیل پیش کرنے کی زبردست خواہش پیدا
ہو رہی ہے ۔
راجا گوپی چند ، جو اجین شہر میں رہتا تھا اور عیش و آرام سے اپنے
دن گزار رہا تھا ۔
بنسی لال[4] کہتا ہے : ''میری ماتا ! میری خواہش پوری ہو !''
''ماتا شکمبھری[5] ! اے میری ماں !
آ کے میری مدد کرو ۔
میں کم عقل اور بے علم ہوں ،
مجھے سمجھ عطا ہو ، اے عظیم ماتا !''
گوپی چند گنپت[6] کا تصور کر کے اپنے محل سے نکلے
اور راج محل میں آ کر غسل کرنے لگے ۔
راؤ غسل کرنے لگے اور انہوں نے صندل کی چوکی بچھائی ۔
راؤ کا بدن کندن کی طرح دمک رہا تھا اور چہرہ چاند کی طرح روشن
تھا ۔

---

۱ - ہاتھی کے سر والا دیوتا گنیش ہے ، جسے ابتدا کا دیوتا تصور کیا
جاتا ہے ۔
۲ - گورا یا گوری یا گورجا ، دیوی کے معنوں میں ۔
۳ - سرسوتی جو تقدیر کی دیوی ہے ۔ مرتب
۴ - اس تمثیل کا مصنف ۔ مرتب
۵ - دیوی ۔ مرتب
۶ - گنیش ۔ مرتب

اس کی شان کے سامنے آسمان پر سورج ماند پڑ گیا ۔
آنکھیں ھرن کی سی ، گلا کوئل کا اور چھرہ تعریف سے بالا ۔
دریچے میں اس کی ماں مینا وتی بیٹھی ھوئی رو رھی تھی ،
اس کے آنسو ٹپ ٹپ زمین پر گر رھے تھے اور روکے رکتے نہ تھے ۔

رانی مینا وتی

''میں اس کا خوب صورت بدن دیکھ رھی ھوں ۔
مجھے صرف ھر کا بھروسا ھے ، جو سب کی امید ھے ۔
میں آپ کے قدموں میں سر جھکاتی ھوں ، میری پیشکش قبول فرمائیے ۔
اے مدن[1] ! اے موھن ! اے گردھاری !''

راجا گوپی چند

''نہ پروا چل رھی ھے نہ پچھوا ، نہ آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا نظر آتا ھے ،
لیکن مجھ پر یہ دو تین بوندیں پڑی ھیں ۔ اے داتا ! تو نے یہ کیا کر دیا ؟
یہ بوندیں کس وطن سے آئی ھیں ؟''
وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگا مگر اسے کچھ دکھائی نہ دیا ۔
لیکن جب اس نے اپنی ماتا مینا وتی کو دریچے میں بیٹھے دیکھا تو یوں کہا :

راجا گوپی چند

''کیا راج محل کی کسی رانی نے آپ سے کوئی ناپسندیدہ بات کہی ھے ؟
اگر ایسا ھو تو میں اس کی کھال کھنچوا کے اس میں بھس بھروا دوں یا اسے تہ خانے میں بند کرا دوں ۔
اے ماتا ! مجھے سچی بات بتا دیجے ، آپ نے کیوں اپنے دل کو غمگین کیا ھے ؟
اگرچہ میں راجا گوپی چند
ساری دنیا کے کام سنوارتا ھوں
لیکن تینوں عالموں کا اصل مالک وھی ھے

---

۱ ۔ یہ تینوں کرشن مہاراج کے نام ھیں ۔ مرتب

اور اسی کے ہاتھ میں میری عزت ہے''۔

رانی مینا ونتی

''اے بیٹا ! میری بات سن ، میں تجھے دانش مندی کی بات بتاتی ہوں ۔
تیرا حسن دیکھ کر میں دن رات سوچ میں پڑی رہتی ہوں ۔
میں دن رات اسی سوچ میں رہتی ہوں ، بیٹا ! تجھے بتا دیتی ہوں ۔
تیرے باپ کا حسین بدن جل کر فنا ہو گیا ۔
تو جوگ لے لے ، دنیا میں بامراد ہوگا اور تیرا یہ بدن غیر فانی ہو جائے گا ۔
یہ زمانہ ، یہ عالم خواب ہے ، جسے جال کی شکل دے دی گئی ہے ۔
جب ہری[1] چند نے اپنی زندگی حقیقت کی نذر کر دی تو اسے دوبارہ جنم نہ لینا پڑا ۔
دھرو[2] ، پہلاد اور گوتم کی بیوی نے حقیقت کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا ۔
بیٹا ! تو بھی جوگی ہو جا ،
میرا کہنا مان لے ۔
تیرا یہ کندن سا بدن
غیر فانی ہو جائے گا''۔

راجا گوپی چند

اے ماتا ! آپ نے سچ کہا : یہ دنیا واقعی جھوٹا جنجال ہے
مگر یہ جو میری سولہ سو رانیاں ہیں ، ان کا کیا حال ہوگا ؟
ان کا کیا حال ہوگا ، نہ ابھی تک میری بیٹی بیاہی گئی ہے ،

---

۱ - راجا ہری چند کے واقعے کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے تقدس سے آسمانوں کو فتح کر لیا تھا اور اسے وہاں دیوتاؤں میں جگہ مل گئی تھی اور اس طرح وہ آوا گون کے چکر سے نجات پا گیا تھا ۔ مرتب

۲ - دھرو نے بھی جوگ لے لیا تھا اور اس کے صلے میں اسے قطب ستارہ بنا دیا گیا ۔ پہلاد ، پرھلاد ہے ، اپنے باپ کی تمام سختیوں کے باوجود وشنو کا عقیدت مند رہا اور بالآخر اسے وشنو کا وصال حاصل ہو گیا ۔

نہ آگے میرا کوئی بیٹا ہے جو سلطنت کا کام سنبھال لے ۔
اے ماتا ! آپ تو بالکل نادان ہو گئی ہیں ، آپ نے مجھ پر ذرا رحم نہیں کھایا ''۔
یہ کہتے کہتے اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے ۔

راجا گوپی چند

''اے ماتا ! آپ نے مجھ سے ایسی کٹھن بات کہ دی ۔
مجھے بتائیے تو ، کیا کبھی کسی کے ماں باپ نے بھی اسے جوگ لینے کے لیے کہا ہے ؟
اے ماتا مینا وتی ! سنیے ،
آپ نے عقل کہاں گنوا دی ؟
ہمیں جوگ دلاتی ہیں ،
آپ کو ذرا رحم نہیں آیا ''۔

رانی مینا وتی

''بیٹا ! تو اس بات کو نہیں جانتا ، رام نام انمول چیز ہے ۔
انہیں پھر جنم نہیں لینا پڑتا جو ہر کے پاس پہنچ جاتے ہیں ۔
ہاں ، جو ہر کے پاس پہنچ جاتے ہیں انہیں دوبارہ جنم نہیں لینا پڑتا ؛ اس کی خدمت میں ایسا مزا ہے ۔
اس کی شان اس قدر لامحدود ہے کہ مذہبی کتب بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکیں ۔
اے بیٹا ! دنیا میں پاک خدا کا نام لینا ہی اصل چیز ہے ، اس کے سوا اور کوئی دوسرا نہیں ۔
تو کیوں جوگ نہیں لیتا ، دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جائے گا ؟
کیا بھرتری نے جوگ اور عرفان پر اپنی ساری توجہ صرف نہیں کر دی تھی ؟
وہ ہر کے نام اور اس کی صفات میں محو ہوا تو چوراسی جونوں کے چکر سے نکل گیا ''۔

راجا گوپی چند

''اے ماتا ! آپ نے عجیب بات کہ دی ، میں اسے کچھ سمجھ نہیں سکا ۔

آپ نے اپنی ساری عمر پردے میں گزاری ہے ، میں آپ کو اصل بات
سمجھاتا ہوں ۔
میں آپ کو بات سمجاتا ہوں ، آپ کس سے یہ نیا علم سیکھ آئی
ہیں ؟
آپ نے کسے اپنا گورو بنایا ہے ؟ ذرا مجھے بھی بتا دیجے ۔
مجھے یہی فکر ہے جو میرا پیچھا نہیں چھوڑتی ۔
آٹھوں پہر ، دن رات ، مجھے یہی فکر دامن گیر ہے ۔
آپ راجوں کی بیٹی ہیں ، آپ نے ساری عمر راحت و آرام سے گزاری
ہے ؛
اب آپ ناقابل فہم باتیں کہہ رہی ہیں ، یہ عجیب تماشا ہے''۔

رانی مینا ونتی

''اے بیٹا ! میں تجھے بتاتی ہوں کہ میں نے یہ عرفان کہاں سے حاصل
کیا ہے ۔
پاک گورکھ میرا گورو ہے ، اسے بالکل سچ جان ۔
اے بیٹا ! یہ بات بالکل سچ سمجھ ــــ کہ میں نے گورو گورکھ کو
پا لیا ہے ۔
میرا بھائی چرپٹ[1] ناتھ پہلے ہی جوگ لے چکا ہے ۔
اے کنور ! میں نے پردے کے اندر بیٹھے ہوئے ہی ہر کے قدموں سے
اپنا دل لگا لیا ہے ۔
اے بیٹا ! حقیقی جوگ اختیار کر لے ، تیرا بدن سکھی رہے گا''۔

راجا گوپی چند

''اچھا ماتا ! ہم جوگی فقیر بن کر یہاں سے نکل جاتے ہیں''۔
اتنا کہہ کر گوپی چند چل دیا ، اس کی آنکھوں سے آنسوں جاری
تھے ۔
کنور کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ چل کر باغ میں پہنچ
گیا ۔

---

۱ ۔ اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں ۔ مرتب

باغ میں ، جہاں جالندھر ناتھ[1] بیٹھے ہوئے تھے ، وہاں پہنچ کر راؤ نے ان کے سامنے اپنا سر جھکا دیا ۔

راجا گوپی چند

''اے گورو دیو ! مجھ پر مہربانی کیجیے ، میری ماتا نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ھے ۔
میرے کان چھید کر ان میں مندرے ڈالیے ، میں جوگ لینے کے لیے حاضر ھوا ھوں ۔
اے آقا ! مجھے اپنا چیلا بنا لیجیے ،
مجھے جوگ کا راستہ عطا کیجیے ۔
اے گورو دیو ! آپ مجھ پر مہربانی کیجیے
اور میرے کان چھید دیجیے''۔

جالندھر ناتھ

''اے لونڈی[2] کے بیٹے ! یہاں سے بھاگ جا ، کیوں خواہ مخواہ اپنے کان چھدواتا ھے ؟
تو نادان اور کم عمر ھے ، تجھے کیا معلوم معرفت کیا ھے ؛
پگلے ! تو کیا جانے معرفت کیا ھے ؟ کس نے تجھے یوں ھی بہکا دیا ؟
کیا تجھ پر کوئی مصیبت آ پڑی ھے جو تو جوگ لینے کے لیے آ گیا ھے ؟
نہ تو نے کوئی دن حکومت کی ھے ، نہ کچھ زندگی کا لطف اٹھایا ھے ۔
راؤ جی ! اپنے محل میں واپس چلا جا ، کیوں یوں ھی خراب ھوتا ھے ۔
ابھی جلدی سے محل میں چلا جا ،
کیوں یوں ھی جوگ میں پڑتا ھے ۔
چھتیس[3] کھانے کھانے والے کو

---

۱ ۔ یہ گورو گورکھ ناتھ اور مچھندر ناتھ کے مد مقابل تھے ، اس لیے ان کا زمانہ پندرھویں صدی عیسوی کہا جا سکتا ھے ۔ مرتب
۲ ۔ جوگیوں کی عام گالی ۔ مرتب
۳ ۔ یہ عدد بطور محاورہ استعمال ھوتا ھے ، مراد ھے عیش و آرام میں زندگی بسر کرنا ۔ مرتب

جوگ میں کیا سکھ مل سکتا ہے ؟''

راجا گوپی چند

''نہ مجھ پر کوئی مصیبت پڑی ہے ، نہ میں غم زدہ ہوں ۔
میری ماں نے مجھے ایک بات سجھائی ہے جو میرے دل میں تیر کی طرح
پیوست ہو گئی ہے ۔
بدن میں تیر سا لگا ، یہ میری ماں کے سمجھانے کا اثر تھا ۔
''تیرے پتا کا کندن سا بدن جل گیا تھا '' اس نے مجھے اس انجام سے
خبردار کیا ۔
مذہبی کتابوں کے علم کا حوالہ دے کر اس نے مجھ سے تخت و تاج
چھڑوا دیا ۔
اے گرو دیو ! میں جوگ لینے کی خاطر حاضر ہوا ہوں ، مجھ پر مہربانی
کیجیے''۔

جالندھر ناتھ

''تیری ماں بھی اسی طرح نری پگلی اور نادان ہوگی (جیسے تو ہے)
تجھے جوگ دلاتی ہے اور اسے معرفت بتاتی ہے ۔
وہ اسے معرفت بتاتی ہے حالاں کہ تو ابھی بالکل چھوٹی عمر کا ہے ۔
جوگ کا راستہ بڑا کٹھن ہے ، تو کیوں یوں ھی اس میں پھنستا ہے ۔
یہ راستہ بڑا دشوار ہے ، تجھ سے اس پر نہیں چلا جا سکے گا ''۔

راجا گوپی چند

''اے آقا ! سن لیجیے ، میں واقعی بالکل نادان ہوں
مگر میں اب جوگ لیے بغیر یہاں سے نہیں ٹلوں گا ، خواہ وہ پہاڑ کی طرح
ھی کیوں نہ مشکل ہو ۔
خواہ وہ پہاڑ ھی کی طرح مشکل کیوں نہ ہو ۔ اے آقا ! میں ضرور
جوگی بنوں گا ۔
اے گورو دیو ! مہربانی کیجیے ، میں آپ کے کنول جیسے قدموں میں
اپنا دل ڈال دوں گا ۔
آپ مجھے جو تعلیم دیں گے میں اسی پر عمل در آمد کروں گا ؛
بدن پر راکھ مل کر ، کانوں میں مندرے ڈال کر ، میں آپ کی خدمت
میں لگا رہوں گا ''۔

جالندھر ناتھ

''راجا ! ابھی تیری عمر ھی کیا ھے جو تو نے جوگ لینے کا فیصلہ کر لیا ھے ؟
میں تجھ سے کہتا ھوں ، اپنے گھر چلا جا اور دیانت داری کی زندگی بسر کر ، (یہی تیرا جوگ ھے) ۔
دیانت داری کی زندگی بسر کر راؤ جی ! اور اپنے گھر میں رہ ۔
کنور! چھتیس کھانے چھوڑ کر کیوں جوگ میں آتا ھے ؟
میں تجھے یہاں نہیں دیکھ سکتا ، تو اپنے گھر کو چلا جا ،
سلطنت کے فرائض سنبھال اور بیٹھ کر حکومت کر''۔

راجا گوپی چند

''میں اب حکومت کی طرف نہیں جاؤں گا ، اب عرفان کی تمنا میرے من میں بس گئی ھے ۔
اب میں تخت پر نہیں بیٹھوں گا ، صرف آپ کے قدموں میں ھی رھوں گا ۔
ناتھ جی ! اب مجھے صرف آپ کے قدموں سے کام ھے ، آپ مجھے پھسلائیں نہیں ۔
بس اب آپ میرے کان چھید کر ان میں مندرے ڈال دیں اور مجھے جوگی بھکشو بنا لیں ۔
اے گورو دیو ! مجھ پر مہربانی کیجیے اور اس کام میں اور تاخیر نہ کیجیے ۔
میرے بدن پر راکھ مل دیجیے ، گلے میں مالا ڈال دیجیے اور اس طرح مجھے عرفان سے روشناس کرا دیجیے''۔

جالندھر ناتھ

''اگر تجھے جوگی بننا ھے تو عرفان کی بات سن :
اپنی پانچوں خواھشات پر قابو رکھ ، پھر تو جوگ کے طریقے سے واقف ھو جائے گا ۔
راؤ ! تو جوگ میں پھر قدم رکھے گا ، پہلے سخت غصے کو ختم کر ،
مان (غرور) کو مار دے ، تکبر کو مار دے ، پھر سمجھنا کہ تو نے جوگ پا لیا ۔
اگر جوگ کا جؤا کھیلنے کا ارادہ ھے تو پھر اپنے حکم حکومت کو داؤ پر لگا دے ۔

اے بیٹا ! پہلے یہ کام کر پھر جوگ کا رنگ اختیار کرنا ''۔

راجا گوپی چند

''اے میرے وزیر ! اس جوگی نے جوگ کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ہے ؟

مجھے اس کی بات دوبارہ سناؤ ، میں اسے سمجھ نہیں سکا ؛

میں سمجھ نہیں سکا کہ گرو جی نے مجھے کیا نصیحت کی ہے ۔

اے وزیر ! اگر تم نے کچھ سمجھا ہے تو مجھے بھی بتلا دو ۔

اس نے اپنی زبان سے کوئی نا پسندیدہ سی بات کہی ہے جسے سنتے ہی میرا دل لرز گیا ہے ۔

اس کے الفاظ نے میرا کلیجا چھلنی کر دیا ہے''۔

وزیر

''اے راجا ! میری بات سنیے اور پھر اس پر غور و فکر کیجیے ۔

یہ جوگی کوئی پگلا معلوم ہوتا ہے ، سوچ سمجھ کر منہ سے بات نہیں نکالتا ۔

راؤ جی ! یہ جوگی سنبھل کر بات نہیں کرتا ، یہ آپ کو پھسلانا چاہتا ہے ۔

''مان[1] کو مار دو ، گنو کو مار دو'' کچھ ایسی بات کہتا ہے ۔

ایسی باتیں سن کر میرا جی بہت برا ہوا ہے ۔

اس نے سخت نا پسندیدہ بات کہی ہے ، جسے سن کر میں گھبرا گیا ہوں''۔

راجا گوپی چند

''یہ کیسا جوگی ہے ، جو منہ سے ایسی بری باتیں کہتا ہے ؛

اسے فوراً کنویں میں پھینک دو ، تبھی مجھے چین آ سکتا ہے ۔

مجھے اسی وقت چین آئے گا جب تم اس جوگی کو مار ڈالو گے ۔

اسے کنویں میں گرا کے اوپر بھاری پتھر رکھ دو اور پھر تم کبھی اس کا نام نہ لینا ''۔

---

۱ ۔ مان غرور کے معنوں میں ہے اور ماں والدہ کے معنوں میں ۔ اسی طرح گنو گانے کے معنوں میں بھی ہے اور تکبر کے معنوں میں بھی ۔

پھر اس کنویں میں بہت سے کنکر ، پتھر ، ریت ، مٹی اور لید ڈال دو ۔
اس بات کا خیال رہے کہ یہ جوگی کہیں بھاگ نہ جائے''۔

گورو گورکھ ناتھ بدن پر راکھ ملے ہوئے وہاں پہنچ گیا
اور اس نے آ کر کانیپا کے سامنے ڈیرا لگا دیا ۔
گورو گورکھ ناتھ نے اپنے چیلے سے کہا :

گورو گورکھ ناتھ

''چیلے ! سنو ، جا کر کھانے کے لیے کچھ ساگ لے آؤ ؛
کانیپا کے کچھ لوگ گئے ہیں ، تم بھی ان کے همراہ چلے جاؤ ۔
لذیذ ساگ پکاؤ اور اسے خوب اچھی طرح سے کھاؤ ۔
پہلے اپنی طبیعت خوش کرو ، پھر عبات میں لگ جانا ؛
یہ محنت کی دولت ہے ؛
میں نے آرام کی صورت میں اس کا بہت پھل پایا ہے ۔
اس جنگل کے اندر
آج ایک (نیا) جوگی آیا ہے''۔

چیلا[1]

''اے جوگی ! آپ کے پاس جتنا سالن ہے اسے پھینک دیجیے ۔
یہ بدن کو خراب کر دے گا ، یہ بدن کا ستیاناس کر دے گا ۔
گورو جی ! میرے دل میں یہ شبہ پیدا ہوا ہے ، جسے میں نے آپ کے سامنے بیان کر دیا ہے ۔
اے محترم ! آپ عظیم راہبر ہیں ، میرے یہ شکوک رفع کیجیے''۔

چیلا[2] اپنے گورو (گورکھ ناتھ) کے پاس واپس آ کر رونے اور شور مچانے لگا ۔

---

۱ - کانیپا سے ۔ مرتب
۲ - یہاں دو گوروؤں اور ان کے چیلوں کی باهمی رقابت اور چشمک بیان کی گئی ہے ۔ مترجم

چیلا

''اے میرے دیوتا سروپ گورو ! انھوں نے مجھ پر ناحق زیادتی کی ہے ۔
انھوں نے مجھے سخت باتیں کہی ہیں اور بہت شور مچایا ہے ۔
یا تو آپ خود ان سے بدلہ لیں ورنہ صورت حال بگڑ جائے گی''۔

گورو گورکھ ناتھ

''چیلے ! اس وقت جاؤ ، اس وقت ہم عبادت میں مصروف ہیں ۔
اگر تم اس قسم کے الفاظ منہ سے نکالو گے تو تمھاری ڈبیا[1] ٹوٹ پھوٹ جائے گی ۔
ان کی ہنڈیا پھوڑ دو ، اپنے چولھے پر چڑھا دو اور خوب اچھی طرح سالن پکاؤ ۔
تم کھاؤ گے ، وہ تمھارا منہ دیکھیں گے تو ان میں سخت شور و واویلا شروع ہو جائے گا ''۔

چیلا

''اے گورو ! اے علم کے دیو ! اس نے مجھ پر اپنے جادو کا اثر ڈالا ہے ۔
اس نے میری ڈبیا چھین لی اور میرے بدن میں آگ لگا دی ہے ۔
اے گورو ! میرا اس جوگی پر کچھ بس نہیں چل سکتا ۔
اے آقا ! مہربانی کر کے کوئی ایسا عمل کیجیے کہ وہ دوہائی دینے لگیں''۔

گورو گورکھ ناتھ

''اے چیلے ! میری بات مانو ، اپنے دل سے گھبراہٹ دور کرو ۔
میں ایک ایسا منتر پڑھوں گا کہ ان میں سے ہر ایک کی ڈبیا پھوٹ جائے گی ۔
تم ان کی ہنڈیائیں توڑ کر پھینک دو اور اپنی ہنڈیا چولھے پر رکھ دو''۔

---

۱ ۔ ڈبیا ، جس میں پاکیزہ مرہم ہوتی ہے ، اس ڈبیا کا ٹوٹ جانا جوگی کی سخت بد قسمتی متصور ہوتی ہے ۔ مرتب

پھر گورکھ ناتھ نے کہا :
''اے چیلے ! جاؤ ، خوب سیر ہو کر کھاؤ''۔

گورکھ نے یوں حکم دیا اور سب چیلوں کو اپنی کرامات دکھائی ۔
اس نے کانیپا کے ڈیرے میں آگ لگا دی ۔
آگ لگ گئی ، ان کے بدن جلنے لگے اور وہ دوھائی دینے لگے ۔
وہ شور و واویلا کرنے لگے اور تباھی کا شکار ہو گئے''۔

کانیپا

''اے جادوگر گورکھ ! سن ، تو نرا بدھو ھے ۔
میں تجھ سے بدلہ لینے کی خاطر کچھ نہیں کروں گا ، تو اپنا دھرم سنبھال ۔
اے گورکھ ! اپنا دھرم سنبھال ، کیوں جادو دکھلاتا ھے ۔
تیرا گورو[1] سنگلادیپ میں بیٹھا راج کر رھا ھے ؛
تو اپنے آپ کو گورو کہتا ھے ؟ میں تو تیرے ھاتھ کا پانی تک نہ پیوں ۔
اے بے شرم ! تجھے کچھ شرم نہیں ، یوں ھی دنیا کو دھوکا دے رھا ھے''۔

گورو گورکھ ناتھ

''تو سمجھتا ھے کہ شاید تو دنیا میں جنموں کے چکر سے نجات پا چکا ھے ۔
تیرا گورو[2] تو کنویں میں پڑا ھے اور اس پر کئی دن بیت چکے ھیں ۔
اسے کنویں میں پڑے کئی دن ھو گئے اور تجھے معلوم تک نہیں ھو سکا ۔
اسے راجا گوپی چند نے کنویں میں ڈالا اور کنویں کے منہ پر بھاری پتھر رکھوا دیا ۔

---

۱ ۔ گورو مچھندر ناتھ لنکا میں راجاؤں کی سی زندگی بسر کر رھا ھے ۔ اس کے بیوی بچے ھیں ، وہ ناچ گانوں کی محفلوں میں شریک ھوتا ھے اور جوگ کے نقطۂ نگاہ سے یہ سخت گناہ ھیں ۔ مرتب
۲ ۔ جالندھر ناتھ ۔ مرتب

اگر وہ میرا گورو ہوتا تو میں نے اسے اب تک کنویں سے نکال لیا ہوتا ، ورنہ تجھ جیسے لوگ مجھے یہ طعنہ دیتے 'یہ خوب سادھو ہے جس کے گورو کو لوگ کنویں میں گرا دیتے ہیں' "۔

پیارا سنگلدیپ[1] کس طرف ہے ؟ تاکہ میں وہاں پہنچوں ۔
کامل گورو مچھندر نے پہرے دار مقرر کر دیے ۔
گورو نے پہرے دار مقرر کر دیے اور اپنے سب چیلوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ۔
ناچنے گانے والوں کا گروہ جا رہا تھا ، وہ بھی ان کے ساتھ مل گیا ۔
جب ناچ شروع ہوا اور طبلے پر تھاپ پڑی تو گورو گورکھ ناتھ نے باواز بلند کہا :

گورو گورکھ ناتھ

"جاگ مچھندر ! گورکھ آیا" ۔
اس نے یہ الفاظ کچھ ایسے انداز میں کہے کہ
مچھندر نے اس کی آواز سنتے ہی آنکھیں کھول دیں اور اپنے دل میں کچھ سوچنے لگا ۔

مچھندر ناتھ

"گورکھ ناچ کی محفل میں آ گیا ، ہمارا دل لرز گیا ہے ۔
ہمارا دل لرز گیا ہے ، وہ کھلم کھلا کیوں نہیں آیا ؟
اے میرے بیٹے گورکھ ! کس نے تجھے برے الفاظ سے تکلیف پہنچائی ہے ؟
اے گورکھ ! تو نے یہاں پہنچ کر مجھے تخت و سلطنت سے محروم کر دیا ہے ۔
مجھے سچی بات بتا دے ، تجھے کس نے ستایا ہے ؟"

جب گورکھ نے اپنے گورو کے یہ الفاظ سنے تو وہ ظاہر صورت میں سامنے آ گیا ۔

---

۱ ۔ منظر بدلتا ہے، گورکھ اپنے گورو مچھندر کو لانے کے لیے جاتا ہے ۔ مرتب

پہلے اس نے تین بار سلام کیا ، پھر اپنے گورو کے قدموں میں سر جھکا دیا ۔

گورو گورکھ ناتھ

''سب جوگی وھاں[1] اکٹھے ھوئے ھیں اور آپ کو بلاتے ھیں ۔
اے گورو دیو ! سھرپانی کیجیے ، میں آپ کی خاطر حاضر ھوا ھوں''۔

مچھندر ناتھ

''بیٹا گورکھ ! میری بات کان کھول کو سن اور اس پر غور کر ۔
اب میں نہیں جا سکتا کیوں کہ سردی کا موسم شروع ھو چکا ھے ۔
میرے ھمراہ میرے بیٹے ھیں ، جن سے مجھے بہت محبت ھے ۔
یہ ھیم ناتھ اور کھیم ناتھ تیرے گورو بھائی ھیں''۔

کامل جوگی گورکھ اپنے گورو کی طرف متوجہ ھوا ۔
اور اس نے گوپی چند کی ماں کو فوراً وھاں[2] بلا لیا ،
اسے[3] فوراً بلا لیا ۔

گورو گورکھ ناتھ

''ماتا ! ھماری بات سن ،
تیرے بیٹے نے ظلم کیا ھے کہ ایک گورو کو کنویں میں ڈال دیا ھے۔
معلوم ھوتا ھے تیرے بیٹے کی زندگی ختم ھو چکی ھے اور اس کے سر پر موت منڈلا رھی ھے ،
کیوں کہ وہ جوگی کنویں سے نکلتے ھی اسے جلا کر راکھ کر دے گا''۔
گورو گورکھ نے اس سے یہ بات کہی ۔

رانی مینا ونتی

''اے میرے گورو دیو ! اے گورکھ ناتھ جی ! میری عرض سنیے ۔
میرے بیٹے کی زندگی آپ کے ھاتھ میں ھے ۔

---

۱ - اجین میں ۔ مرتب
۲ - منظر بالکل بدل گیا ھے ۔ مرتب
۳ - گورکھ کا اس طرح اپنے مد مقابل کی مدد کو پہنچنا کچھ عجیب سا معلوم ھوتا ھے ۔ مرتب

ناتھ جی ! اس کی زندگی آپ کے ہاتھ میں ہے ، میں نے اسے دکھ
سہ سہ کر پالا پوسا ہے ۔
آج دنیا میں آپ کے سوا کوئی مجھے سہارا دینے والا نہیں ۔
مجھ تنہا کا وہ اکلوتا بیٹا ہے ، پس آپ محبت سے اس کی حفاظت کیجیے''۔

اس نے گوپی چند کو جلدی سے بلا کر گورو کے سامنے حاضر
کر دیا ۔

گورو گورکھ ناتھ

''جاؤ بیٹا ! لا فانی ہو جاؤ ، یہی میری دعا ہے ؛
زمین و آسمان سب فنا ہو جائیں گے مگر تم جو انسانوں کے سردار ہو ،
تم باقی رہو گے ۔
اے انسانوں کے سردار ! تم فنا نہیں ہو گے ، میں نے تمھیں بات سمجھا
دی ہے ۔
تمھارا نام زمانے میں لا فانی ہو گیا ہے اور تم نے اعلیٰ مرتبہ پا لیا
ہے''۔
جب اس (جوگی) کو کنوئیں سے نکالا گیا تو ہر طرف سے تحسین و آفرین
کی آوازیں بلند ہوئیں ۔
تقدیر کے قلم نے جو کچھ لکھ دیا ہے ، کوئی اسے مٹا نہیں سکتا ۔
گورو نے چھری نکالی اور (گوپی چند کے) کان چھیدنے لگا ۔
(یہ نظارہ دیکھ کر) زمین و آسمان لرز گئے ۔
آسمان لرز گیا ، جب اس نے چھری سے کان چھیدا ۔
ہاتھی ، گھوڑے ، درخت اور مرد و زن رونے لگے ۔
اس کی ماتا مینا وتی کے سوا باقی سارا راج محل رو رہا تھا ۔
گورو نے اس کے کان چیر کر ان میں مندرے اور اس کے گلے میں سیلی[1]
ڈال دی ۔
جالندھر ناتھ نے اس کے بدن پر راکھ مل دی اور اس کے گلے میں سیلی
ڈال دی ۔
کانوں میں مندرے ، ہاتھ میں کشکول اور کاندھے پر جھولی ،

---

۱ - کالے منکوں کا ہار ۔

ہاتھ میں کشکول اور کاندھے پر جھولی ڈال کر اس نے محل کے سامنے
''آلکھ'' کی صدا لگائی ۔
''مجھے خیرات دو'' وہ گورو کے حکم کے مطابق رنگ محل کے سامنے
پکارا ۔

آسے محل سے خیرات کے طور پر موتی ملے ؛ وہ انہیں لے کر گورو
کے پاس آ گیا ۔
پہلے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا ، پھر اس کے قدموں میں
اپنا سر جھکا دیا ۔

جالندھر ناتھ

''اے پگلے گوپی چند ! ہمیں کیوں ناحق بد نام کرتا ہے ؟
ابھی تک تو لالچ کو نہیں چھوڑ سکا ، پھر جوگ لینے سے کیا حاصل ؟
بیٹا ! جوگ لینے سے کیا حاصل ؟ جب دل ابھی تک دولت میں اٹکا
ہوا ہے ۔
تو نے ان سب کنکروں اور پتھروں کو خیر باد کہ دیا تھا ، اب پھر
انہیں کیوں لے آیا ہے ؟
اب دوبارہ محل میں واپس جا اور وہاں سے صرف کھانا خیرات میں
طلب کر''۔
' ''مائی'' کہ کر خیرات مانگنا ' گورو نے نصیحت کی ۔

وہ دوبارہ محل میں پہنچا اور پھر وہاں 'آلکھ' کی صدا لگائی ۔

راجا گوپی چند

''مائی ! خیرات بھیجو ! جوگی دروازے پر کھڑا ہے ۔
جوگی باہر کھڑا تمہارے دروازے پر 'آلکھ' کی صدا لگا رہا ہے ۔
میں کب سے کھڑا ''بھیک بھیک'' پکار رہا ہوں مگر کوئی آ کے
بھیک نہیں دیتا ۔
ہم نے اس دروازے پر ڈیرے ڈال دیے ہیں ، اب ہم یہاں سے خیرات
لیے بغیر نہیں ٹلیں گے ۔

اگرچہ دنیا ایک فریب ہے مگر میں بھی اپنے گورو کا تصور کر کے
بیٹھ گیا ہوں"۔

اتنے میں پاٹم دیئی[1] نے "آلکھ آلکھ" کی پکار سن لی ۔
اس نے غصے میں آ کر فوراً ایک باندی کو بلایا ۔
وہ سخت غصے میں تھی ۔

رانی پاٹم دیئی

"اے باندی ! میرا غصہ قابو سے باہر ہو رہا ہے ۔
یہ جوگی بھیک مانگنے کیا آیا ، اس نے تو ساری حکومت میں خلل ڈال
دیا ہے ۔
یہ باہر ڈیوڑھی کے دروازے پر کھڑا ہے، کسی سے ذرا بھی نہیں ڈرتا ۔
اسے جوتے مار مار کر باہر نکال دو ، یہی ہمارا حکم ہے"۔
یہ سنتے ہی باندی غصے میں آٹھی ،
اس نے جوگی کو مارنے کے لیے بانس آٹھا لیا ۔
باندی نے ایک بانس آٹھایا اور دروازے پر پہنچ گئی ۔

باندی

"چل مکار ! بھاگ یہاں سے ، کیوں بن آئی موت مرتا ہے ۔
میں تجھے بانس سے پیٹوں گی اور تیرے کانوں سے مندرے نوچ کر
پھینک دوں گی ۔
کیا تو نشے میں ہے ، (جو یہاں اس طرح شور مچاتا ہے ؟)
پاٹم دیئی نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے مار مار کر یہاں سے نکال دوں"۔

راجا گوپی چند

"باندی ! کیوں دھمکاتی ہے اور کیوں ناحق شور مچاتی ہے ؟
یہ تقدیر کا لکھا ہے جو ہمارے سامنے آ رہا ہے ، اس میں تیری کچھ
زبردستی نہیں ۔
اے باندی ! اس میں تیری کچھ زبردستی نہیں ، یہ (تقدیر) ہمیشہ
کامیاب اور اٹل ہے

---

۱ - راجا گوپی چند کی بیوی ۔ مرتب

باندی ! ایک وہ دن تھا جب تو میری خدمت پر مامور تھی اور
میرے لیے سیج تیار کرتی تھی ۔
تو میرے سامنے کھڑی ہو کر مجھے پنکھا کرتی تھی ، آج تجھے کس
نے بہکا دیا ھے ؟
اب کیا تو وہ دن بھول گئی ھے ، جو مجھے مارنے کے لیے یہ بانس
اٹھا لائی ؟''

باندی

''سن اے جھوٹے جوگی ! میں تجھ سے پوچھتی ہوں ۔
مجھے سچ سچ بتا ، وہ کون سا دن تھا جب یہاں تیری حکومت تھی ؟
اے جوگی ! مجھے سچ سچ بتا دے ، کیوں یہ پاگلوں کی سی باتیں
کرتا ھے ؟
کب میں نے تیری خدمت کی تھی اور کس دن تیرے لیے سیج تیار کی
تھی ؟
اے فریبی ! لوگوں کو دھوکا دیتا پھرتا ھے ، تو تو دنیا بھر کو
ٹھگ کے کھا گیا ھے ۔
اے جھوٹے جوگی ! پاٹم دیئی نے مجھے حکم دیا ھے ، اس لیے میں تجھے
مارنے کے لیے آئی ہوں''۔

راجا گوپی چند

''جب میں حکومت کرتا تھا ، میری سلطنت کئی ہزار کوسوں میں
پھیلی ہوئی تھی ۔
اُن دنوں تو میری خدمت میں تھی ، اے بے سمجھ باندی ! سن ۔
اے بے سمجھ باندی ! سن ۔ اب تو نے میرے دل میں اُمید کی
کرن روشن کر دی ھے ۔
اُس وقت میں نے ھی تجھے پاٹم دیئی کی خدمت میں رہنے کا حکم دیا تھا ۔
اب میں نے جوگ لے لیا ھے ، بدن پر راکھ مل لی ھے اور تمام شاھی
ساز و سامان کو خیر باد کہ دیا ھے ۔
وہ راجا گوپی چند تھا جو اب خاک نشین ہو گیا ھے''۔
اس کا غم نا قابل برداشت ہو گیا کیوں کہ اب اس نے اُسے پہچان
لیا تھا ۔
وہ غم کے مارے زمین پر گر پڑی ، جیسے کوئی لاش ہو ۔

جیسے کوئی لاش ہو ، باندی کے اوسان خطا ہو گئے ۔
غم کے بھالے نے اس کے جگر کو چیر دیا اور اس نے اپنے سر کے بال
نوچ ڈالے ،
اس نے رو رو کر اپنے سارے بدن پر خاک ڈالی اور مارے غم کے اس
کے دل کا برا حال ہو گیا ۔
اس نے پاٹم دیئی کے پاس پہنچ کر بانس ہاتھ سے پھینک دیا ۔

باندی

''میں سرکار کی باندی ہوں ،
آپ نے بہت مشکل کام میرے سپرد کیا ہے ۔
(وہ بھکاری نہیں) وہ تو راؤ گوپی چند ہے
جو ہماری ڈیوڑھی پر کھڑا (صدا لگا رہا) ہے''۔

رانی پاٹم دیئی

''اے باندی ! تو کیوں رو رہی ہے ، تیری حالت کیوں غیر ہے ؟
تیرا بدن کیوں خاک آلودہ ہے ؟ تیرے بال کیوں بکھرے ہیں ؟
اے باندی ! تیرے بال کیوں بکھرے ہیں اور تو گھبرائی ہوئی
کیوں ہے ؟
تو گئی تھی اس برے جوگی کو مارنے کے لیے اور آ گئی روتی ہوئی ؟
کیا جوگی نے اپنے منہ سے کوئی ناپسندیدہ بات کی ہے ؟
اے باندی ! مجھے اس کے سبب سے آگاہ کر ، آخر تو نے کہاں عقل
کھو دی؟''

باندی

''اے رانی ! سنیے ، مگر یہ ایسی بات ہے جو میں کہ نہیں سکتی ۔
وہاں دروازے پر مہاراج کو کھڑے دیکھا تو میرا دل غمگین ہوگیا ۔
میرا دل غمگین ہو گیا رانی ! اور میں نے اپنے بال نوچ ڈالے ۔
کس کو ماروں ؟ کسے نکالوں ؟ میں اپنے جی میں سوچنے لگی ۔
جوگی کا لباس پہنے ، کانوں میں مندرے اور گلے میں سیلی ڈالے ،
وہاں دروازے پر لوگوں کے سردار گوپی چند کھڑے ہیں''۔

رانی پاٹم دیئی

''اے باندی ! تیری باتیں حد سے بڑھتی جا رہی ہیں ۔

میں خود جا کر دیکھتی ہوں ، مہاراج کیوں کر فقیر ہوئے ؛
وہ کیوں فقیر ہوئے ؟ میں ابھی ان کے درشن کے لیے جاتی ہوں''۔
اس نے سونے کے تھال میں ہیرے ، موتی ، لعل اور جواہر سجائے ۔
''میرا دل جدائی سے نڈھال ہے''۔
رانی ڈیوڑھی پر پہنچ گئی

اور راج محل کی ساری عورتیں پردے ہٹا کر دریچوں میں سے دیکھنے لگیں ۔

رانی پاٹم دیئی

''میں ہوں رانی پاٹم دیئی ،
میں بہت حسین ہوں ،
مہاراج ! یہ خیرات قبول کیجیے ،
مالک ! میں آپ کے سامنے کھڑی ہوں''۔

راجا گوپی چند

''ہمیں ایسی بھیک سے غرض نہیں ، ہم حکومت کو خیر باد کہ چکے ہیں ۔
اے عقل مند رانی ! سن ، یہ پتھر ہمارے کس کام کے ؟
اگر کھانا تیار ہو تو دے دے ، (وہ ہم کھا لیں گے) ان پتھروں میں سے کیا کھائیں ۔
یہ بھیک ہم قبول نہیں کر سکتے ، ہم تجھ سے سچی بات کہتے ہیں ۔
ہم بار بار کہ رہے ہیں ، ہمیں (کھانے کی) بھیک دے تا کہ ہم چلتے بنیں''۔

رانی پاٹم دیئی

''اے راجا ! کیوں دھوکا کھا گئے؟ کیوں ہمیں برباد کر گئے ؟
یہ کیسی باتیں منہ سے کہ رہے ہیں ؟ کیوں بالکل نادان ہو گئے ؟
راؤ جی ! آپ تو بالکل ھی نادان ہو گئے ، آپ نے یہ کیا بات کہ دی ۔
پہلے پان کھا کے ہماری سیج کے مزے لوٹے اور اب ہمیں ''مائی'' کہتے ہیں ۔
میں خنجر مار کر جوھر کی رسم ادا کروں گی اور ساری دنیا آپ کا مذاق اڑائے گی ۔

پھر آپ نے سولہ سو رانیوں اور پاٹم دیئی سے کیوں بیاہ کیا تھا ؟
ہم سولہ سو رانیاں
اپنی جانیں دے دیں گی ۔
آپ نے کیوں اپنی ماتا کی بات مانی
اور ہم سب کو برباد کر دیا ؟''

راجا گوپی چند

''اے رانی ! جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور و فکر سے سننا ۔
میں نے جوگ لےلیا ھے ، اگر اب میں بیوی بچوں سے کام رکھوں تو اس جوگ سے کیا حاصل ھوگا ؟
میں نے اپنی ماتا کی بات مانی ھے اور جوگ لے لیا ھے ۔
جب میں تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتا تھا اس وقت تو میری رانی تھی ؛
اب جب کہ میں نے جوگ لے لیا ھے اور منہ سے ''آلکھ آلکھ'' کہتا پھرتا ھوں ،
اب تو میری دھرم کی بہن ھے ؛ میرے عارف گورو نے مجھے یہی نصیحت کی ھے''۔

رانی پاٹم دیئی

''اے محبوب ! میں چھری مار کر مر جاؤں گی ؛
میں آپ کو زبان سے ''بیٹا'' نہیں کہہ سکتی ، میرا دل لرزتا ھے ۔
راؤ جی ! میرا جی لرز گیا ھے ، یہ آپ نے کیسی بات کہہ دی ۔
آپ نے میرے ساتھ بیاہ کیا تھا ، اب کیوں مجھے ماتا بنا دیا ۔
مہاراج ! آپ جوگ نہیں لے رھے بلکہ اپنے سر بڑا گناہ لے رھے ھیں
اور اس گناہ کا وبال آپ کے سر سے نہیں اترے گا بلکہ یہ آپ کو سیدھا نرک میں لے جائے گا''۔

راجا گوپی چند

''اے رانی ! تو تو اوصاف کا گنجینہ ھے ، کیوں یوں ھی ناراض ھوتی ھے ؟
قسمت کا لکھا ھوا ٹل نہیں سکتا ، تو کیوں اپنے چھری مارتی ھے ؟
رانی ! کیوں اپنے بدن کو چھری مارتی ھے اور کیوں اپنے دل کو غم لگاتی ھے ؟

جو کوئی خودکشی کرے گا ، ساری دنیا اسے برا کہے گی ۔
اب محلوں میں بیٹھی یہ سولہ سو رانیاں ، سب کی سب میری مائیں ہیں ۔
''بیٹا'' کہ کر بھیک دو تاکہ پھر ہم اپنے ڈیرے پر واپس
جا سکیں''۔

رانی پاٹم دیئی

''اے راجا ! میری طرف دیکھیے ، میری بات سنیے ؛
آپ خود تو جوگی ہو گئے اور ہمیں برباد کر گئے ۔
راؤ جی ! ہم تو برباد ہو گئے ، آپ نے یہ کیا فرما دیا ؟
راج محل کی ساری رانیاں جھروکوں کے ساتھ لگی ہوئی کونجوں کی
طرح فریاد کر رہی ہیں ۔
اگر آپ کو جوگی ہونا تھا تو پھر یہ بیاہ کیوں کیے تھے ؟
آپ نے ہمیں جو دکھ دیا ہے ، (ہم اس پر صبر تو کر لیں گی)
مگر سولہ سو رانیوں کا یہ صبر (آخر رنگ لائے گا) اور آپ کو
لے ڈوبے گا''۔

راجا گوپی چند

''اے رانی ! تو سوچ سے کام نہیں لیتی ، آخر تو کیوں اتنی دلگیر ہے؟
ایک وقت میں نے ضرور سیج کے مزے لوٹے تھے مگر اب میں نے دکھ
کی زندگی اختیار کر لی ہے ۔
''رانی جی ! اب میں نے دکھ کی زندگی اختیار کر لی ہے ، تو کیوں
گھبراتی ہے ؟
قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا ، اس بات کو اپنے دل میں سمجھ ۔
میں نے تجھ سے ان دنوں شادی کی تھی جب میں یہاں حکومت کرتا
تھا ۔
اب میں نے حکومت کا یہ سارا دھندا چھوڑ دیا ہے اور بدن پر راکھ
مل لی ہے ۔
یہ دنیا اس غیر فانی کا بھید ہے ، جسے کوئی سمجھ نہیں سکتا ۔
قسمت میں اپنا تیرا سنجوک اتنے ہی دن تھا، یہ قسمت کا کھیل ہے''۔

رانی پاٹم دیئی

اے راجا ! میں گلے میں آنچل ڈال کر نہایت عاجزی سے آپ کے سامنے
عرض کرتی ہوں ۔
جو ہونا تھا ہو چکا ، کم از کم اپنے دل میں اتنا تو سوچیے ؛
راؤ جی ! اب تو اپنے دل میں سوچیے ، ملک و حکومت کو تو آپ نے
خیر باد کہ دیا ہے ۔
آپ سولہ سو رانیوں کو اپنے پیچھے بلکتے ہوئے چھوڑ کر جا رہے ہیں؛
یہ آپ کیسا جوگ لے رہے ہیں ؟
جس دن سے میں نے آپ کا حسن دیکھا ہے ، میں آپ کی محبت میں گرفتار
ہو چکی ہوں''۔

راجا گوپی چند

''اے رانی ! کیوں فکر کرتی ہے اور کیوں اپنی حالت خراب کرتی
ہے ؟
تو حکومت کر اور عیش و آرام سے اپنی زندگی گزار ، میں نے تیرے
لیے بہت کچھ مال و دولت چھوڑ دی ہے ۔
بہت مال و دولت چھوڑ کے جا رہا ہوں ، تم سب رانیاں ملک میں
حکومت کرو ۔
اے پاٹم دیئی ! میں ہی بد قسمت ہوں ، اب میرا زیادہ مذاق نہ اڑا ۔
جس دن میں نے جنم لیا تھا تو اس دن کے متعلق کیوں نہیں سوچتی[۱] ؟
پیاری ! کیوں اپنے دل کو غمگین کرتی ہے ؟''

رانی پاٹم دیئی

''اے راجا ! میری فریاد کو اپنے دل سے سنیے ۔
میں ایسے راج کو آگ لگاؤں ؟ میں تو زہر کھا کے مر جاؤں گی ۔
راؤ جی ! میں زہر کھا کے مر جاؤں گی ؛ معلوم ہوتا ہے میرا آخری
وقت آ پہنچا ہے ۔
مینا ونتی نے اپنے فائدے کی خاطر آپ کو جوگ لینے کی ترغیب دی ہے۔
اب وہ آرام سے حکومت سنبھال لے گی ، یہی اس کی چال تھی ۔

---

۱ - یعنی میری قسمت اس گھڑی سے وابستہ ہے، جب میں پیدا ہوا تھا ۔
مترجم.

اس پر سولہ سو رانیوں کے صبر کا وبال پڑے گا ، اس نے ہمارے دلوں کو فراق میں ڈالا ہے''۔

راجا گوپی چند

''میری ماتا نے مجھے جوگ کے متعلق عرفان عطا کیا ۔
اب اگر میں اسے ترک کر دوں تو اس سے میرے دھرم کی اہانت ہوگی،
اور دھرم کی اہانت ہو تو پھر زندگی کیا رہی ؟
اے پاٹم دیئی ! میں نے خدا کی محبت اور عشق میں اپنی ساری سمجھ گنوا دی ہے ۔
میں نے عیش و عشرت کا باغ اجاڑ کر اس کی جگہ محبت کی بیل بو دی ہے ؛
اب اس کا پھولنا پھلنا قسمت سے ہے ، جو خدا کو منظور ہے ، ہو جائے گا''۔

رانی پاٹم دیئی

''اے محبوب ! اگر آپ جوگ کے طریقے کی سمجھ رکھتے ہیں
تو ہمیں بتائیے کہ آپ نے ہمارا جوبن کیوں ویران کیا ؟
راؤ جی ! ہمیں یہ بتائیے کہ ہم کیسے زندہ رہیں ؟
میں بھی جوگن بن کر آپ کے ہمراہ جاؤں گی ، میں بھی یہی زہر کا پیالہ پیوں گی ۔
آہ و فریاد سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے ، اب ان ٹکڑوں کو کیسے سیئیں ؟
میں ہاتھ باندھ کر آپ کے سامنے کھڑی ہوں اور آپ کے قدموں میں اپنا سر جھکاتی ہوں''۔

راجا گوپی چند

''پاٹم دیئی ! اچھی طرح سن لے، یہی میری نصیحت ہے ۔
اگر میں تجھے جوگن کا لباس پہنا کر اپنے ہمراہ لے چلوں ،
پیاری اگر تجھے جوگن کے بھیس میں اپنے ساتھ لے جاؤں ؛
پھر تو میری بیوی پاٹم دیئی ہوگی ، اس صورت میں میں جوگ کیسے لے سکتا ہوں ؟
ساری دنیا مجھے برا کہے گی اور میری زندگی موت سے بدتر ہوگی ۔

اب تو صبر کر کے محل میں اپنے دن گزار ، میں تجھے بار بار سمجھا
رہا ہوں"۔

رانی پاٹم دیئی

"اے راؤ مہاراج ! سنیے، ہمارے دل میں صبر کہاں ؟
ہم کو نا امید چھوڑ کر جائیں گے تو آپ کا مقصد بھی پورا نہیں ہوگا۔
اے راجا ! جب آپ کا مقصد پورا نہیں ہوتا ، پھر کیوں یوں ہی اپنا
جنم ضائع کرتے ہیں ؟
اگر آپ ہمیں فراق میں ڈالیں گے تو خود کیسے چین سے سوئیں گے ؟
ہم سب سولہ سو رانیاں محل میں جان پر کھیل جائیں گی
(اور ایسے تڑپ تڑپ کر جانیں دیں گی) جیسے مچھلیاں پانی کے بغیر
تڑپتی ہیں ۔
آپ نے اپنا دل پتھر کر لیا ہے اور پچھلی ساری محبت بھلا دی ؛
ہمیں تو برباد کر دیا اور اپنی ماں کا کہا مان لیا ۔
آج بھی آپ کی وہی شان و شوکت ہے ؛
آپ کیوں نادان بنتے ہیں ، اپنی سمجھ سے کچھ کام لیجیے"۔

راجا گوپی چند

"اے خوبیوں کی مالک رانی ! منہ سے محبت بھری بات کہہ ۔
اچھی طرح سن لے : یہ دنیا اور اس کے شب و روز محض خواب ہیں ۔
رانی جی ! یہ شب و روز محض خواب ہیں ، نہ یہ بدن ہمیشہ یہاں
رہتا ہے ؛
یہ درخت کے سائے کی طرح ایک لمحے میں یہاں سے اڑ جاتا ہے ۔
رانی جی ! سب راجے اس تخت و حکومت اور مال و دولت کو چھوڑ کر
چلے گئے ؛
اسی طرح سنیاسیوں اور بیراگیوں نے بھی رنگ رلیوں کو چھوڑ دیا ۔
اے رانی ! دسرتھ جیسے راجا بھی، جن کے بیٹے دیوتا سروپ تھے، یہاں
سے چل دیے ؛
زمین کی کتنی دنیائیں جا چکی ہیں اور آسمانوں کے کتنے جہان ختم ہو
چکے ہیں ؟
رانی جی ! بہت سے نیک پاک لوگ اور کئی آسمان ختم ہو چکے ہیں ،

کئی تارے گئے اور کئی چاند اور سورج بھی -
اے رانی ! اس فراق سے تو مفر نہیں ، تو اپنے دل سے غم کو دور کر -
میں نے تو بات واضح کر دی ہے ، اب اسے سمجھنا تیرا کام ہے"۔

رانی پاٹم دیئی

"ہمارے سینے میں فراق کا تیر مارا اور ہمیں بلکتے ہوئے چھوڑ کر
چل دیے -
راؤ جی ! آپ فقیر تو ہوئے ہیں مگر ایسا جوگ کامیاب نہیں ہوتا -
راجا جی ! آپ امارت ترک کر کے فقیر تو ہو گئے
(مگر یہ سوچ لیجیے کہ) حکومت انمول چیز ہے ، یہ روز روز ہاتھ
نہیں آتی -
یہ دنیا بھی انمول ہے اور یہ[1] رانی بھی انمول ہے ،
اس کی یہ سیج بھی انمول ہے ؛ معلوم نہیں آپ نے اپنے دل میں کیا سمجھ
رکھا ہے ؟
راجا جی! یہ سارا جہان ہی انمول ہے اور اس کی مسرت بھی انمول ہے -
آپ نے تو جوگ لے لیا اور ہمیں فراق میں ڈال گئے"۔

راجا گوپی چند

"اے رانی ! یہ دنیا اور اس کی محبت دونوں ناپائدار ہیں ؛
یہاں کی خوشامد بھی بے اصل ہے اور یہاں کے عشق و محبت کو بھی
بقا نہیں -
اے رانی ! درخت کے سائے کی طرح یہاں کے عشق و محبت کو بھی
قرار نہیں -
نفسانی خواہشات اور امیدیں سب باطل ہیں ، دنیا خواب کا فریب ہے -
رانی جی ! چھوت ہی سے نفسانی خواہشات کا فوری اثر ہو جاتا ہے ؛
میں جوگی ہوں ، اس لیے میں ان سے کوسوں دور بھاگتا ہوں -
رانی جی ! میرا دل جوگ کا طلب گار ہے ، میں عیش و عشرت کی زندگی
کیسے اختیار کر سکتا ہوں ؟
میرا بدن مر چکا ہے ، بھلا اب میں دنیا کی یہ زندگی کیسے اختیار کر
سکتا ہوں؟"

---

۱ - اپنے آپ کو کہتی ہے - مترجم

رانی پاٹم دیئی

''اے راجا ! میں آپ کے قدم چھو کر آپ سے عرض کرتی ہوں ؛
اے محبوب ! جب تک میں زندہ رہوں گی یہ داغ فراق مٹ نہیں سکے گا ۔
اے راجا ! یہ داغ نہیں مٹ سکتا کیوں کہ زخم دل میں بہت گہرا لگا ہے ۔

میں کس کے سامنے فریاد کروں ؟ کوئی میری فریاد نہیں سنتا ۔
ہمارے دن رات روتے اور تڑپتے بسر ہوں گے ۔
محبوب نے اپنے بدن پر راکھ مل کر ہماری دنیا تاریک کر دی ۔
راجا جی ! آگے میرا کوئی بیٹا بھی نہیں ، میں کیسے صبر کروں ؟
یہ دکھ ناقابل برداشت ہے ، میرے دل میں تلخی گھر کر چکی ہے''۔

راجا گوپی چند

اے رانی ! دیکھ ، اپنی سوچ اور سمجھ سے کام لے ۔
مجھ کو تو رام کے نام کی چاٹ لگ گئی ہے ۔
صرف رام کے نام کی چاٹ ہے ، اس کے سوا اور کوئی کام نہیں ۔
اس لیے میں تو کسی صورت جوگ نہیں چھوڑ سکتا ، خواہ مجھے کتنی تکلیف پیش آئے ؛

خواہ گنگا اور جمنا دونوں الٹی پہاڑیوں کی طرف بہنا شروع کر دیں ،
خواہ چاند اور سورج کے رتھ الٹے مغرب کی طرف جانے لگیں ،
خواہ زمین الٹ جائے اور آسمان نیچے گر پڑیں ۔
جو عورت اپنی پاک دامنی گنوا چکی ہو ، وہی شوہر کی محبت کے زیادہ گیت الاپتی ہے ۔

اے رانی ! یہ سب کچھ ممکن ہے مگر میرا جوگ چھوڑنا ممکن نہیں ۔
میں تو اب گورو دیو کے قدموں میں سر جھکاؤں گا ، خدا کی طرف متوجہ رہوں گا
اور اسی سے محبت کروں گا''۔
اس کی بیٹی پریشان حال میں آ کے اپنے باپ کی گود میں بیٹھ گئی ؛
اس کی حالت غیر تھی ، اس نے روتے روتے باپ سے یوں کہا :

راج کماری

”اے پتا جی ! ہمیں پریشان حال چھوڑ کر آپ کہاں جا رہے ہیں ؟
اب ہمیں کون پیار کرے گا ؟ میرا تو کوئی بھائی بھی نہیں ۔
پتا جی ! کون ہماری سگائی کرے گا اور کون ہمارا بیاہ کرے گا
اور سسرال جانے کے بعد کون ہمیں وہاں سے بلائے گا ؟
میں سینے میں خنجر بھونک کر مر جاؤں گی اور میرے بازو آپ کے گلے
میں حائل رہیں گے ۔
نہیں ، میں کبھی جان نہیں دوں گی بلکہ جوگن بن کر ہمیشہ آپ کے ساتھ
رہوں گی“۔
یہ سولہ سو رانیاں جو اپنے حسن اور جوبن کی بہار پر ہیں ،
آپ نے ان سے محبت ختم کر کے جوگ کیوں اختیار کر لیا ؟“

راجا گوپی چند

بیٹی ! ہم تو جوگی ہو گئے اور اپنے بدن پر راکھ مل لی ۔
اب ہمارے دل میں تمھارے لیے کیا جگہ ہوگی ، تمھیں کس نے بھکا کے
یہاں بھیج دیا ؟
کس نے تمھیں بھکا دیا ؟ تم کیوں ہمارا راستہ روک رہی ہو ؟
نہ مجھے تمھاری پہچان رہی ، نہ تمھارا نام یاد رہا ۔
اے بیٹی ! کس لیے روتی اور افسوس کرتی ہو؟ اپنی سمجھ سے کام لو ۔
یہ گوپی چند جو تمھارے سامنے کھڑا ہے، نہ یہ راجا ہے نہ تمھارا باپ ۔
بیٹی تم یہ سمجھو کہ تمھارے باپ کو ناگ نے کاٹ کھایا ہے ،
اور میں یہ سمجھوں گا کہ میرے ہاں کسی لڑکی نے جنم نہیں لیا تھا ۔
رانی[1] چندر وال خود ہی تمھارے بیاہ کا انتظام کر لے گی ،
وہی تمھیں سسرال بھیجنے کے بعد جلدی سے واپس بلا لے گی“۔

راج کماری

”اے میرے عارف باپ ! ذرا اپنے دل میں سوچیے ۔
آخر آپ نے کیوں اپنے بدن سے لعل و جواہر اتار پھینکے اور کیوں اپنے
کان چھدوا لیے ؟

---

۱ - یہ گوپی چند کی کوئی اور رانی ہوگی ۔ مرتب

اے پتا جی ! آپ نے کیوں اپنے کان چھدوا لیے، آخر آپ کے دل میں یہ کیا آئی ؟
زیورات اور خوبصورت لباس اتار کر آپ نے بدن پر راکھ کیوں مل لی ؟
ہمیں منجدھار میں چھوڑ کر ، روشنی بھی ساتھ ہی لے گئے ۔
دنیا میں آپ کے بغیر ہمارا کون مدد گار ہے ؟
اس بچپن اور کم سمجھی میں آپ نے کیوں ہمارا دل توڑ دیا ہے ؟
میں آپ کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتی ، میرا دل آپ سے کیسے منہ موڑ سکتا ہے؟''

راجا گوپی چند

''اے بیٹی ! میں تم سے سچ کہتا ہوں ، ذرا اپنی سمجھ سے کام لو ؛
روتی کیوں ہو ؟ اپنے دل کو پتھر بنا لو ،
اپنے دل کو پتھر بنا لو اور روؤ نہیں ۔
تقدیر جو ایک بار لکھ چکی ہے ، اسے مٹایا نہیں جا سکتا ۔
برتن کچا ہو تو اسے جس طرف موڑیں مڑ جاتا ہے ،
مگر ہم تو اب جوگی ہو گئے اور گورو نے ہمیں پکا بھی کر دیا''۔

راج کماری

''اے راجا ! اے میرے باپ ! آپ سب عیش و آرام چھوڑ کے چل دیے ۔
آپ کی بیٹی کی یہی دعا ہے کہ آپ کا جوگ کامیاب ہو !
پتا جی ! آپ کا جوگ کامیاب ہو ، آپ کی عبادت مقبول ہو !
آپ کی یہ سخت ریاضت پھل لائے اور آپ کا عارف گورو بامراد ہو !
ہم نے آپ کو لاکھ بار سمجھایا مگر آپ نے ہماری بات تسلیم نہیں کی ۔
آپ اپنی بیٹی اور ان سولہ سو رانیوں کو ویرانے میں چھوڑ کر جا رہے ہیں ۔
آپ نے یہ کیا ارادہ کر لیا ہے ؟ آخر میں اپنے پتا کے بغیر کیسے صبر کر سکتی ہوں ؟
ہم جوہر کی رسم ادا کر کے جانیں دے دیں گی ، یہ بات اپنے دل میں اچھی طرح سمجھ لیجیے''۔

راجا گوپی چند

''اے بیٹی ! میں تمھیں سمجھا رہا ہوں ، انہیں جا کر کہ دو
کہ وہ اپنے منہ سے ''بیٹا'' کہ کر مجھے خیرات دیں ۔
بیٹی ! ان کے منہ سے ''بیٹا'' کہلوا کر مجھے بھیک دلا دو ۔
میں نے محلات اور قلعے چھوڑ دیے ہیں اور جنگلوں اور بیابانوں سے دل
لگا لیا ہے ۔
مجھے یہاں بہت دیر ہو گئی ہے ، گورو ناراض ہوں گے کہ ابھی تک
بھیک لے کر نہیں آیا ۔
وہ ''بیٹا'' کہ کر مجھے بھیک ڈال دیں تاکہ میرا جوگ کامیاب ہو جائے ۔
میں جوگی کا چیلا ہوں ،
میں بیوی بچوں سے الگ رہوں گا ،
میں نے حکومت اور سلطنت چھوڑ دی ہے
اور لا ابالی فقیر ہو گیا ہوں''۔

راج کماری

''اے ماتا ! میں گلے میں آنچل ڈال کر نہایت عاجزی سے عرض
کرتی ہوں ۔
جو ہونا تھا ہو چکا ، اب اپنے دل میں سوچیے ؛
اب آپ اپنے دل میں سوچیے ؛ پتا اپنی ساری امارت ترک کر چکے ،
انہوں نے اپنے کان چھدوا کر ان میں مندرے ڈال لیے اور بدن پر راکھ
مل لی ۔
اگر اب آپ نے انہیں جوگ چھوڑنے پر مجبور کیا تو ساری دنیا برا
کہے گی ۔
آپ انہیں ''بیٹا'' کہ کر بھیک دے دیجیے ؛ ان کا جوگ کامیاب ہو
جائے گا''۔

رانی پاٹم دیئی

''اے بیٹی ! میں جو ایک پاک دامن عورت ہوں ، میں اپنے منہ سے
کیسے یہ الفاظ کہوں ؟
وہ تو میری جان کے مالک ہیں ، میں انہیں اپنے منہ سے کیسے بیٹا
کہ دوں ؟

بیٹی ! وہ تو میری جان کے مالک ہیں ، تو کیوں مجھ سے گناہ کی بات
کہلوانی ہے ؟
میں انھیں کیسے بیٹا کہوں ، میرا دل غم سے بار بار بھر آتا ہے ۔
جس نے میرے ساتھ عیش و عشرت کے دن گزارے ہیں ، اب میں (اسے
بیٹا کہ کر) کیوں اپنے سر گناہ لوں ؟
اے پاپن ! جہنم واصل ہو ، مجھے ایسی ناروا بات کہتی ہے ؟''

راج کماری

''اے ماتا ! اس پر غور کیجیے ، دنیا کا مالک آپ کو اس کی جزا
دے گا ۔
آپ کو اس بارے میں گناہ کا جو خوف ہے ، وہ سارا بوجھ میرے سر پر
ڈال دیجیے ۔
اے ماتا ! گناہ کا سارا بھاری بوجھ میرے سر ڈال دیجیے ؛
جو برا بھلا کہنا ہے ، مجھے کہ دیجیے ، بے شک مجھے دن رات گالی دیجیے ۔
جتنی بھی آپ رانیاں ہیں ، اب آپ سب کے لیے یہی بہتر ہے
کہ آپ میری بات مان لیں اور پتا جی کو اپنے منہ سے بیٹا کہ دیں''۔

رانی نے بیٹی کی بات مان لی ، اگرچہ اس کے دل کو سخت صدمہ پہنچا ۔
اس نے تھال میں چار قسم کے لذیذ کھانے رکھے اور اسے اٹھا لائی ؛
وہ تھال کو اٹھا لائی ۔

رانی پاٹم دیئی

''راؤ ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں ۔
میرے خاوند ! خیرات لیجیے ، میں چار قسم کے کھانے لائی ہوں ۔
اے محبوب ! میری یہی دعا ہے کہ آپ کو جوگ اپنا مبارک ہو ۔
میں ایک بار نہیں ، لاکھ بار کہ دیتی ہوں 'تو میرا بیٹا ہے اور میں
تیری ماں' ''۔

وہ بھیک لے کر روانہ ہوئے ، جہان کے مالک نے انھیں کامیاب کر
دیا ۔
اپنے گورو کی خدمت میں پہنچ کر اس کے قدموں میں سر جھکایا ۔

ہاں ، اُس کے قدموں میں سر جھکا دیا ۔

راجا گوپی چند

''گورو جی ! آپ کا حکم بجا لایا ہوں ؛
اپنی سولہ سو رانیوں کے منہ سے 'بیٹا' کہلوانے کے بعد وہاں سے بھیک لایا ہوں ؛
بارہ برس کی کنواری بیٹی نے صدھا جتن کیے مگر میں نے اس کی ایک نہ منی ۔
اے گورو دیو ! میری محنت کو کامیاب کیجیے ، اب آپ ھی سے رشتہ جوڑا ہے''۔

جالندھر ناتھ

''اچھا گوپی چند ! میری بات سنو ، اب میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا تیار کرو ؛
اس کے بعد الگ ہو کر بیٹھ جاؤ ، یہی فقیری کا طریق ہے ۔
یہی فقیری کا طریق ہے ، ہم سے الگ نشست اختیار کرو ،
دل میں گورو کا تصور رکھو اور ہر کی طرف توجہ لگاؤ ۔
اس غیر فانی کا نام کبھی دل سے فراموش نہ کرو اور ہمیشہ اسی کی حمد کے گیت گاتے رہو ۔
جوگ لینے کا یہی لطف ہے کہ تم سورگ میں داخل ہو جاؤ ''۔

رانی[1] پاٹم دیئی

''اے ساس ! ہماری بد دعا ضرور تم پر اثر انداز ہوگی ۔
بیٹے کو جوگی بنا دیا ، اب خود حکومت کرو گی ۔
خود تو حکومت کرو گی اور ہمیں سخت مصیبت میں ڈال دیا ۔
سولہ سو رانیوں کے صبر کا بوجھ تم نے اپنے سر پر لے لیا ہے ۔
اگر تم حکومت کرنا چاہتی ہو تو ہم تمھیں حکومت نہیں کرنے دیں گی ۔
آج ہم تم سے پہلی پچھلی ساری زیادتیوں کا بدلہ چکا لیں گی ۔

---

۱ ۔ منظر بدلتا ہے ۔

نہ تم کچھ پیو گی ، نہ کھاؤ گی ، نہ تمھاری خاطر تواضع ہوگی ۔
نرک میں تمھارا ٹھکانا ہوگا جہاں تمھیں سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا ''۔

رانی مینا ونتی

''اے میری بہو پاٹم دیئی ! تم خوب سمجھ دار ہو ۔
اگر میں نے اپنے بیٹے کو جوگی کیا ہے تو اپنا فرض پہچان کر ایسا کیا ہے ۔
میں نے اپنا فرض پہچان کر گوپی چند کو جوگی کیا ہے ۔
اگلے جہان میں اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ لا فانی ہو جائے گا ۔
اے میری نیک بہو ! ذرا اس کے کندن جیسے بدن کا تصور کر ۔
میں نے اگر اسے جوگ دلایا ہے تو کوئی غلطی نہیں کی ، بلکہ نیک قدم اٹھایا ہے ۔
میں نے اپنی تمام خواہشوں پر قابو پا کے اپنے بیٹے کی زندگی کامیاب بنائی ہے ۔
تم کیوں دن رات سوچ میں پڑی ہو ، کیوں رو رو کر نڈھال ہو رہی ہو ؟
اس نے میرے شکم میں پاؤں پسارے تھے ، اس لیے میرا غم بھاری ہے ۔
تم کیوں اتنی اداس ہو ، تم تو محض[1] بیاہتا بیوی ہو''۔

رانی پاٹم دیئی

''اے ساس ! آخر تم نے بیٹے کو فقیر کیوں بنا دیا ؟
ہمیں مصیبت میں ڈال کر آخر تم خود بھی سکھی نہ رہیں ۔
تم نے ہمیں مصیبت میں ڈال دیا ، اب ہم کیسے صبر کریں ؟
محلوں پر تاریکی چھا رہی ہے ، دل کو کیسے سمجھائیں ؟
جوانی سمندر کی لہر ہے ، ہمارا دل خوف سے کانپ رہا ہے ؛
اس سے کیسے پار اتریں گے ، فراق کی منجدھار تیز ہے ۔
اے ساس جی ! تم نے اپنا دل کیسا سخت کر لیا ، تمھیں ذرا احساس نہ ہوا ۔

---

۱ - یعنی تمھارا اس سے خون کا رشتہ نہیں ۔ مترجم

بیٹے کے کان چروا دیے اور ہمیں رانڈ کر کے بٹھا دیا "۔

رانی مینا وتی

"اے میری بہو پاٹم دیئی ! تم کیوں اپنا دل اداس کرتی ہو ؟
تم بھی اس خدا سے لو لگاؤ ، سورگ میں جگہ پا لو گی ۔
اے بہو ! اپنے محبوب کی خاطر برت رکھو ، تمھارا ٹھکانا بھی سورگ میں ہو جائے گا ۔
اپنا بدن اور جان خدا کا نام لینے میں لگا دو ۔
اے بہو جی ! خیرات دو ، نیکی کرو اور نجات پا لو ۔
میں بار بار کہ رہی ہوں کہ اپنا دھرم ہاتھ سے نہ دو"۔

"بیٹا[1] گوپی چند ! میری بات سنو ۔
اپنے آرام کو خیر باد کہ کے تم نفسانی خواہشات کے پھندے میں پھنس گئے ہو ۔
اے بیٹا ! تم نفسانی خواہشات کے پھندے میں پھنس گئے ہو ، اندر[2] نے تم سے یہ برائی کی ہے ۔
ہوا چل رہی ہے اور اس نے زوروں کا مینہ برسا دیا ہے ۔
اے بیٹا ! اطلس اور مخمل کی سیج کے بغیر تمھیں نیند نہیں آتی تھی ؛
اب تمھیں پانی میں لیٹنا پڑتا ہے اور میں غم کے مارے چیختی پھرتی ہوں ۔
بیٹا ! تم نے محل ، قلعہ اور عیش و آرام چھوڑ کر ایسے رات گزاری ہے ۔
وہ نواڑی پلنگ اور پھولوں کی سیجیں کیا ہوئیں ؟
تمھاری وہ سلیقہ شعار عورتیں کہاں گئیں جو تمھیں سوتے میں پنکھا کرتی تھیں ؟
اب تم یہ تکلیف اٹھا رہے ہو ، تمھاری ماتا مینا وتی کہتی ہے"۔

---

۱ ۔ منظر بدلتا ہے ۔ اب مینا وتی گوپی چند سے مخاطب ہے اور اپنی پہلی نصیحت پر پشیمانی کا اظہار کر رہی ہے ۔ مرتب

۲ ۔ راجا اندر جو خواہشات نفسانی کا دیوتا سمجھا جاتا ہے ۔ مرتب

راجا گوپی چند

''اے ماتا ! اب تو یہی جنگل میرا محل اور قلعہ ہے ؛
یہ نرم زمین اب میری سیج ہے ، نواڑی پلنگ میں نے چھوڑ دیے ۔
اے ماتا ! نواڑی پلنگوں کو میں نے خیر باد کہ دیا ہے اور
خاک نشینی اختیار کر لی ہے ؛
اور ان سب خواهشات کو چھوڑ کر میں بہت آرام میں ہوں ۔
اے ماتا ! میں نے حکومت ، سلطنت ، دولت اور ساز و سامان سب
کا بوجھ اپنے سر سے آتار دیا ہے ۔
اب میں سب سے الگ ہو کر پہلی بار چین کی نیند سویا ہوں''۔

رانی مینا وتی

''اے بیٹا ! میں نے تمھیں جنم دیا ہے ، میری بات سن لو ؛
اس دکھ میں میری رات کیسے کٹے گی ؟
بیٹا ! رات کیسے کٹے گی ؟ تمھارا بدن بہت نازک ہے ؛
بیٹا ! تمھیں زمین پر پڑے دیکھ کر میرا دل کانپ رہا ہے ۔
اے بیٹا ! تم مجلس کی زینت تھے ، تم محل کی رونق تھے ۔
ابھی وقت ہے ، وزیر کو بلا لو ۔
اے بیٹا ! چھوڑو اس جوگ کو ، محل کو چلو اور وہاں بیٹھ کر
حکومت کرو ۔
ہماری بات مان لو ، کیوں اپنے بدن کو دکھ دیتے ہو''۔

راجا گوپی چند

''اے ماتا ! میری بات سنو ، جب ایک بار جان نکل جاتی ہے ،
پھر وہ دوبارہ بدن میں کیسے واپس آ سکتی ہے ؟
وہ کیسے واپس آ سکتی ہے ماتا ؟ میں جو کچھ کہ رہا ہوں ، اسے
غور سے سنو ۔
جب روح نکل جاتی ہے ، کیا بدن پھر بھی زندہ رہ سکتا ہے ؟
لاش پڑی رہتی ہے اور کوئی اس کی طرف دیکھتا تک نہیں ۔
تم کیوں نادان بن رہی ہو ؟ تم نے عقل کہاں کھو دی ؟
میں نے حکومت بھی چھوڑ دی اور اپنی سولہ سو رانیاں بھی ۔
اب مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو ، کوئی میٹھی بات کہو''۔

رانی مینا ونتی

''بے شک چاروں سمت پھرو اور دیس دیس کی سیر کرو ،
لیکن اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو بنگال میں نہ جانا ۔
اگر تم اپنی خیر چاہتے ہو ، تمھاری ماں تمھیں منع کر رہی ہے ۔
اے بھائی ! بنگال کے ملک میں نہ جانا :
تمھاری بہن تمھیں گیروے لباس میں دیکھے گی
تو وہ تمھارا خیر مقدم کرنے سے پہلے ہی جان دے دے گی ۔
صندل کا درخت چھوڑ کر بیری نہ بوؤ ،
ورنہ تمھاری عاقبت خراب ہو جائے گی ، میری بات مان لو''۔

راجا گوپی چند

''جس دن سے گیروا لباس پہن کر جوگی بنا ہوں ،
میرے گھر میں جو سولہ سو رانیاں تھیں ، ان سب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے ۔
ان سب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے (اور وہ زندہ ہیں) ، بہن کیسے مر جائے گی ؟
یہی ہے کہ میری اس حالت کو دیکھ کر وہ ذرا زیادہ رو دھو لے گی ؛
آخر سمجھ جائے گی اور صبر اختیار کر کے چپ ہو جائے گی ۔
اے ماتا جی ! اگر آپ اسے یہیں بلا لیں ، پھر اسے اتنا غم نہ ہوگا ''۔

رانی مینا ونتی

''بیٹا ! تم بھول رہے ہو ، میں تمھیں بات سمجھاتی ہوں ؛
خاندانی عورت جو نیک ہوتی ہے ، وہ یوں ہی گھر گھر جا کر خراب نہیں ہوتی ۔
وہ یوں ہی گھر گھر جا کر خراب نہیں ہوتی ، بلکہ ایسا کرنے پر فوراً جان دے دینے کو ترجیح دیتی ہے ۔
وہ خود بھی سرخرو ہوتی ہے ، اپنے خاندان کو بھی نیک نام کرتی ہے اور اپنا نام بھی دنیا میں بلند کر جاتی ہے ۔
بیٹا ! اب تم ہم سے جدا ہو رہے ہو ، خدا جانے پھر کب ملاقات ہو ؟
یہ چاند سی صورت میں پھر نہیں دیکھ سکوں گی ۔

اے پیارے بیٹے ! گھر پر رہو اور حکومت کرو ۔
میں یہ بات زور دے کر کہتی ہوں ، میری بات مان لو"۔

راجا گوپی چند

"ہم سرمست جوگی ہیں ، اب ہم دیس دیس کی سیر کریں گے ۔
ہم نے ماتا کو روتے ہوئے چھوڑا ہے ، اب ہم گور[1] بنگالے جائیں گے ۔
ہمیں اب ملک ملک کی سیر کرنا ہے ۔
اے مجھے جنم دینے والی ماتا ! میں ہاتھ جوڑ کر تم سے کہتا ہوں"۔

وہ چلتا چلاتا بہن کے ملک جا پہنچا ۔
اس کا دھیان ہر وقت اپنے گورو کے قدموں میں رہتا تھا ۔
وہاں پہنچ کر اس نے باغ میں بستر جما دیا ۔
آسمان پر بادل چھا رہے تھے ،
سخت بارش ہونے لگی
اور وہ سب ہوش و حواس کھو بیٹھا ۔
اسی طرح ساری رات گزر گئی ۔
"خدایا ! تو نے کس مصیبت میں ڈال دیا ؟"

راجا گوپی چند

"میں نے آج کی رات تارے گن گن کر کاٹی ہے ۔
اے میرے دل ! اپنے رب کی عبادت میں لگا رہ ، وہی تجھے بچائے گا ؛
وہی تجھے بچائے گا ۔ اٹھ ، اب اس سے دھیان لگا ؛
پھر راجا کے محل میں پہنچ کر 'آلکھ' کی صدا لگانا "۔

اس نے کشکول ہاتھ میں لیا اور ساتھ ہی اپنے گورو کا تصور کیا
اور راجا کی ڈیوڑھی پر پہنچ کر 'آلکھ' کی صدا لگا دی ۔

راجا گوپی چند

"مجھے آ کر خیرات دو ، اتنی دیر کیوں کر دی ۔
اے رذیل عورت ! اتنی دیر کیوں؟"

---

۱ ۔ گور ، بنگال کا پرانا دارالسلطنت تھا ۔ مرتب

رانی چمپا دیئی نے احتیاط سے بات کی :

رانی چمپا دیئی

''خیرات لے کر جاؤ ، گورو دیو باھر دروازے پر کھڑے ھیں ؛
دھوپ سخت ھے ، ان کا بدن پسینے میں بھیگ رھا ھے ۔
جلدی سے موتیوں کا تھال بھر کر جوگی کو دے آؤ
اور اگر وہ ھمارے دروازے پر کھانے کی امید لے کر آیا ھو
تو جو کھانا ھم نے نہیں کھایا ، وہ سب اس کے حوالے کر دو ۔
یہ جوگی جو اس قدر سخت دھوپ میں آیا ھے ، یہاں سے خالی ھاتھ نہ جائے ۔
جلدی سے خیرات لے جا کر اسے دو ، ایک لمحے کی دیر نہ کرو''۔

باندی خیرات لے کر راجا[1] کے دربار کی جانب روانہ ھوئی ۔
جب ڈیوڑھی پر پہنچی تو سنبھل کر بات کرنے لگی ؛
اس نے سنبھل کر بات کی :

باندی

''میں تمھارے لیے بھیک لائی ھوں ؛
اے چھیتے جوگی ! اسے لے لو''۔
اس نے دور ھی سے آواز دی :

باندی

''اے محبوب ! تمھاری حسین صورت دیکھ کر مجھ پر بہت اثر ھوا ھے ۔
اے آقا ! جس کی گود میں تم نے جنم لیا تھا ، کیا تمھاری وہ ماں زندہ ھے ؟''

راجا گوپی چند

''اے باندی ! میں تجھ سے ایک بات کہتا ھوں ، اسے غور سے سننا ۔
تو راج محل کی باندی ھے ، تیرے ھاتھ سے بھیک لوں تو میرا جوگ اکارت جاتا ھے ۔

---

۱ ۔ راجا گوپی چند ، جو جوگی بن چکا تھا ۔ مرتب

میرا جوگ اکارت جاتا ہے ، میں تجھ سے خیرات نہیں لے سکتا ۔
ہمیں اپنے گورو کا یہی حکم ہے کہ تجھ سے خیرات نہ لی جائے ۔
اے باندی ! تو نے بہت سخت[1] بات کہی ہے ، کیا ایسی بات کہتے
ہوئے تیرا دل نہیں لرزا ؟
میں دھارا نگر کا راؤ ہوں ، میرا نام گوپی چند ہے"۔

باندی

"جوگی ! تو نے کیوں اپنی عقل کھو دی ؟ زبان سنبھال کر بات کر ،
ورنہ ابھی یہ تیری جھولی چھینتی ہوں اور تجھے دھکے دے کر یہاں سے
باہر نکالتی ہوں ۔
ابھی تجھے دو چار دھکے دیتی ہوں ، تو جوگی ہو کر کیسی باتیں
کرتا ہے ؟
تو بد دیانتی سے جوگی بنا ہے ، تو بھک منگا ہے جو ایک ایک کے
دروازے پر جاتا ہے ۔
تو نے ہماری ڈیوڑھی کے سامنے کھڑے ہو کر ایسی بات کہ دی ؛
میں تجھے خاک پر گرا کر بانسوں سے پیٹوں گی"۔
باندی کی بات سن کر جوگی کی آنکھوں میں آنسو ابل پڑے ۔

راجا گوپی چند

"پہلے میں نے تجھے خریدا تھا اور اپنے دل کے پاس جگہ دی تھی ؛
تجھے اپنے دل کے پاس رکھا تھا ، آج میں نے فقیری اختیار کر لی ہے ۔
اے باندی ! تو مجھے بانس مارے گی ؟ تیرے ان الفاظ نے مجھے سخت
صدمہ پہنچایا ہے ۔
میں نے حکومت و سلطنت کو خیرباد کہ دیا اور امارت کا تخت
چھوڑ دیا ۔
تو اپنے دل میں یوں سمجھ کہ میری تقدیر میں فقیری لکھی تھی"۔

باندی

"اے جوگی کے بچے ! اگر تو اپنی خیر چاہتا ہے تو یہاں سے فوراً
چلا جا ۔

---

۱ - یعنی یہ کہ میں تیرے ہاتھ سے بھیک لے لوں ۔ مرتب

تو سیر و تفریح کی غرض سے ہر گھر سے خیرات مانگتا پھرتا ہے ۔
تو سیر کرتا پھرتا ہے ، کوئی پرائی عورت لے بھاگے گا ۔
بدن پر راکھ مل رکھی ہے اور منہ سے ایسی فریب کی باتیں کہتا ہے ؟
اے جوگی ! تو نے مجھے کب خریدا تھا ؟ کب میں تیری باندی تھی؟
تو ایسی نازیبا باتیں کہتا ہے ؟ میرا جی چاہتا ہے کہ تیری جھولی چھین لوں''۔

راجا گوپی چند

''دھارا نگر کا میں رہنے والا ہوں ، میں پھر تیرے سامنے کہتا ہوں ۔
میں گنگا میں اشنان کی غرض سے آیا ہوں ، گورو میری خواہش پوری کرے !
گورو جی ! میری یہ تمنا پوری کرو ، یہ کنبھ کا میلا ہے ۔
میں اپنے سارے خاندان کو چھوڑ کر اکیلا حاضر ہوا ہوں ۔
اس دنیا میں ہر شخص مطلب پرست ہے ، کیا گورو ، کیا چیلا !
اب ہماری دعا لو اور یہ جھگڑا چھوڑو ۔
ہم نے یہ دنیا چھوڑ دی ہے ، ہمیں اب میل ملاقات کے سوائے اور کچھ غرض نہیں ۔
جو اس فریب دنیا سے بچ گیا ، سمجھو ، کسی پختہ گورو کا چیلا ہے''۔
اس کی حسین صورت دیکھ کر ، وہ پھوٹ کر رونے لگی ؛
روتے روتے اس کی چیخیں نکل گئیں اور وہ بے حال ہو گئی ؛
وہ بے حال ہو گئی اور اس کی رونے کی آواز سب نے سنی ۔

باندی[1]

''میری بات غور سے سننا ، میں آپ کے سامنے ساری بات بیان کیے دیتی ہوں ۔
وہ جوگی کہہ رہا تھا : 'اگر کہیں میری بہن چمپا دیئی مل جائے
تو مجھے بتلا دینا ، میں اس کے لیے یہاں کھڑا ہوں' ''۔
کشکول ہاتھ میں ہے اور کانوں میں مندرے پڑے ہیں ۔

---

۱ - رانی چمپا دیئی سے - مرتب

وہ ڈیوڑھی سے باہر کھڑا ہے ، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں''۔
باندی کی بات سن کر اسے دل میں کچھ شبہ گزرا ۔

رانی چمپا دیئی

''میں خود اسے دیکھنے کے لیے جاتی ہوں ، دیکھوں تو وہ کیسا جوگی ہے ؟
اس جوگی کو دیکھوں تو سہی''۔
وہ اسی وقت محل سے چل کر ڈیوڑھی پر پہنچ گئی ۔

رانی چمپا دیئی

''آقا ! خیرات لیجیے ، اتنی دیر کیوں لگا دی ؟
آپ کس ملک سے آ رہے ہیں ؟ ہمیں بھی کچھ بتلائیے ۔
آقا ! میں آپ سے پوچھتی ہوں ، مجھے صحیح صحیح بتائیے ۔
بہت سے (نا پسندیدہ لوگ گیروے کپڑے پہن کر اور جوگیوں کی سی صورت بنا کر
اصلی جوگیوں کی طرح ادھر اُدھر گھومتے پھرتے ہیں ؛
بہت سے لوگ ایسی صورت بنا کر گھومتے پھرتے ہیں ۔
ان میں سے بعض مرگھٹوں میں پڑے سوتے ہیں ۔
اس دنیا میں بہت سے لوگ محض مطلب پرست ہیں ۔
آپ نے یہاں آ کر کیا بات کہ دی ؟ آپ کو یہ کہتے ہوئے ذرا احساس نہ ہوا ؟
اے رذیل باندی ! میں تجھ سے کہتی ہوں :
اس جوگی کو خیرات میں موتیوں کا تھال دے آؤ''۔

باندی نے موتیوں کا تھال لیا اور خیرات دینے کے لیے چلی گئی ۔

باندی

''اے آقا ! اے گورو جی ! خیرات لیجیے، آپ کیوں اتنے غمگین ہیں؟
آپ کیوں اتنے غمگین ہیں میرے آقا ! دیکھیے میں آپ کے لیے خیرات لے آئی ہوں ۔
رانی نے مجھے حکم دیا ہے ، میں بھیک لے کر حاضر ہو گئی ہوں ۔

آقا ! آپ کیوں اتنے اداس ھیں ؟ آپ کس سوچ میں پڑے ھیں ؟
جوگی جی ! بھیک لینی ھو تو لیجیے ورنہ یہاں سے چلتے بنیے''۔

راجا گوپی چند

''مجھے موتیوں کی بھیک نہیں چاھیے ؛
میں ایسے بہت سے کنکر اور پتھر پیچھے چھوڑ آیاں ھوں اور ساتھ ھی اپنا خاندان بھی ۔
''ھاں باندی ! اپنا سارا خاندان بھی چھوڑ آیا ھوں ، میں تجھے بتا رھا ھوں ۔
یہاں محلوں میں جو رانی ھے ، وہ رشتے میں میری بہن ھے ۔
میں تو حکومت چھوڑ کر فقیر ھو گیا ھوں ، قسمت کا نوشتہ پورا ھو گیا ھے ۔
میری بہن سے میری ملاقات کرا دے ، بس اب یہی میری خواھش ھے''۔
یہ سن کر باندی واپس آ گئی ، اس کی حالت غیر تھی ، دل سخت اداس تھا ۔

باندی[1]

''وہ تو راؤ گوپی چند ھے ، جو اس طرح پریشان حال پھر رھا ھے ۔
راؤ یوں پریشان حال ھے ، اس نے کانوں میں مندرے ڈال لیے ھیں ۔
اس کا چہرہ شاھانہ ھے ، اس جوگی کا جلال بیان سے باھر ھے ۔
کہتا ھے : 'یہ چمپا دیئی میری بہن ھے ، مجھے اس سے ملا دے ؛
اے باندی ! میں تیرا یہ احسان نہیں بھولوں گا ، تجھے خدا کا واسطہ دے کر کہتا ھوں' ''۔
اس نے یہی بات رانی سے آ کر کہہ دی :

باندی

''جوگی نے اپنے منہ سے یہ بات کہی ھے''۔ (میرا اس میں کچھ قصور نہیں ۔)

رانی یہ بات سنتے ھی چل دی ، اس نے ذرا تاخیر نہ کی ۔
باھر آ کر دیکھا تو جوگی جی دروازے پر کھڑے تھے ۔

---

۱ - اپنے آپ سے ۔ مرتب

جوگی جی دروازے پر کھڑے تھے ، اس نے آتے ہی ان کے قدموں میں
سر جھکا دیا ۔
رانی نے اپنے بھائی کی صورت پہچان لی اور اس کی آنکھوں میں آنسو
بھر آئے ۔

رانی چمپا دیئی

''کیا تم پر کوئی مصیبت آ پڑی ہے ؟ کیوں جوگی بن کے آ گئے ہو ؟''
یہ کہتے ہی وہ دھڑام سے زمین پر گر گئی ، اس سے زیادہ کچھ نہ
کہ سکی ۔
وہ ایسے بے ہوش ہوئی ، گویا اسے سانپ نے کاٹ کھایا ہے ۔

رانی چمپا دیئی

''اے خدا ! تو نے یہ کیا کر دیا ؟ خوشی کے اندر مصیبت میں
ڈال دیا''۔

راجا گوپی چند

''میری بہن ! سنو ، اپنا حوصلہ قائم رکھو ۔
بہن ! تم کیوں غمگین ہوتی ہو ؟ کیوں اپنے بال نوچتی ہو ؟
کیوں اپنے بال نوچتی ہو ؟ کیوں غم سے جان ہلکان کرتی ہو ؟
کیوں اس طرح زار زار روتی ہو ؟ کیوں تمھاری آنکھوں سے آنسوؤں
کے چشمے جاری ہیں ؟
جو قسمت میں لکھا تھا ، ہو گیا ؛ اب میری بات مان لو ۔
د سرتھ نے جان دے دی تھی اور رام جنگلوں کو چلے گئے تھے ۔
اے میری بہن ! یہ نادانی کیوں ؟ کیوں اس طرح دن رات روتی ہو ؟
تمھاری چیخ پکار سن کر میرا بھی دل بھر آتا ہے''۔

رانی چمپا دیئی

''اے میرے بھائی ! سن لو ، میرا دل افسردہ ہو گیا ہے ۔
مجھے تن کی کچھ ہوش باقی نہیں ، میرا رنگ اڑ گیا ہے اور خوشی جاتی
رہی ہے ۔
اے میرے پیارے بھائی ! میرا روپ اور رنگ اڑ گیا ہے اور جی غم سے
بار بار بھر آتا ہے ۔

تمھاری حالت دیکھ کر مجھے اپنے تن بدن کی کچھ ھوش نہیں رھی ۔
وہ وقت میرے ھاتھ نہیں آتا ، اب میں اس دن کے لیے پچھتا رھی ھوں
(جب میں نے تمھیں پہچانا تھا ۔)
میں فرقت کی ماری بھاری دکھ میں مبتلا ھوں ۔ کاش ! میں نے تمھیں
دیکھتے ھی جان دے دی ھوتی''۔

راجا گوپی چند

''اے پگلی ! رو نہیں ؛ تم کیوں اس قدر غم زدہ ھو ؟
دکھ سکھ سب قسمت کے مطابق آتے جاتے رھتے ھیں ، تم کیوں اپنے
سر کے بال نوچتی ھو ؟
اے بہن ! تم کیوں اپنے سر کے بال نوچتی ھو ؟ تم کیوں آہ و زاری
کرتی ھو ؟
تم اپنے دل میں یہ سمجھو کہ تمھارا کوئی بھائی نہیں ۔
یہ دنیا باطل ھے ، محض خواب کا فریب ھے ۔
میں نے خواھشات اور محبت ، سب کو ترک کر دیا ھے ، کیوں کہ
اس دنیا سے کسی کے ھاتھ کچھ نہیں آتا ۔
جو خدا سے لو لگاتے ھیں ، بس انھی کی نجات ھوتی ھے ۔
اس دنیا کی محبت بے معنی ھے ، نہ کوئی بہن ھے ، نہ بھائی''۔

رانی چمپا دیئی

''اے بھائی ! میری بات سنو اور اس پر اچھی طرح غور کرو ۔
دل کو کیسے چین آئے ، وہ تو زار زار رو رھا ھے ۔
میرے دلیر بھائی ! وہ تو زار زار رو رھا ھے اور آنکھیں آنسوؤں سے
لبریز ھیں ۔
جوگ مشکل کام ھے ، تم اسے سنبھال نہیں سکو گے ، کیوں یوں ھی اپنی
زندگی ضائع کرتے ھو''۔
رانی نے منہ سے یہ الفاظ کہے اور ساتھ ھی اس کی سیلانی روح اس کے
بدن سے پرواز کر گئی ۔
وہ منہ سے ''رام رام'' کہتی فوراً سورگ میں داخل ھو گئی ۔

راجا گوپی چند[1]

''راجا گوپی چند تیرے سامنے ھاتھ جوڑ کر عرض کر رھا ھے۔
کاغذ کا لکھا ھو تو اسے مٹا دوں ، مگر قسمت کا لکھا مٹایا نہیں
جا سکتا۔
قسمت کا لکھا مٹایا نہیں جا سکتا ، گوپی چند کی آنکھیں آنسوؤں سے
لبریز ھیں۔
میری بہن اس حالت میں میرے سامنے پڑی ھے ، ھم تو دنیا میں
جیتے جی مر گئے۔
میں نے جس دن سے جوگ لیا ھے ، ایک رات بھی چین سے نہیں سو سکا۔
اے مالک ! تو نے یہ کیا کر دیا''۔ وہ باواز بلند آہ و بکا کرنے لگا۔

گورو کو بھی معلوم ھو گیا کہ کنور اس وقت اداس ھے۔
اس نے اپنی گپھا چھوڑی اور فوراً راجا کے پاس پہنچ گیا ؛
وہ راجا کے پاس آ کھڑا ھوا۔

جالندھر ناتھ

''کنور ! تمھاری ماتا منع کرتی رھی ؛
اب کیوں دل میں غم کو جگہ دیتے ھو ؟ جو خدا چاھتا ھے ، وھی
ھوتا ھے۔
اے بیٹا ! چلو ، اب میرے ساتھ میری کٹیا میں چلو ، دیر کیوں
کرتے ھو ؟
یہ دنیا باطل ھے ، یہاں کوئی کسی کا غم خوار نہیں''۔

راجا گوپی چند

''تم مہربان گورو ھو ، میری عزت اب تمھارے ھاتھ ھے۔
میری بہن کو زندہ کر دو ورنہ میں بھی اسی کے ساتھ یہاں جان
دے دوں گا ؛
ورنہ میں بھی بہن کے ساتھ مر جاؤں گا ، تم نے میرا جوگ کیوں
بد نام کیا ؟

---

۱ ۔ خدا سے دعا ۔ مرتب

تمھیں میرے ساتھ ذرا ھمدردی نہیں کہ تم نے مجھے دنیا میں اس طرح
بد نام کر دیا ھے ۔
میری بہن کو زندہ کر دو ، میں نے تم سے کہ دیا ھے ؛
ورنہ میری بد دعا لو کیوں کہ میں اب زندہ نہیں رھوں گا''۔
گرو یہ بات سن کر مسکرایا اور اس کے قریب ھو گیا ۔

جالندھر ناتھ

''تم جوگ کے اصول نہیں جانتے ، کیوں اس طرح آداس ھو ؟
اے بیٹا ! اب کیوں آداس ھو ؟ کیوں سوچ میں پڑتے ھو ؟
بیٹا ! آس لافانی کے نام کا ورد رکھو اور گھبراھٹ کو دل کے پاس نہ
آنے دو''۔

راجا گوپی چند

''گورو جی ! اپنی آنگلی[1] چیر کر ھماری عزت بچا لو ،
چمپا دیئی کی جان کو دوبارہ اس کے بدن میں آباد کر دو''۔
وہ ''رام رام'' کہتی اپنے دونوں بازو پھیلائے ھوئے آٹھ
بیٹھی ۔

رانی چمپا دیئی

''اے میرے پیارے بھائی ! مجھ سے گلے مل لو ، اب کیوں دیر
کرتے ھو ؟
اب کیوں دیر کرتے ھو ؟ مجھ سے ملنے کی تیاری کرو ۔
اے میرے بھائی گوپی چند ! اب میں تم سے کبھی جدا نہیں ھوں گی ۔
ھمیں گورو سے ملاقات حاصل ھو گئی ھے ، یہی ھماری خواھش تھی ۔
اب ھمارے سارے تفکرات دور ھوئے ، سب عورتوں مردوں کو چاھیے
کہ وہ خوشی منائیں''۔

راجا گوپی چند

''تمھارے پاس حکومت اور سلطنت ھے اور میں تمھارا جوگی بھائی ھوں ۔

---

۱ - مشہور ھے کہ چھنگلی کے خون کے قطرے بعض حالات میں مردے
کو زندہ کر دیتے ھیں ۔ مرتب

میرے بدن پر راکھ ملی ہوئی ہے ، گلے ملنے سے تمھاری سرخ چنری
خراب ہو جائے گی ۔
اے میری پیاری بہن ! تمھارا سرخ لباس خراب ہو جائے گا ، پھر میں
کہاں سے تمھارے لیے نیا لباس لاؤں گا ؟
اب ماتا ھی تم سے پیار کرے گی اور وھی تمھیں اپنے پاس بلائے گی''۔

رانی چمپا دیئی

''اس چنری کو آگ لگے، میں اسے ابھی اپنے سر سے آتار پھینکتی ہوں۔
اے میرے بھائی ! ایک بار مجھ سے گلے مل لو ، میں دوبارہ تم سے گلے
نہیں ملوں گی ؛
میں دوبارہ تم سے گلے نہیں ملوں گی - میرے پیارے بھائی ! تمھاری
پیاری صورت پر قربان جاؤں ۔
تم ھی نے تو مجھ سے کہا تھا : 'اب مینا ونتی میری ماتا نہیں'۔
اپنے گھر سولہ سو عورتوں کو چھوڑ آئے ہو ، وہ سب رو رھی
ہوں گی ۔
میرے بھائی ! تم نے کوئی محبت باقی نہیں رکھی ، آج تم نے مجھے ، اپنی
بہن کو بھی بھلا دیا''۔

راجا گوپی چند

''مالک کی عبادت کے بغیر تمھیں نجات حاصل نہیں ہو سکتی ۔
اب میں یہاں نہیں ٹھہرنے کا ، دوبارہ ملاقات کے لیے نہیں آؤں گا ۔
بہن ! اب پھر ملاقات نہیں ہوگی ، ھماری بات مان لو ۔
جیسے میری تمھاری ملاقات ہوئی ھے ، خدا کرے دنیا میں سب لوگوں
کو اسی طرح اپنے عزیزوں سے ملاقات نصیب ہو !''
وہ بہن سے بھائی گلے ملا اور اس نے اسے بہت پیار کیا ۔

یہ کہ کر جوگی وھاں سے چل دیا ، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری
تھے ۔
جب اس نے بہن کے محل سے باھر قدم رکھا ، اس کے چہرے کا رنگ
متغیر ہو گیا ۔

راجا گوپی چند

''گورو جی ! میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں کہ مجھے نجات دلائیے''۔

جالندھر ناتھ

''اے بیٹا ! چلو ، اب دنیا کی محبت ترک کر کے یہاں سے چل دیں ۔
یہاں اپنا دلی ہمدرد کوئی نہیں ، دنیا کی محبت جھوٹی ہے ۔
بیٹا ! دنیا کی محبت جھوٹی ہے ، ہماری بات مان لو ۔
جلدی سے تیاری کر لو ؛ چلو ، گنگا پر چل کر نہائیں ۔
میں نے معرفت کا ہار لے کر تمہارے گلے میں ڈال دیا ہے ۔
چلو ، وہاں ایسے جوگیوں کے درشن بھی کر لینا ، جو لافانی ہو چکے ہیں ، اس سے تمہارا بدن بھی غیر فانی ہو جائے گا''۔

حکایت ۱۹

راجا چندر بھان اور رانی کرن کی کہانی

جالندھر کے ایک بھاٹ کی زبانی

بھاٹوں کے کہنے کے مطابق یہ منظوم حکایت بھی سابقہ حکایت ھی کے سلسلے سے تعلق رکھتی ھے ۔ اس میں آجین کے راجا چتر مکٹ جو مشہور راجا بکرماجیت کی لڑکی چترنگ دیئی کا لڑکا تھا ، اور راجا چندر بھان کی بیٹی چاند کرن کی محبت کے حالات بیان کیے گئے ھیں ۔ خود چندر بھان کو بالعموم گوپی چند بھرتری کا بھتیجا بتایا جاتا ھے ، اس لیے عام حکایات کے مطابق وہ بھی اسی گوت کا ٹھہرا جو بکرماجیت کی تھی ۔

یہ حکایت آخر تک خالص لوک کہانی ھے ؛ البتہ ان لوگوں کی دلچسپی کے لیے ، جو ایسی چیزوں میں نجوم کی باتیں تلاش کرنے کے عادی ھیں ، میں اتنا کہ دوں کہ اس کہانی کے عنوان کا لفظی ترجمہ ''راجا سورج کی شعاع اور رانی چاند کی کرن'' ھوگا ۔ چتر مکٹ کے لفظی معنے ''شاندار تخت'' ھیں اور اس کی ماں کے نام چترنگ کا مطلب ''شاندار انداز کی خاتون'' ھیں ۔ اب باقی کہانی کو اس طور سے سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں ھوگی ۔

جیسے جیسے حسن جوان ھوا ،
اس کے ماں باپ کو فکر دامن گیر ھوئی ۔

''اے برھمن[1]! ہم پانچ سونے کی مہریں
اور ناریل تیرے حوالے کرتے ھیں''۔

برھمن نے تینوں کونے چھان مارے
مگر اسے چاند کرن کے لیے کوئی بر نہ ملا ۔
برھمن مایوس ھو کر
راجا کے پاس واپس آ گیا ۔

رانی کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگے ۔
''تقدیر کے قلم نے تیرے لیے جو کچھ لکھ دیا ھے اسے کوئی نہیں مٹا سکتا''۔
''اے ماں ! تو نے مجھے کیوں جنم دیا تھا ؟
اب تو ھمارے لیے کوئی بر تلاش نہیں کر سکی''۔
''جس خالق نے تجھے یہ صورت دی ھے ،
اس نے یقیناً تیرا بر بھی پیدا کیا ھے''۔
راجا نے کہا : ''اس رانی کے لیے محل تعمیر کرو
اور اس میں عجیب و غریب ھیرے موتی جڑ دو ۔
یہ محل اس ٹاپو[2] پر تعمیر کرو ،
ل میں کہیں کہیں دریچے رکھو ؛
پھر ھر قسم کی لونڈیاں اور باندیاں مہیا کرو
اور انھیں اس کے احکام بجا لانے کے لیے مقرر کر دو''۔

صبح کی ھوا چل رھی تھی اور ھر طرف چنبیلی کے پھول کھل رھے تھے ،

برھمن کو بر کی تلاش میں بھیجنے کے لیے یہ چیزیں اس کے حوالے کی جاتی ھیں ۔ یہ دونوں چیزیں سگائی کا نشان سمجھی جاتی ھیں ۔

۲ ۔ غالباً کسی جھیل میں کوئی قطعۂ زمین ھوگا ۔ اکثر اھم راجپوت شہروں کے قریب جھیلوں میں ٹاپو ھیں جن پر محل تعمیر کیے گئے ھیں ۔ مرتب

مگر وہ مندر میں اکیلی بیٹھی ٹھنڈی آہیں بھر رہی تھی ۔
مشرق کی طرف سے ایک ھنس آیا ،
بادل جھکے ہوئے تھے اور برسنے کے قریب تھے ۔
اس وقت رانی نے بناؤ سنگار کیا ،
ہر زلف کے ایک ایک بال میں موتی پروئے ۔
چالاک ھنس نے دوھرا گایا
اور اس رانی کو یوں سمجھانے لگا :
''ھے کوئی نیک جو نیکی کرے
اور مجھے پانی پلا دے ؟''
رانی نے اس کی یہ بات سن لی ،
وہ پانی کا کٹورا بھر کر لے آئی
اور ساتھ ھی اپنے ابرو کی کمان سے اسے نظر کا تیر مارا ۔
ھنس الٹ کر زمین پر آ گرا ،
رانی نے اسے جھاڑا پونچھا اور چھاتی سے لگا لیا ۔
''ھنس ! میرے پاس آ ، میں تجھے موتی[1] کھلاؤں گی
اور اچھی اچھی کلیاں چن کر تیرے لیے سیج تیار کروں گی''۔
''رانی ! میں تجھ سے کھانے کے لیے کچھ نہیں لوں گا ،
بس تیری صورت کی خاطر ، یہاں سے اور کہیں نہیں جاؤں گا ۔
خالق نے تجھے وہ حسن دیا ھے
کہ تو اڑتے پرندوں کو مار گراتی ھے ۔
اے رانی ! اپنے اس حسن پر غرور نہ کرنا ،
اس خالق سے ڈرتی رھنا جس کے اختیار میں سب کام ھیں ۔
اے رانی ! تیری عمر سولہ برس ھو چکی ھے ،
کس کی غلطی کے باعث تو ابھی تک غیر شادی شدہ ھے ؟''
''شاباش ، اے میرے سمجھ دار ھنس !
تو نے میرے جگر کی چوٹ کو خوب پہچانا ھے''۔
''رانی ! میں تیرے لیے کرشن جیسا خوبرو بر لاؤں گا ،
جس کا بدن کندن کی مانند دمکتا ھوگا ،

---

۱ - مشہور ھے کہ ھنس موتی کھاتے ھیں ۔ مترجم

کہنے کی تو بہت سی باتیں ھیں
مگر میں یہی کہنے پر اکتفا کرتا ھوں کہ میں ھر جنم میں تیرا
خدمت گزار رھوں گا''۔
ھنس نے تین بار قسم کھائی
اور رانی کو اپنے تین قول دیے ۔
''اے رانی ! میں تیری خاطر سمندر پار جا رھا ھوں ،
زندگی رھی تو آ ملوں گا ورنہ قیامت[1] کے دن ملاقات ھوگی''۔

پھر ھنس نے اڑان بھری ،
زمین چھوڑ دی اور آسمان کی خبر لینے لگا ۔
پہاڑوں میں اڑتے ھوئے اسے بہت بھوک لگی
اور وہ راجا کی بیٹی کو یاد کرنے لگا ۔
''اگر اس وقت میں رانی کے پاس ھوتا
تو مجھے کھانے کے لیے ھیرے اور موتی ملتے ۔
میری مہجور رانی ! تو اس وقت کہاں ھے ؟
کہ مجھے کھانا کھلائے اور پانی پلائے''۔
وھاں کنول کے ٹھنڈے سائے تلے
ھنس نے اپنا ڈیرا لگا دیا ۔
شہر اُجین سے ایک شکاری پہنچا
اور اس نے وھاں آ کر اپنا جال بچھا دیا ؛
جال بچھا دیا اور جال کے نیچے دانہ اور پانی بھی رکھ دیا ۔
دانہ پانی دیکھ کر بھوکے پیاسے ھنس کا دل للچایا
اور وہ وھاں پہنچ گیا ۔
اس نے ایک چونچ پانی کی بھری ،
دوسری چونچ دانہ کی لی ؛
ابھی وہ تیسری چونچ کھانے نہ پایا تھا
کہ شکاری نے جال کی رسی کھینچ کر اسے گرفتار کر لیا ۔
''ظالم ! میں تیرے فریب سے واقف نہ تھا ،

---

۱ ۔ قیامت کا اسلامی تصور ملاحظہ ھو ۔ مرتب

تو نے میرے گلے میں پھندا ڈال دیا ۔
اے شکاری ! میرا پر نہ توڑنا ،
میری قیمت کا فیصلہ مجھ ھی سے کرنا''۔
''میں تیری ٹانگ توڑ دوں گا ، تیرا پر مروڑ دوں گا
اور تجھ جیسے پرندے کو کبھی رہا نہ کروں گا''۔
''اے شکاری ! میں تیرے جال میں پھنس گیا ھوں
اور چاند کنور رانی میری راہ دیکھ رھی ھے''۔
شکاری اپنی طرف کھینچتا اور ھنس اپنی طرف ۔
ھنس بولا : ''پربھو ! تو نے یہ کیا کر دیا ، میرا دن رات میں تبدیل ھو گیا ۔
ھے کوئی نیک انسان جو نیکی کرے
اور اس پاپی سے مجھے رھائی دلائے؟''
مالن نے یہ بات سن لی ،
وہ راجا کے بھرے دربار میں پہنچ گئی ۔

وھاں پہنچ کر اس نے راجا کی خدمت میں عرض کی :
''آپ کے شہر میں ایک ظالم اور چور ھے
جو جنگل کے سوروں[1] کو ستا رھا ھے''۔
راجا نے یہ بات سنی
تو گھوڑے پر سوار ھو کر جنگل کو روانہ ھوا ۔
اور شکاری سے کہنے لگا :
''شکاری ! سن ، میں تجھے ھر گھر سے ایک بکرا لے دوں گا ،
میں تجھے اجین شہر کی حکومت دے دوں گا ۔
مجھ سے سونے کے لاکھ ٹکے لے لے
اور یہ جانور مجھے دے دے''۔
''اے راجا ! مجھے اس پیلی دمڑی کا کیا لالچ دیتا ھے ۔
یہ پرندہ تو میرے خاندان کی خوراک ھے''۔

---

۱ - سور متبرک سمجھے جاتے ھیں ۔ مرتب

راجا بہادر کو سخت طیش آ گیا ،
اس نے تلوار نکال کر شکاری پر وار کر دیا
اور اس کے دونوں ھاتھ کاٹ ڈالے ۔
''اے جنگل کے باسی ! اب جدھر جی چاھے اڑ جا ،
میں نے تیرا پھندا کاٹ ڈالا ھے''۔
یہ سن کر ھنس گھبرا گیا
اور چتر راجا سے یوں گویا ھوا :
''باقی راجے رعیت پر راج کرتے ھیں اور تو ان راجوں پر راج کرتا ھے ۔
تو نے ایک غریب جانور کا پھندا کاٹا ھے ، خدا تیری عمر دراز کرے!
اے راجا ! تجھے ایک پیاری بات سناؤں ؛
میرے ملک میں ایک ایسی رانی ھے ،
جس کا حسن دیکھ کر ھرنوں نے کھانا پینا ترک کر دیا ھے''۔
یہ سن کر راجا کی طبیعت ڈانواں ڈول ھو گئی
اور اس نے چالاک ھنس سے یوں بات کی :
''اے ھنس ! میری سولہ سو رانیاں ھیں ،
جنھیں دیکھ دیکھ کر میں جیتا ھوں''۔
ھنس بولا : ''تو اپنی رانیاں بھی مجھے دکھلا دے ۔
اگر تو میری رانی دیکھے گا تو ملک اور حکومت سب کچھ بھول جائے گا''۔

راجا نے اپنے محل میں حکم بھیجا :
'سب رانیوں کو راجا یاد کرتا ھے'۔
کوئی رانی ناچنے اور کوئی اپنے ناز دکھلانے لگی
مگر ھوشیار ھنس کے دل کو کوئی نہ لگی ۔
''یہ تیری سولہ سو رانیاں
میری رانی کے مقابلے میں محض پانی بھرنے والیاں ھیں''۔
''اچھا ھنس ! اب تو مجھے اپنی رانی دکھلا
تاکہ ھمیں معلوم ھو کہ وہ کیسے ملک و حکومت چھڑاتی ھے''۔
''چاندنی رات ھے اور ستارے جھلمل جھلمل کر رھے ھیں ؛
اے پیارے ھنس ! مجھے اسی وقت اس کے پاس لے چل''۔

ہوشیار ہنس نے بازو پھیلا دیے
اور راجا چتر مکٹ اس پر سوار ہو گیا ۔
پھر ہنس نے وہاں سے اڑان بھری
اور زمین چھوڑ کر آسمان کی خبر لینے لگا ۔
تین دن رات اڑتا رہا
مگر کہیں پانی اور زمین نظر نہ آئے ۔
جس وقت راجا محل سے روانہ ہوا
وہاں سوا من کانچ توڑا گیا[۱]۔
آخر وہ رانی کے باغ میں آ پہنچے ؛
راجا وہاں بیٹھا اور ہنس اڑ کر رانی کے محل میں آ گیا ۔

تب رانی نے اپنی زیب و آرائش کی ۔
''اے میرے ہوشیار ہنس ! آ اور مجھے بتا
کہ تو میرے جان سے پیارے محبوب کو کہاں چھوڑ آیا ہے ؟''
''اے رانی ! میں نے دنیا کے ہر ملک اور ہر دیس میں تلاش کی
مگر تجھ بد قسمت کے لیے کوئی بر نہیں مل سکا''۔
''اے ہنس ! میں سینے میں کٹار بھونک کر مر جاؤں گی
اور اپنے حسن اور مال و دولت کا خاتمہ کر لوں گی ۔
میں اس اجنبی کے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتی''۔
''رانی ! میں تیرے لیے کرشن مہاراج جیسا خوبرو بر لایا ہوں ۔
اس کا بدن کندن کی طرح دمکتا ہے ۔
آج جب چار گھڑی رات گزر جائے گی ،
اس وقت وہ کنور تیرے محل میں آئے گا''۔
اے رانی ! رنگا رنگ لباس پہننا ،
اپنے بدن کو تھوڑا سا عطر بھی لگا لینا
اور جب تیرا ہوشیار ہنس تجھے بلائے ، اس وقت باہر آ جانا ۔
محل میں تین سو ساٹھ پلنگ بچھا دے ،

---

۱ - بطور اظہار غم - مرتب

سارے دیئے روشن کر دے
اور ہر دیئے کو روشن کرتے وقت یہ دعا مانگ :
''اے سونے کے دیئے ! میری عرض سن ،
آج محبوب سے ملاقات ہے ، ساری رات روشن رهنا''۔

هنس یہ کہ کر چلا آیا ۔
راجا چتر مکٹ اس سے کہنے لگا :
''چاندنی رات ہے ، ستارے جھلملا رہے ہیں ۔
اے پیارے هنس ! اب مجھے وہاں لے چل''۔
ہوشیار ہنس نے اپنے بازو پھیلا دیے
اور راجا چتر مکٹ ان پر سوار ہو گیا ؛
پھر ہنس نے اڑان بھری
اور رانی کے محل پر آ بیٹھا ۔

ہوا چل رہی تھی ، ہر طرف چنبیلی کھلی ہوئی تھی
مگر رانی اکیلی مندر کے اندر ٹھنڈی آہیں بھر رہی تھی ۔
''اے ہنس ! کیا تو اس رانی کی تعریف کرتا تھا ؟
یہ[1] رانی جو اس وقت سو رہی ہے ؟
یہ رانی کہاں ، یہ تو کوئی پنہاری ہے ۔
میں نے یوں ہی اس کی خاطر اپنی سولہ سو رانیاں ،
نوے بیٹے اور وسیع سلطنت چھوڑ دی''۔
یہ سن کر ہنس نے جواب دیا
اور وہ راجا چتر مکٹ کو یوں سمجھانے لگا :
''اے راجا ! گھبرا نہیں ،
ذرا اس کے چہرے سے گھونگھٹ تو اٹھا ۔
اسے نرمی سے ہاتھ لگا کر ،
اس کی انگلی سے انگوٹھی اتار لے''۔
ہنس نے پر فریب چوری کروائی ،

---

۱ - مطلب یہ ہے کہ اصل رانی ہوتی تو اپنے محبوب کو ملنے کے لیے
جاگ رہی ہوتی ۔ مرتب

اس نے راجا کی انگوٹھی رانی کو دلا دی
اور رانی کا چھلا راجا کو ۔
راجا ھنس پر سوار ھو کر بھاگ نکلا ۔
بھاگتے بھاگتے اس نے چاند رانی کو
سمجھانے کے لیے یہ کہاوت کہی :
''تیل کھانے سے گھی دیکھ لینا بہتر ھے ،
احمق کی صحبت سے عقل مند کو دیکھ لینا اچھا ھے''۔

مہجور رانی بیدار ھوئی تو صبح ھو چکی تھی ،
وہ اٹھی اور پانی کا کٹورا لے کر منہ دھونے لگی ۔
اس کی سب سہیلیوں نے آ کر اس کے قدم چھوئے ۔
ایک سہیلی بولی : ''ایک عجیب اور انوکھی بات پوچھوں ؟
آج تمھاری انگلی میں یہ کس مرد کی انگوٹھی ھے ؟
کوئی تمھاری انگلی سے چھلا لے گیا ھے اور یہ انگوٹھی پہنا گیا ھے''۔
وہ اسے سب سہیلیوں میں شرمسار کر گیا ۔
''اے رانی ! ھم تجھ سے پہلے سو گئی تھیں ،
ھم کیا جانیں رات کیا واقعہ گزرا؟'' سہیلیوں نے کہا ۔

''تم نے میرا جوبن لوٹ لیا اور مجھے محبت کا غم دے گئے ،
پانی کا رنگ تم لے گئے ، پیک اب گلیوں میں پڑی خوار ھوتی ھے''۔
اتنے میں ھنس بھی پہنچ گیا ،
اس نے آتے ھی رانی سے کہا :
''میں تیری تعریف کرتا رھا
اور تو بد قسمت سو گئی ۔
تیری خاطر مجھے مورکھ کہا گیا ،
میں نے اپنی شاندار زندگی یوں ھی برباد کر دی ۔
اگر مجھے جنگل میں کہیں پانی مل جائے
تو میں اس میں ڈوب مروں اور کسی کو منہ نہ دکھلاؤں''۔
''اے ھنس ! اب میں انگلی پر زخم لگا کر وھاں نمک چھڑک لوں گی
اور اس طرح ساری رات جاگتی رھوں گی ،

اور اپنے (من کے) چور کو ضرور پکڑوں گی ۔
ہر شخص اپنے چور کو جان سے مار ڈالتا ھے
لیکن اگر مجھے میرا چور مل جائے تو میں اس پر بدن اور جان دونوں
نثار کر دوں''۔

یہ سن کر ھنس واپس آ گیا
اور آ کر راجا سے کہنے لگا :
''راجا ! تو نے اس کی انگلی سے اس طرح چھلا اتارا
کہ اس کی انگلی زخمی ھو گئی''۔
''اے ھنس ! اس رانی سے ھماری ملاقات کرا ،
کیوں یوں ھی ھمارے دل کو تڑپاتا ھے ؟
رات چاندنی ھے ، تارے جھلملا رھے ھیں ؛
اے میرے پیارے ھنس ! اس وقت مجھے اس کے پاس لے چل''۔

ھوشیار ھنس نے اپنے پر پھیلا دیے
اور راجا چتر مکٹ اس پر سوار ھو گیا ۔
ھنس نے راجا کو رانی کی سیج کے قریب لا کر اتار دیا ۔
راجا نے اسے نہایت نرمی سے چھوا ۔
رانی : ''چور ، چور'' کہتی ھوئی جاگ اٹھی ۔
''اے چور ! تم کون ھو
جو میرے بدن کو اس طرح سے ھاتھ لگاتے ھو ؟''
''میں چور نہیں ھوں بلکہ کئی ھزار کا مالک ھوں
اور میں نے تمھاری خاطر گھر اور خاندان کو بھلا دیا ھے ۔
میں بہادر بکرماجیت کا پوتا
اور رانی چتر دیئی کا بیٹا ھوں ، میرا نام چترمکٹ ھے''۔
یہ سن کر رانی حیران ھو گئی
اور اس نے ھوشیار ھنس کو گلے سے لگا لیا ۔
''شاباش میرے سمجھ دار ھنس !
تو نے میرے جگر کی چوٹ کو خوب پہچانا''۔
رانی نے اسی وقت کھانا تیار کیا

اور چترمکٹ کو کھلایا ۔
اس نے آنکھوں کے کمرے میں اپنی پتلیاں بچھا دیں ،
سامنے پلکوں کی چکیں ڈال دیں اور وھاں محبوب کو بٹھا دیا ؛
پھر راجا اور رانی محلوں میں خوشیاں منانے لگے ۔

صبح ھوئی تو مالی رانی کے لیے
پھول لے کر وھاں گیا ۔
اس نے رانی کو پھولوں سے تولا
تو رانی پھولوں سے بھاری نکلی[1]۔
یہ دیکھ کر مالی واپس آ گیا
اور اس نے راجا چندر بھان کی خدمت میں عرض کی :
''تمھارے اس محل میں کوئی چور ھے
جس نے رانی کو الگ کر لیا ھے''۔
یہ سن کر راجا گھبرا گیا
اور مالی سے کہنے لگا :
''مجھے بتا وہ کون چور ھے جو اس ل میں آتا ھے ۔
میں اسے کوئی سزا نہیں دوں گا ، رام کا واسطہ دے کر کہتا ھوں''۔
''وہ رات کو آتا ھے اور رات ھی کو واپس چلا جاتا ھے ۔
ایک ھنس اسے لاتا ھے ۔
اے راجا ! ھولی کے لیے غلط دن مقرر کر دو
اور رانی کے پاس رنگ کی بھری ھوئی بوتلیں بھیج دو[2] ؛
اس طرح تم اس چور کو آسانی سے پکڑ لو گے''۔

رانی کہنے لگی : ''اے راجا ! سنو ،

---

۱ - پنج پھل رانی کے متعلق مشہور ھے کہ اس کا وزن ، جب تک وہ
پاک دامن رھی ، پانچ پھولوں کے برابر رھا اور جوں ھی اس نے
پاک دامنی کو چھوڑا اس کا وزن بڑھ گیا ۔
۲ - رانی اس پر رنگ پھینکے گی اور صرف اسی کے کپڑوں پر رنگ
نظر آئے گا جس سے وہ فوراً پہچانا جا سکے گا ۔

میرے باپ نے بسنت کا تہوار منانے کے لیے
ہولی کو غیر وقت مقرر کر دیا ہے
اور میرے پاس بھی رنگ کی بوتلیں بھیجی ہیں''۔
یہ بات سن کر راجا چتر مکٹ گھبرا گیا
اور رانی سے کہنے لگا :
''وہ مجھے پکڑنے کے لیے یہ چال چلا ہے''۔
یہ کہ کر راجا نے منہ دوسری طرف کر لیا
اور رانی نے اس پر رنگ ڈال دیا ۔
راجا زار زار رونے لگا ،
اس نے محل میں بہت گریہ و زاری کی ۔
''یہاں اس وقت میرا کوئی نہیں ،
تو اپنے محل میں با اختیار ہے (جو چاہے کرے) ۔
''راجا ! میں ابھی دھوبی کو بلا کر
رات ہی رات تیرے کپڑے دھلا کر تجھے دوبارہ پہنا دیتی ہوں''۔

دھوبی کپڑے لے کر گھر کو آ گیا
اور وہی کپڑے پہن کر بازار میں پھرنے لگا[۱] ۔
جاسوس نے اسے پکڑ لیا
اور گھونسوں اور لاتوں سے اسے خوب مارا ۔
دھوبی نے ڈر کے مارے راج کہار کا راز فاش کر دیا ۔
جاسوسوں نے چور کے ہاتھ بندھوا کر اسے الٹا لٹکا دیا ۔
عورتیں اور مرد اسے دیکھنے کے لیے جوق در جوق آنے لگے ۔
جو آسے اس حالت میں دیکھتا، پکڑنے والے کو برے الفاظ میں یاد کرتا ۔
آخر چور کو راجا کے سامنے پیش کیا گیا ۔

راجا نے اس کے متعلق یہ فیصلہ سنایا :
''اس چور کو میرے سامنے نہ لاؤ
بلکہ اسے پھانسی دے دو''۔

---

۱ ۔ دھوبیوں کی پرانی عادت ہے ۔ مرتب

راج کمار یہ فیصلہ سن کر زار زار رونے لگا ،
اس نے ہنس کے سامنے یہ دوہا کہا :
''میری سولہ سو رانیاں کہاں ہیں ؟ میرا شہر آجین کہاں ہے ؟
اے چاند کرن ! میں نے تیری خاطر یوں ہی اپنی جان گنوا دی!''

ہنس یہ سن کر وہاں سے اڑا
اور اس نے محل میں آ کر رانی کو یہ بات بتلا دی :
''تیرا باپ یہ ظلم کر رہا ہے ،
اس نے راجا کو پھانسی کا حکم سنا دیا ہے''۔
رانی نے یہ بات سنی
تو محل میں آہ و بکا کرنے لگی
اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی ۔
وہ اپنا سر بار بار پلنگ سے مارتی ۔
سب لونڈیاں باندیاں راجا کے پاس پہنچیں
اور انھوں نے اس کی خدمت میں عرض کی :
''راجا ! تیری بیٹی مرنے کے قریب ہے ،
وہ اپنی جان دے رہی ہے''۔
راجا نے یہ بات سنی
تو فوراً اسی چور کو بلایا ۔
''اے چور ! تم کون ہو
جو میری بیٹی کے محل میں اس طرح آتے ہو ؟''
راجا چتر مکٹ نے یہ بات سنی
تو راجا چندر بھان سے یوں کہنے لگا :
''میری اپنی سولہ سو رانیاں ہیں، میں شہر اجین کا راجا ہوں ،
میں یوں ھی اس رانی کی خاطر اپنی جان گنوا رہا ہوں''۔
یہ سن کر راجا خوش ہو گیا
اور اس نے راج کماری کو بھی وہیں بلا لیا اور اس سے کہنے لگا :
''تمھارا راجا پہنچ گیا ہے اور تمھارا خاندان راضی ہے ۔
خاندان کے برھمن کو بلاؤ اور بیاہ کرا لو''۔

راجا بہت خوش ھوا اور اس نے بیاہ کے پھیرے کر لیے ؛
پھو وہ دونوں محل میں رھنے اور حکومت کرنے لگے ۔

راجا اور رانی دونوں نے آپس میں بات کی :
''اب یہاں سے رخصت ھو کر اپنے گھر پہنچنا چاھیے''۔
ساری باندیاں اور سارا راج محل رونے لگا :
''رانی تم اب جا رھی ھو ، پھر تم سے کہاں ملیں گے ؟''
ڈولی تیار کرائی گئی اور وہ لمبی مسافت پر روانہ ھو گئے ۔

آدھر راجا اور ھنس بھی اجین شہر میں پہنچ گئے ۔
وھاں پہنچ کر انھوں نے شہر سے باھر ٹاپو میں رھائش اختیار کی ۔
رانی بولی : ''یہاں بیٹھ کر ھم کیا کر رھے ھیں ، چلو اب اپنے گھر اور
اپنی اقامت گاہ کو چلیں''۔

یہ کہ کر وہ اجین شہر پہنچ گئے
اور اپنے سجے ھوئے محل میں رھنے لگے ۔
سارا شہر خوشیاں منانے لگا : ''ھمارا سردار آ گیا ،
خدا نے مہربانی کی اور وہ مبارک دنوں میں اپنے گھر پہنچ گیا''۔

حکایت ۲۰

نام دیو کے دو گیت

امرتسر کے دو بھاٹوں کی زبانی

یہ دو مشہور گیت ایک معروف بھگت اور شاعر ، نام دیو یا ناما کے متعلق ہیں ، جنھیں دربار صاحب امرتسر میں روزانہ گایا جاتا ہے اور ہر سکھ ان سے بخوبی واقف ہے ۔

نام دیو بہلول لودھی کے عہد (۱۴۶۸ء تا ۱۵۱۲ء) میں گزرا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ سکھ مذہب کے بانی نے اس سے گہرا تاثر لیا تھا کیوں کہ اس کی نظمیں ، پوری کی پوری ، آدی گرنتھ میں موجود ہیں ، مگر یہ دونوں حکایتیں آدی گرنتھ میں نہیں بلکہ گرنتھ میں ہیں ، جس کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے اسے اس کی مخالفت کے لیے شروع کیا تھا ، اس لیے عین ممکن ہے کہ یہ غیر مستند ہوں ۔

(۱)

مقدس گورو[1] کی مہربانی سے : ناما کا گیت

بھیروں راگ میں : جزو دو[2]

سلطان[3] نے کہا : ''سن بے نامے !

---

۱ گوبند سنگھ ۔ مرتب

۲ ۔ گورو گوبند سنگھ کے گرنتھ کی طرف اشارہ ہے جہاں یہ نظمیں لکھی ہوئی بیان کی جاتی ہیں ۔ مرتب

۳ ۔ غالباً سلطان بہلول لودھی ۔ مرتب

میں اس رام[۱] کو دیکھنا چاہتا ہوں جو تمہارا خدمت گزار ہے"۔
سلطان نے نامے کو حراست میں لے لیا۔
"میں اس ہر کو دیکھوں گا جو تمہارا سرپرست ہے۔
تم اس مردہ گائے کو زندہ کرو
ورنہ میں ابھی تمہارا سر تن سے جدا کرتا ہوں"۔
"اے بادشاہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟
مردے کو کبھی کسی نے زندہ نہیں کیا؛
میرے کرنے سے کچھ نہیں ہو سکتا،
وہی ہوگا جو رام کرے گا"۔
بادشاہ طیش میں آ گیا:
"میں اپنے مست ہاتھی کو تم پر چھوڑ دوں گا"۔
نامے کی ماں رونے لگی:
"'رام' کہنا چھوڑ دے اور خدا کا نام لینا شروع کر دے"۔
"نہ میں تمہارا بیٹا ہوں، نہ تم میری ماں ہو۔
اگر میرا بدن نابود ہو جائے، تو بھی میں ہر کی تعریف کروں گا"۔
سب سے بڑے ہاتھی نے اس پر سونڈ سے حملہ کر دیا
مگر ہر کی حفاظت سے نامے کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔
قاضی اور ملا بادشاہ کے سامنے پیش ہوئے۔
"اے بادشاہ! ہماری عرض سنیے،
اس ہندو نے ہمارے مذہب کی توہین کی ہے؛
ہم سے نامے کے سر کے برابر سونا لے لیجیے (اور اسے ہمارے حوالے کر دیجیے)"۔
"اگر میں یہ مال لے لوں تو سیدھا نرک کو جاؤں؟
کیا میں اپنے دین پر دنیا کو ترجیح دوں؟"
اس نے نامے کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑی ڈالی
مگر ناما پھر بھی گوپال ہی کے گن گاتا رہا۔
"گنگا اور جمنا الٹا بہنا شروع کر دیں، تو کر دیں،
مگر ناما 'ہری ہری' ہی کہتا رہے گا۔

۱۔ ہندوؤں کا خدا۔ مرتب

سات[1] گھڑیاں گزرنے کو آئیں
مگر وہ تین جہانوں کا بادشاہ ابھی نہیں پہنچا ''۔
پھر گلے میں ہار ڈالے ، گیت گاتے اور خوشیاں مناتے ؛
گووند[2] گرڑ[3] پر سوار وہاں پہنچ گئے ۔
انھوں نے اپنے عقیدت مند کی محبت کی لاج رکھ لی ؛
گوپال گرڑ پر سوار ہو کر آ گئے ۔
''اگر تو کہے تو زمین کو الٹا دوں ،
اگر تو کہے تو زمین کو اپنی ہتھیلی پر اٹھا لوں ؛
اگر تو کہے تو مردہ گائے کو زندہ کر دوں
تاکہ سب لوگ میری کرامت دیکھ لیں''۔
نامے نے نیچے جھک کر
بچھڑے کا منہ گائے کے تھنوں سے لگایا اور اس کا دودھ دوہ لیا ۔
جب دودھ سے برتن بھر گیا
تو اسے بادشاہ کے سامنے لے آیا ۔
بادشاہ اپنے محل میں چلا گیا ،
اس کا مزاج بہت برہم تھا ۔
قاضی اور ملا (نامے سے) عرض کرنے لگے :
''اے ہندو ! ہمیں معاف کر دے ، ہم تیری گائیں ہیں''۔
نامے نے کہا : ''اے بادشاہ !
میں یہی کچھ کرامت دکھلا سکتا تھا ،
یہ کرامت اسی طرح رہے گی ۔
اے سلطان ! تم سچائی اور نیکی پر قائم رہنا ''۔
نام دیو کی عزت بہت بڑھ گئی ،
سب ہندو مل کر اس کے پاس گئے :
''اگر وہ اب کے گائے زندہ نہ کر دیتا
تو اس کی عزت خاک میں مل جاتی''۔

---

۱ - تقریباً چوبیس گھنٹے - مرتب
۲ - کرشن - مرتب
۳ - کرشن کی سواری کا عجیب الخلقت پرندہ - مرتب

نامے کی شہرت دنیا میں باقی رہے گی ؛
نارائن خود اپنے بھگتوں کی حفاظت کرتا ہے ۔
چغل خور خود ہی ذلیل ہوں گے ۔
نامے اور نارائن میں کوئی بھید باقی نہیں ۔

---

(۲)

''روکھی سوکھی نہ کھاؤ ، میرے آقا! روکھی سوکھی نہ کھاؤ ۔
میرے ہاتھ میں گھی کا برتن ہے ، اس میں سے اپنا حصہ لے کر جانا ۔
میرے مالک ! تم روٹی کا نوالہ منہ میں ڈالے بھاگے جا رہے ہو ؛
تم بھاگے جا رہے ہو ، ہم تم تک پہنچ نہیں سکتے ۔ اے مقدس ہستی !
مجھے بھی اپنے ساتھ لے لو ۔
اے آقا ! تم ہر ایک کے دل کا حال جانتے ہو''۔ ایک لمحے میں اس کی صورت بدل گئی ۔
وہ ٹھاکر ہو گیا اور نام دیو نے اس کی صورت دیکھ لی ۔

حکایت ۲۱

سخی سرور اور جاتی

جیسا کہ اسے ضلع لاہور کے ایک منشی نے
مسز ایف اے سٹیل کے لیے قلم بند کیا

اس حکایت میں سخی سرور کی ایک کرامت کا ذکر ہے جو انھوں نے اپنے ایک برھمن مرید کے لیے دکھائی ؛ یہ برھمن ضلع گوجرانوالا کا تھا ۔ یہ واقعہ ایمن آباد نزد گوجرانوالا میں پیش آیا ۔ اس کہانی میں اس برھمن کو جس کا نام پھیرو تھا ، اور جو جاتی کا بیٹا تھا ، اکبر کے عہد (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) میں ایمن آباد کا حاکم بنانا ظاہر کیا گیا ہے ۔

ایمن آباد ، ضلع گوجرانوالا کا ایک پرانا قصبہ ہے ، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سالبھان کی شکار گاہ تھا ۔ موجودہ قصبے کو ایک خاتون ایمنہ نے آباد کیا تھا جو فیروز شاہ خلجی (۱۲۸۲ء تا ۱۲۹۲ء) کی دایہ تھی ۔ سکھوں کی حکومت سے پہلے ، مسلمانوں کے عہد میں ، یہ قصبہ بہت اهمیت رکھتا تھا اور عمال کا صدر مقام تھا ۔ موجودہ حکایت غالباً کسی مقامی برھمن کے متعلق ہے ، جس نے شاید عارضی طور پر ، کچھ عرصے کے لیے ، اختیارات سنبھال لیے ہوں ، کیوں کہ اس برھمن کا نام تاریخ میں کہیں نہیں ملتا ۔

سائیں سچے ! یا رب !
تیری دھنو پارچا[1]

---

۱ - اپارچا - مرتب

جل تھل مولا توئی ہے
رب ! تیرو نام دھائیا !

کیا کیا قدرتاں تھاپدا
بیرنگی صاحب جاپدا
ساجے دھرتی تے آسمان
باجھ تھماں کلا ٹکائی

دھرتی دا کیتا جوڑ ہے
آنوجا لکھ کروڑ ہے
اٹھارہ بھون بناس ، جی !
رب قدرت باغ بنائی !

بھون تے بشرامی
رام چند ، کشن جوانی
نانواں پدھ لٹکدا
پھر دسے آتار کھڈائی

بھگت پرے تو پرے جی
تیرا نام جپے سو ترے جی
کگھڑا پینڈا بھگت دا
گر بردیاں ہو وکائی

پیر بائی نوں گاؤندا
نت ایہو کار کماؤندا
دائم دیوے بالدا
نت گھرے سلام کرائی

جاتی کردا سیو جی
”سروز ! مٹھا میو دیو جی

مٹھا میو دیو ، جی !
منہ منگا دان دوائی

جاتی دے گھر جمدا
پھیرو بھتے کرم جرم دا
سید پورہ سلوئیا
جتھے پھیرو پیدا ہوئیا

چاکر بائی لاج دا
نت گھرے سلام کرائی

ترجمہ۔ سائیں سچے ! یا رب !
تیری تخلیق مبارک ہے !
تو ہی خشکی اور تری کا مالک ہے !
اے رب ! ہم ہر وقت تیرے ہی نام کا ورد رکھتے ہیں ۔
تیری قدرتیں بے شار ہیں ۔
اے صاحب ! تو ہر رنگ میں نظر آتا ہے ۔
تو نے زمین و آسمان کو سجایا ہے ،
تو نے یہ کارخانہ ستونوں کے بغیر قائم کر دیا ہے ،
تو نے اس زمین کو مسطح کر دیا ہے ،
جو انچاس لاکھ کروڑ (کوس) میں پھیلی ہوئی ہے ۔
اٹھارہ قسم کی نباتات سے
رب نے اپنی قدرت کا باغ بنایا ہے ۔
سرگ میں آرام سے رہنے والے
رام چند اور جوان کرشن ہیں ۔
اور نویں جگہ بدھ ہے ۔
اس کے بعد اس نے دس اوتار بنائے ۔
بھگت ایک سے ایک بڑھ کر ہے ۔
جس نے تیرے نام کا ورد رکھا ، وہ کامیاب ہوا ۔
بھگت کا سفر کٹھن ہے ؛

اسے گورو کا غلام ہو کر بکنا پڑتا ہے۔
(جاتی) پیر اور بائی کے گن گاتا
ہر وقت یہی کام کرتا رہتا۔
وہ ہمیشہ دیئے جلاتا
اور اپنے گھر پر ہمیشہ اسے سلام کراتا۔
جاتی اپنے پیر کی خدمت کرتا
''سرور! مجھے میٹھا پھل[1] عنایت ہو!
مجھے شیریں پھل عطا فرمائیے!
مجھے منہ مانگی خیرات دلوائیے!''
جاتی کے ہاں پیدا ہوا،
پھیرو، جو بہت اچھے نصیبے والا تھا۔
سید پور[2] کی شان دوبالا ہو گئی
جہاں پھیرو پیدا ہو۔
جاتی، بائی اور لانجے[3] کا چاکر تھا،
وہ ہمیشہ اپنے گھر پر انہیں سلام کراتا۔

جب جاتی کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے پھیرو کو یوں وصیت کی: ''میرے بیٹے! تم محض سخی سرور کی کرم نوازی سے پیدا ہوئے تھے، اس لیے تمھارے لیے لازم ہے کہ ہمیشہ ان کے دربار پر حاضری دو''۔ چنانچہ پھیرو اپنے باپ کی وصیت کے مطابق سخی سرور کے روضے پر باقاعدگی سے حاضری دیتا اور سلام کرتا رہا۔ اگرچہ ایک بار وہ بہت مفلس بھی ہو گیا، تاہم اس نے اپنا یہ معمول ترک نہ کیا۔

ایک دن اس نے اپنے آپ سے کہا: ''اگر سخی سرور مجھے ایمن آباد کی حکومت دے دیں تو میں ان کے لیے شان دار مقبرہ تعمیر کراؤں''۔

---

۱ - بیٹے کے لیے دعا۔ مرتب
۲ - ایمن آباد کا پرانا نام۔ مرتب
۳ - لانجا: سخی سرور—بائی: ان کی زوجہ۔ مرتب

اس پر سخی سرور نے مقدس بھیروں کو حکم دیا کہ وہ بادشاہ اکبر کو خواب میں نظر آئے اور اسے دھمکائے۔

بھیروں نے اسی طرح کیا۔ اکبر نے اس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے ؟

بھیروں نے کہا : ''میرے دوست پھیرو کو کل ہی ایمن آباد کا حاکم مقرر کر دو ، ورنہ میں تمھیں پریشان کروں گا''۔

اکبر نے وعدہ کر لیا اور اپنا وعدہ یاد رکھنے کے لیے اپنے چغے کو گانٹھ دے دی۔

اگلے روز جب وہ دربار میں بیٹھا تھا ، چغے کی گانٹھ نے اسے اس کا وعدہ یاد دلا دیا ؛ چنانچہ اس نے اپنے وزیر کی معرفت پھیرو برھمن کو ایمن آباد کا گورنر مقرر کرنے کے احکام صادر کر دیے۔

ایک سوار کو یہ احکام اور خلعت دے کر بھیجا گیا۔ اس نے ایمن آباد پہنچ کر پھیرو برھمن کے متعلق پوچھ گچھ شروع کر دی۔

پھیرو سمجھا وہ اس کے باپ کے قرضے کی وصولی کے لیے آیا ہے ، اس لیے وہ ایک بوڑھی عورت مائی کے گھر میں چھپ گیا۔ آخر یہ سمجھ کر کہ خدا اور بادشاہ سے بھاگا نہیں جا سکتا ، نیز یہ کہ اگر میں آج بچ گیا تو سرکاری پیادہ مجھے دوسرے دن پکڑ لے گا ، وہ خود ہی حاضر ہو گیا۔

مگر اسے یہ دیکھ کر سخت حیرانی ہوئی کہ سوار (اپنے احکام کے بموجب) اس سے نہایت ادب سے پیش آیا۔ اس نے اسے نہلایا ، سرکاری خلعت پہنائی اور اسے ایمن آباد کی حکومت کا پروانہ پیش کیا۔ اس کے بعد سرکاری سوار وہاں سے چلا گیا۔

جو کچھ پھیرو لوڑدا
لکھ ملیا ملک کروڑدا
پٹہ ، رعیت ، پرگنہ
مڑ گھرے سلام کرائی

گھوڑے چڑھ کے چلدا
پھیرو جا کچہری ملدا
قابو پاوے حکم دا
بھر اکسی مت دھائی

حاکم نال چبوترے
پھیرو بہ کے مجلس لائی
لشکر کٹک برامی
نقارے نال نشانی

ترجمہ — پھیرو جو کچھ چاہتا تھا ،
اسے وہی لاکھوں کروڑوں کا ملک مل گیا ؛
جس میں زمینوں کے پٹے ، رعیت اور پرگنے تھے ۔
گھر پہنچ کر اس نے سخی سرور کے سلام کا بندوبست کیا ۔
گھوڑے پر سوار ہو کر ،
پھیرو اکثر اپنی کچہری میں جاتا ۔
اسے اختیارات حاصل ہو گئے
تو اس نے سب کو اپنا ہم خیال بنا لیا ۔
اب پھیرو حاکموں کے ساتھ
چبوترے پر مجلس منعقد کرتا ۔
اس کے پاس زبردست فوج ،
نقارہ اور نشان تھا ۔

پھیرو چوں کہ برھمن تھا اور سخی سرور مسلمان تھے ، اس لیے ایمن آباد کے لوگ اس کے سخی سرور سے عقیدت رکھنے کے باعث بہت ناراض ہو گئے ۔

ایک بار یوں ہوا کہ اس کے خاندان کے ایک اور برھمن نے اسے صرف اس وجہ سے اپنے ہاں شادی پر آنے کی اجازت نہ دی کہ وہ سخی سرور کا عقیدت مند تھا ۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس کے لیے اپنی برادری یا سخی سرور میں سے کسی ایک کو چھوڑنا

ضروری ہو گیا تو اس نے سخی سرور کو چھوڑ دیا اور اپنی برادری کو رکھ لیا۔

ابڑ چیلے دتیا
پھر چیلے ہوئے مٹھیا
گوراں پیراں تو مکرے
سدھ آپی صدائی

ترجمہ—''میں نے اپنے مرید کو حکومت دی ،
میرا مرید اُلٹا بے عقیدہ ہو گیا۔
اس نے گوروؤں اور پیروں سے انکار کر دیا
اور خود ہی گورو بن بیٹھا ''۔

(سرور نے یوں کہا) اور وہ بھیرو پر بہت ناراض ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے مقدس بھیروں کو بھیرو کو سزا دینے کے لیے بھیجا۔

بھیروں قمچی ماردا
برھمن نو جھٹھیاردا
اوھدی دیہی رنگ وٹایا
ادھ وچوں ای لٹکایا

درد کلیجا پھرکدا
بھیرو ٹنگاں باھاں کھڑکدا
چھالے بھیمے ہئے گئے
دیہی دا رنگ وٹائی

کل قبیلہ ترکدا
ایھنوں تھاؤں دواؤ فرقدا
جس دے صدقے بھوگ دا
مڑ اوسے توں سکھائی

رنگ محلاں والیا
فیر ککھاں وچ سوالیا
فیر جوگی وچ بہالیا
فیر استر ہیٹھ وچھائی

پیوندا ددھ پیالیاں
فیر پانی ٹنڈ سوالیاں
چٹی بھوجن جواندا
فیر ٹکر نوں ترسائی

ترجمہ — بھیروں نے قمچی ماری
اور اسے لعن طعن کی ۔
برھمن کے بدن[1] کا رنگ بدل گیا ۔
بھیروں نے اسے چھت کے ساتھ باندھ کر آلٹا لٹکا دیا ۔
درد کے مارے اس کا کلیجا کانپنے لگا ۔
بھیرو اپنی ٹانگیں اور بازو ادھر آدھر مارتا ۔
اس کے بدن پر بڑے بڑے چھالے پڑ گئے
اور اس کے بدن کا رنگ بدل گیا ۔
اس کی ساری برادری نے اس سے قطع تعلق کر لیا :
''اسے دور جگہ دو ؛
اس پر جس کی نظر کرم ہے ،
وہی اس کا دکھ دور کرے گا''۔
وہ جو عیش و عشرت سے محلوں میں رہتا تھا ،
اسے پھر خاک پر سلا دیا گیا ۔
اسے پھر جھونپڑی میں بٹھا دیا گیا
اور اس کے نیچے پھونس کا بستر بچھا دیا گیا ۔
وہ جو دودھ کے پیالے پیتا تھا ،
پھر پانی کے کوزے کا محتاج ہو گیا ۔

---

۱ - یعنی اسے کوڑھ ہو گیا ۔

لذید کھانے کھانے والا ،
پھر ٹکڑے ٹکڑے کے لیے ترسنے لگا ۔

جب بھیرو برھمن کو کوڑھ ھو گیا تو اس کی برادری نے اسے ایک الگ تھلگ جھونپڑی میں ڈال دیا ۔ ایک دن سب لوگ اسے بھول گئے؛ ایک باندی کو یاد آیا کہ بھیرو کو گزشتہ روز سے کھانے کے لیے کچھ نہیں ملا ۔ باندی نے خیال کیا کہ اگر اسے کھانے کو کچھ نہ دیا گیا تو وہ بھوکوں مر جائے گا ، اس لیے اس نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا کہ وہ ھر روز اسے اپنی رسد میں سے چار روٹیاں دے آیا کرے گی ۔ چنانچہ اس دن وہ چار روٹیاں اور پانی کا کوزہ لے کر بھیرو کے پاس گئی ۔ بھیرو نے ان میں سے دو روٹیاں کھا لیں اور باقی دو پرندوں کو ڈال دیں ۔ باندی نے سمجھا وہ صرف دو ھی روٹیاں کھاتا ھے ، اس لیے اس نے اس کے بعد اسے صرف دو روٹیاں پہنچانی شروع کر دیں ، باقی وہ اپنے پاس رکھ لیتی ۔ وہ ھر روز خود کھانا کھانے سے پہلے بھیرو کو روٹیاں دینے جاتی ، کیوں کہ کوڑھی کے پاس جانے کے بعد اس کے لیے نہانا ضروری تھا ، نیز ھندو رسم کے مطابق اپنا برت توڑنے سے پہلے بھی اسے نہانا پڑتا تھا ۔ اس طرح کچھ وقت گزر گیا ۔

سخی سرور نے بھیرو کو اس لیے کوڑھی کیا تھا تاکہ اس کے رشتہ دار اسے چھوڑنے پر مجبور ھو جائیں اور جب اسے بھوک کی شدت محسوس ھو تو وہ ان کی طرف دوبارہ رجوع کرے ۔ مگر جب وہ بڑھیا اسے کھانے کے لیے دینے لگی تو انھوں نے بھیروں کو حکم دیا کہ وہ اسے اس کام سے روکے ۔ چنانچہ اگلے روز جب وہ بڑھیا بھیرو کی جھونپڑی کی طرف جا رھی تھی ، اسے بھیروں راستے میں ملے اور انھوں نے اس سے پوچھا : ''تم کون ھو اور کہاں جا رھی ھو ؟''

اس نے جواب دیا : ''میں اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنے پرانے آقا پر رحم کھا کر اپنی چار روٹیوں میں سے دو اسے دے دیتی ھوں اور اس وقت بھی روٹیاں پہنچانے کے لیے جا رھی ھوں''۔

بھیروں نے کہا : ''جب تمہارے مالک کی کوڑھ سے اس قدر بری حالت ہے کہ اس کے اپنے رشتہ دار بھی اس کے نزدیک نہیں جاتے تو پھر تم کیوں اس کے پاس روٹیاں لے کر جاتی ہو ؟ اگر تمھیں یہ بیماری لگ گئی تو تمھاری دیکھ بھال کون کرے گا ؛ تم دیکھ ھی رھی ہو کہ بھیرو جیسے بڑے آدمی کا یہ حال ہے کہ کوئی اس کے نزدیک نہیں پھٹکتا ۔ اگر تم نے ضرور اس کو مدد پہچانی ہے تو میری بات مانو اور روٹی کو ایک بانس سے باندھ کر دور ھی سے اس کے آگے پھینک دو''۔

اگلے روز عورت نے اس کی نصیحت کے مطابق عمل کیا ۔ جب بھیرو نے یہ حالت دیکھی تو وہ بہت غمگین ھوا اور اس سے کہنے لگا : ''آج تک تم نے میری بڑی اچھی خدمت کی ہے لیکن اگر آئندہ تم مجھے اس طرح روٹی دینا چاھتی ہو تو یہی بہتر ہے کہ تم روٹی نہ لایا کرو''۔ جب اس نے بڑھیا کو اس طرح سرزنش کی تو اس نے روٹیاں لانی بند کر دیں ۔

بھیرو بھوکوں مرنے لگا ؛ اس تکلیف میں اسے سخی سرور یاد آئے اور اس نے کہا :

''سب جگ بھلن ھار ، بھلیاں سیتا جیھاں رانیاں ، سلطانا !
بھلے رام تے لچھمن دیوتے ، سلطانا !
میں تیرے دیوے بالساں
میں تیرا نام چتارساں
بھوڑ ، اے سرور اولیا !
دکھ میرا درد گوائیے''۔

ترجمہ — ''اے سلطان ! دنیا میں ھر کسی سے بھول چوک ھو جاتی ہے ؛ سیتا جیسی رانی بھول گئی تھی ۔
اے سلطان ! رام اور لچھمن جیسے دیوتا بھول گئے تھے ۔
میں تیرے نام کے دیئے جلاؤں گا ،
میں تیرے نام کا ورد کروں گا ۔
اے سرور ولی ! میری مدد کو پہنچیے
اور میرے دکھ درد کو دور کیجیے''۔

جب بھیرو رویا چلایا اور اس نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا تو سخی سرورؒ نے اس پر رحم کھایا۔ سخی سرور اپنی گھوڑی پر سوار ہوئے، انھوں نے بھیروں کو اپنے ہمراہ لیا اور بھیرو کی کوٹھڑی میں پہنچ گئے اور اس سے کابل کا راستہ پوچھا۔

بھیرو نے کہا: ”آپ کو کابل میں کیا کام ہے؟“

وہ بولے: ”ہم دلی کے حکیم ہیں، ہمیں کابل بھیجا گیا ہے تاکہ ہم کابل کے بادشاہ کو علاج معالجہ سکھائیں“۔

کوڑھی نے التجا کی: ”اگر آپ میرا علاج کریں تو میں آپ کو عمر بھر یاد رکھوں گا“۔

حکیموں نے پوچھا: ”اگر ہم تمہارا علاج کریں تو تم ہمیں کیا دو گے؟“

اس نے جواب دیا: ”افسوس! میرے پاس کچھ نہیں، میں آپ کو کیا دے سکتا ہوں؟“

انھوں نے کہا: ”مگر ہمیں کچھ نہ کچھ تو ضرور ملنا چاہیے؛ کم از کم ہمارے گھوڑوں کے لیے دانے کا سیر ہی سہی“۔

بھیرو نے کہا: ”اچھا جو کچھ مجھ سے ہو سکا، میں آپ کی خدمت کر دوں گا، آپ میرا علاج کریں“۔ اس پر:

چشمہ کڈھ نکالیا
بھیرو بھمن نوں گھول پیالیا
”سیتل جھولے صاحبا!
دیہی نوں ٹھنڈ پوائی آ“۔

ترجمہ — ”انھوں نے چشمے[1] کا پانی نکالا
اور اس میں خاک شفا گھول کر بھیرو برھمن کو پلا دی۔
(اس نے وہ پانی پیتے ہی کہا:) ”اے آقا! میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے محسوس کر رہا ہوں۔
آپ نے میرے (جلتے ہوئے) بدن کو راحت پہنچا دی ہے“۔

۱۔ نگاھا میں جو چشمہ ہے۔ مرتب

بھیرو نے جوں ھی پانی میں حل کی ھوئی وہ مٹی پی ، اسے فوراً شفا ھو گئی - جب اسے اتنی جلدی آرام آ گیا تو اسے حکیموں کے متعلق کچھ شک سا ھوا - اس نے سرورؒ کی گھوڑی کی باگ پکڑ لی اور کہا : ''تم اپنے آپ کو چھپا رہے ھو ؛ تم حکیم نہیں ، تم سخی سرور ھو اور یہ پاک بھیروں ھے''۔

''ھم تو حکیم ھیں'' وہ بولے ''تم چاھو تو ھمیں سخی سرور اور بھیروں کہ لو - اچھا اب وہ سیر دانہ لاؤ جس کا تم نے ھم سے وعدہ کیا تھا''۔

وہ بولا : ''میں تو یہاں سے ایک گز بھی ادھر آدھر نہیں جاؤں گا - میں دانہ لینے کے لیے جاؤں اور تم گھوڑے دوڑا کر نکل جاؤ تو ؟''

آخر جب وہ انھیں چھوڑنے پر رضا مند نہ ھوا تو انھوں نے اپنے کوڑے نیچے گرا دیے اور اسے کہا : ''ذرا ھمارے یہ کوڑے پکڑا دو''- بھیرو نیچے جھکا تو وہ دونوں گھوڑے دوڑا کر نکل گئے اور وہ دیکھتا ھی رہ گیا -

چنگا کر کے گھلیا
بھیرو باھمن گھر نوں چلیا
بھتا سکھ آنند نال
گھر سکھی ساندی جائی

پھلوں وڑے مقام جی
فیر نیوں نیوں کرے سلام جی
ھتھیں بوھا کھول کے
جا اندر پیریں پیا ای

روشن ھوئے چراغ جی
باھمن دے وڈے بھاگ جی
پیریں پیندی لچھمی
من اندر خوشی ودھائی

ترجمہ—اسے تندرست کر کے بھیجا ۔
بھیرو برھمن اپنے گھر کی طرف روانہ ھوا ؛
بہت راحت و آرام کے ساتھ ؛
وہ خیر و عافیت سے گھر پہنچ گیا ۔
سب سے پہلے وہ (سخی سرور کے) مقام میں داخل ھوا ؛
پھر اس نے وھاں جھک کر سلام کیا ۔
اپنے ھاتھ سے اس نے دروازہ کھولا ؛
اندر داخل ھوتے ھی وہ قدموں میں گر پڑا ۔
چراغ روشن ھو گئے ،
برھمن کی قسمت بہت اچھی تھی ۔
لچھمی[1] نے اس کے قدم چھوئے ،
وہ اپنے دل میں بہت خوش تھی ۔

گھر آ کر اس نے پہلے کی طرح سخی سرور کی خدمت شروع کر دی ۔ کچھ عرصے کے بعد اسے خیال آیا کہ اسے نگاھا جانا چاھیے اور وھاں پاک بائی کے ھاتھ سے کچھ کھانا چاھیے، نیز وھاں سے کچھ تبرک بھی لانا چاھیے ۔ چنانچہ وہ نگاھا کی طرف روانہ ھوا اور تریموں پہنچ کر راوی کے کنارے بیٹھ گیا ۔

وھاں بھیروں سائیس کی صورت میں اس کے سامنے آیا اور اس نے بھیرو سے پوچھا کہ تو یہاں کیوں بیٹھا ھے ؟

بھیرو نے جواب دیا کہ نگاھا جا رھا ھوں ۔

''آج کل نگاھا کون جاتا ھے ؟'' سائیس بولا : ''آج کل دریا طغیانی پر ھے ، ان دنوں اسے پار کرنا آسان نہیں ؛ بہتر ھے کہ واپس چلا جا اور پھر 'سنگ[2]' کے ساتھ آ''۔

''میں ھرگز واپس نہیں جاؤں گا'' بھیرو نے جواب دیا ''میں نے عہد کر رکھا ھے ، اس لیے میں ضرور وھاں پہنچوں گا''۔

اس پر سائیس بہت خوش ھوا اور بولا : ''بہت اچھا ؛ اگر تجھے

---

۱ - اس کی بیوی ۔ — مرتب
۲ - قافلے ، جو سخی سرور کے دربار کی طرف جاتے ھیں ۔ مترجم

ضرور پار جانا ھے تو اس چٹائی پر بیٹھ اور اپنی آنکھیں بند کر لے''۔

پھیرو نے اسی طرح کیا اور فوراً دوسرے کنارے پر پہنچ گیا مگر جب اس نے آنکھیں کھولیں تو نہ وھاں چٹائی تھی اور نہ چٹائی کا مالک ۔

جب وہ ستلج کے کنارے پہنچا تو پاک بھیروں پھر ایک گڈریے کی صورت میں اس کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا کہ اگر تو دریا کے پار جانا چاھتا تو میں تجھے اپنی چٹائی پر لے جا سکتا ھوں ۔ پھیرو اس پر بیٹھ گیا اور ایک لمحے میں اس پار پہنچ گیا مگر گڈریا روپوش ھو گیا ۔ تب پھیرو نے خیال کیا کہ یہ وھی شخص تھا جس نے راوی کے کنارے اس کی مدد کی تھی ۔

آخر وہ نگاھا پہنچا ، وھاں اسے سخی سرورؒ ایک اروڑے کی صورت میں ملے اور اس سے کہنے لگے : ''کھانا میرے ھاں کھانا کیوں کہ اس گاؤں میں کوئی برھمن نہیں''۔ ساتھ ھی اروڑے نے اسے اس عزت افزائی کے بدلے گیارہ سونے کی مہریں پیش کیں ۔

پھیرو لالچ میں آ گیا اور دل میں کہنے لگا : ''روضے پر بعد میں چلا جاؤں گا''۔ چنانچہ وہ اس نقلی اروڑے کے ساتھ اس کے گھر پر گیا ۔

بی بی بائی رنگ وٹایا
کر چونکا بھانڈا پایا
کر بھوجن بھلا جایا
پیراں دتا دکھنا
جیوں دھرم سہائیے

ترجمہ—خاتون بائی نے بھیس بدل لیا ۔
اس نے چوکا[1] تیار کیا اور وھاں برتن لگا دیے ؛
پھر بہت سا کھانا تیار کیا اور اسے برتنوں میں سجا دیا ۔
پیر نے اسے اس طرح نیاز پیش کی ،
جیسے یہ اس کا مذھبی فریضہ تھا ۔

---

۱ ۔ ھندوؤں کی کھانا پکانے اور کھانے کی مخصوص جگہ ۔

جب پھیرو نے بائی کے ہاتھ سے ، جسے اس نے اروڑے کی بیوی سمجھا تھا ، کھانا کھا لیا اور فرضی اروڑے سے معمول کے مطابق رقم لے لی تو پھر وہ مقبرے پر پہنچا ۔ اس نے بقایا کھانا دفن کر دیا اور وہاں اس آمید میں بیٹھ گیا کہ بائی اسے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلائے گی اور سخی سرورؒ خود اسے معمول کے مطابق تحفہ دیں گے ۔

سخی سرورؒ کو اس کے دل کا حال معلوم ہو چکا تھا ؛ چنانچہ وہ مقبرے کے خادم چھٹا کو خواب میں ملے اور اسے حکم دیا کہ پھیرو سے پوچھو کہ وہ اب وہاں کیوں بیٹھا ہے ، کیوں کہ اس کی خواہش تو پوری ہو چکی ہے ۔ اور اگر وہ کہے کہ اسے کچھ نہیں ملا تو اسے بتا دینا کہ وہ فرضی اروڑا سخی سرورؒ ہی تھے اور جو کھانا اس نے کھایا تھا وہ بائی ھی نے تیار کیا تھا ۔ اگر وہ تمھاری بات پر اعتبار نہ کرے تو اسے کہنا کہ وہ چھنگلی اپنی چھاتی پر رکھے ۔ اس نے جو کھانا کھایا تھا اس کے منہ سے باہر آ جائے گا اور جو کھانا اس نے سونے کے برتنوں میں دفن کیا تھا ، وہ پیتل کے برتنوں میں ملے گا اور اس کی سونے کی مہریں بھی پیتل کی ہو جائیں گی ۔

چنانچہ چھٹا خادم پھیرو کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھا : ''اب تم گھر کیوں نہیں جاتے ؟ جو تمھاری خواہش تھی وہ تو پوری ہو چکی ہے''۔

پھیرو نے جواب دیا : ''مجھے تو ابھی کچھ بھی نہیں ملا''۔ اس پر خادم نے اسے بتایا کہ جو کھانا تم نے کھایا تھا ، وہ بائی ھی نے تیار کیا تھا اور جو تحفہ انہیں ملا تھا ، وہ خود سخی سرور نے دیا تھا ۔

مگر برھمن نے اس کی بات کو تسلیم نہ کیا ۔ اس پر خادم نے دعا کی کہ اس کی سونے کی مہریں پیتل کی ہو جائیں ، اس کے سونے کے برتن پیتل کے بن جائیں اور جو کھانا اس نے کھایا ہے اس کے منہ سے باھر آ جائے ، چنانچہ ایسا ھی ہوا ۔

یہ دیکھ کر برھمن سخت پشیمان ہوا اور رو رو کر سرور سے کہنے لگا : ''میں اب اس طرح بے عزت ہو کر گھر کو واپس نہیں

جا سکتا"۔ پھر ایک آواز نے کہا : "اچھا برتن اور سکے پھر سونے کے ہو جائیں گے"۔

ایسا ہی ہوا اور برہمن انہیں لے کر گھر واپس آ گیا۔

چنگی کر کے گھلیا
پھیرو باھمن گھر نوں چلیا
بہتے سکھ آنند نال
گھر سکھی ساندی جائیے !
مجلس تنبو تاندا ،
پھر اوہ خوشیاں ماندا۔
جیڈا اگے تل سی ، مڑ
اوسے تل چڑھائیے !

ترجمہ — اسے خوش حال کر کے بھیجا۔
پھیرو برہمن گھر کی طرف روانہ ہوا۔
بہت راحت و آرام کے ساتھ ،
وہ بخیر و عافیت گھر آ گیا۔
اس نے خیمے لگا دیے اور دربار منعقد کیا۔
وہ دوبارہ عیش و آرام سے رہنے لگا۔
جو شان اس کی پہلے تھی ، پھر
دوبارہ اس کی وہی شان ہو گئی۔

حکایت ۲۲

سخی سرور کی شادی

جیسا کہ اسے ضلع لاہور کے ایک منشی نے
مسز ایف اے سٹیل کے لیے قلم بند کیا

اس حکایت میں وہ سب باتیں تفصیل سے دی گئی ہیں جن کا ذکر سخی سرور کی پہلی کہانیوں میں گزر چکا ہے۔ یہ حکایت اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس کا تمام انداز اور ماحول خالص ہندوستانی ہے۔ اس میں شادی کی جملہ رسوم کو بھی خالصۃً ہندوانہ رنگ دے دیا گیا ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ملتان کا حاکم اپنی بیٹی ایک عام فقیر سے بیاہ دیتا ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، جو نام اس کا حکایت میں مذکور ہے، اس نام کا کوئی گورنر ملتان میں نہیں ہوا؛ تاہم سابقہ ایام میں ایسی شادیاں ہوتی رہی ہیں۔ مثال کے طور پر ۱۴۵۲ء میں سلطان بہلول لودھی کی بیٹی کی شادی مالیرکوٹلا کے شیخ صدر جہان سے ہوئی۔

چونکہ حصۂ نثر عام اردو میں تھا، اس لیے وہ یہاں نہیں دیا گیا۔

بحر و بر میں ایک ہی اللہ ہے؛
وہی رب ہے، وہی قدرتوں کا مالک ہے۔
اے اللہ! نبیؐ تیرے گواہ ہیں۔
میں تیرے اس رسولؐ کا نام لیتا ہوں
جو اُمت کا تاجدار ہے۔
اس نے زمین کو ڈھول کی طرح بنایا۔

رب نے چودہ طبق سنوارے ،
اس نے چشموں سے پانی جاری کیا ،
آسمانوں پر تارے لٹک رہے ہیں ۔
اس نے چاند کو روشن کر دیا ہے ۔
اس نے آدمؑ اور حوا کو پیدا کیا
اور اس طرح یہاں تخلیق کی بنیاد رکھی ۔
اس نے ہر ایک کے فرائض متعین کر دیے ۔
اے نہالے[1] ! جیسے جیسے اس کا حکم ہو گیا ۔ (اسی طرح سب کے ذمے کام لگ گئے ۔)
کام کرو اور اس سے اپنی روٹی کماؤ ۔
ملتان پرانے بھلے زمانے کا شہر ہے ،
جس میں بہت سے نیک بزرگ ہو گزرے ہیں ۔
یہ عجیب خوب صورت شہر ہے ،
جس پر سخی سرور کو ناز ہے ، جو نو دنیاؤں[2] کا مالک ہے ۔
اس کا باپ زین العابدین تھا ،
جس کا نام لینے سے برکت حاصل ہوتی ہے ۔
سخی سرور نے سیدوں کے ہاں جنم لیا ،
وہ نیک شگون سلطان
مشرق و مغرب کا مالک تھا ۔
اس کی ماں عائشہ نے اسے مبارک ساعت میں جنم دیا ،
شادیانے بجنے لگے ؛
سرور جوان رعنا ہوا ۔
اس کے ساتھ اس کا بھائی ڈھوڈا خان تھا ۔
اس کا باپ زین العابدین تھا ،
جس کا نام لینے سے برکت حاصل ہوتی ہے ۔

سخی سرور نے بچپن ہی میں ، جب وہ باہر بکریاں چرایا کرتا تھا ، قران پاک پڑھ لیا تھا ۔

---

۱ ۔ نہالا اس کہانی کا مصنف ہے ۔ مرتب
۲ ۔ ہندوانہ اعتقاد ۔ مرتب

اس کے چار بھائی تھے ، جن میں سے تین اس کی سوتیلی ماں ، رستم[۱] خاتون کے بیٹے تھے - ان کے نام سید داؤد ، سید محمود اور سید صحرا تھے -

ان کے باپ سید زین العابدین کی رھائش گڑھ کوٹ[۲] میں تھی ، جو ملتان سے بارہ میل کے فاصلے پر ھے -

رستم خاتون کی وفات کے بعد انھوں نے وھیں عائشه خاتون[۳] سے شادی کر لی - اس کے بطن سے دو بیٹے ، سید احمد (سخی سرور) اور خان جاتی یا ڈھوڈے خاں پیدا ھوئے -

سخی سرور کی نانی کا نام صاحبزادی تھا - اس کی ایک بہن رھانا قوم کے ایک شخص رائیبا نامی سے بیاھی گئی تھی ، جس کے پانچ لڑکے تھے ـــ آبو ، دوڈھا ، سہن ، مکو اور ابوالخیر - مگر سلطان سخی سرور کا اپنا کوئی ماموں نه تھا -

جب ان کے نانا کی وفات ھوئی تو سلطان سخی سرور کے سوتیلے بھائی ان کے پاس آئے اور انھوں نے خواھش ظاھر کی که نانا کی زمین آپس میں تقسیم کر لیں ، سخی سرور مان گئے - بھائیوں نے ساری اچھی زمین خود لے لی اور بنجر سخی سرور کو دے دی مگر چونکه سخی سرور نے پہلے کبھی خود کاشت نہیں کی تھی اس لیے انھیں بھائیوں کی اس چالاکی کا پتا نه چلا - انھوں نے اپنا حصه لے لیا اور اس پر کاشت شروع کر دی -

انھوں نے بیج ڈال دیا اور الله سے دعا کی ؛ الله کی رحمت سے ان کی فصلیں خوب پھلیں پھولیں اور ان کی پیداوار اپنے بھائیوں سے دس گنا زیادہ ھوئی -

بھائی بہت حیران ھوئے ؛ وہ آپس میں مشورہ کر کے دوبارہ ان کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے : ”پہلی تقسیم میں کچھ غلطی ھو گئی ھے ، اب پھر نئے سرے سے تقسیم کر لیں“-

---

۱ - مغلوں کا سا نام ھے - مرتب

۲ - عام حکایات میں یه نام شاہ کوٹ ھے - مرتب

۳ - وہ کھوکھر تھی - مرتب

سخی سرور نے فرمایا : ''تم تقسیم کے پیچھے نہ پڑو ، ساری فصل اٹھا لو اور مجھے صرف میرا حصہ دے دو''۔

بھائیوں نے ساری فصل جمع کر لی ؛ جب اناج تقسیم کے لیے تیار ہو گیا تو انھوں نے علاقے کے تمام بھک منگوں کو اکٹھا کیا اور انھیں کہا کہ وہ سرور سے خیرات مانگیں تاکہ وہ اپنے گھر کچھ نہ لے جا سکے ۔ بھائیوں نے مانگنے والوں کو یہ بھی تاکید کر دی کہ اگر سرور انھیں خیرات نہ دیں تو وہ انھیں علاقے بھر میں بد نام کریں ۔

چنانچہ جب اناج کی تقسیم کا وقت آیا تو سارے بھک منگے وہاں جمع ہو گئے اور سخی سرور سے اللہ کے نام پر خیرات مانگنے لگے ۔ سلطان سخی سرور نے پہلے اپنے حصے کا سارا غلہ خیرات میں دے دیا اور پھر ساتھ والے کھیتوں کا غلہ بھی خیرات میں دینا شروع کر دیا ، اس کے بھائی بہت خوش ہوئے ۔ وہ کہنے لگے : ''اب جب اس نے اپنا تمام غلہ خیرات میں بانٹ دیا ھے ، یہ مالیہ کیسے ادا کرے گا ؟ جوں ھی مالیہ وصول کرنے والا آئے گا ، یہ یہاں سے بھاگ جائے گا اور ھم اس کی ساری زمین پر قبضہ کر لیں گے''۔

اس خیال سے انھوں نے سلطان سخی سرور سے کہا : ''چلو ملتان جا کر حاکم کو مالیہ ادا کر آئیں''۔ ان کے باپ نے بھی ان سے یہی کہا : ''میں اب بوڑھا ھو گیا ھوں ، تم میری جگہ ملتان چلے جاؤ''۔

چنانچہ وہ سارے بھائی ملتان جا کر وھاں کے حاکم گھانو[1] پٹھان کے سامنے پیش ھو گئے ۔ سلطان سخی سرور چونکہ ان معاملات سے بے خبر تھے ، انھوں نے راستے میں بھائیوں سے پوچھا کہ مالیہ کیا ھوتا ھے ؟ بھائیوں نے وضاحت کی تو وہ بولے : ''میرے پاس تو ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں''۔

وہ بولے : ''تم چلو تو سہی ، شاید حاکم معاف کر دے یا ممکن ھے سزا دے''۔

---

۱ ۔ تاریخ میں یہ نام نہیں ملتا ۔ مرتب

سخی سرور یہ سن کر بہت ڈرے کیوں کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ گورنر کیا طرز عمل اختیار کرے گا ۔ اس لیے انھوں نے اسے ایک کرامت دکھانے کا ارادہ کیا ۔

سلطان سخی سرور نے یہ ارادہ کیا ھی تھا کہ ان کے ساتھ ایک ھجوم آ کے مل گیا ، جو سارے ملتان شہر میں پھیل گیا ، یہاں تک کہ تل دھرنے کی جگہ نہ رھی ۔

اتنا بڑا ھجوم دیکھ کر پٹھان حاکم نے اپنے وزیر کو بلا بھیجا کہ وہ دریافت کرے ، کیا بات ھے ۔

وزیر نے آ کر دریافت کیا تو معلوم ھوا کہ ایک بزرگ گھوڑی پر سوار آ رھا ھے ۔

اس نے آ کر حاکم کو بتایا کہ وہ صرف ایک فقیر ھے ، کوئی دشمن نہیں اور اس نے یوں ھی اپنی خوشی سے یہ ھجوم اپنے ساتھ لے لیا ھے ۔

حاکم بہت پریشان ھوا ، اس نے بزرگوں کی روحانی قوت کا اندازہ کرنے کے لیے اس کے پاس ایک خالی تھال اور ایک خالی گھڑا بھیجا اور خوراک اور پانی کے لیے استدعا کی مگر جو خادم انھیں لے جا رھا تھا وہ ڈر گیا ۔ اس نے سوچا بزرگ انھیں دیکھے گا تو خیال کرے گا کہ میں نے اس سے مذاق کیا ھے اور یہ برتن میں خالی کر کے لایا ھوں ۔ چنانچہ اس نے راستے میں اللہ سے دعا کی کہ بزرگ کے سامنے اس کی رسوائی نہ ھو ۔

اللہ نے اس کی دعا سن لی اور تھال کو دودھ چاول سے اور گھڑے کو پانی سے بھر دیا ۔

سخی سرور کو اپنے کشف سے معلوم ھو چکا تھا کہ کیا واقعہ ھوا ھے ۔ انھوں نے اپنے دوست فقیر حسین گھائی سے کہا : ''حاکم چاھتا ھے کہ میں اسے کرامت دکھاؤں''۔

جب خادم آیا تو ان دونوں نے تھوڑے سے دودھ چاول کھائے اور کچھ پانی پی لیا اور باقی ماندہ چاول اور پانی رھنے دیے تا کہ حاکم دیکھ سکے کہ برتنوں میں خوراک اور پانی ڈال دیا گیا تھا ۔

جب گورنر نے یہ دیکھا تو اسے سلطان سخی سرور کی کرامت کا یقین ہو گیا اور اس نے اپنے کیے پر معذرت کا اردہ کر لیا ، مگر فقیر حسین گھائی نے کہا : ”تمھیں معذرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، تم فقیر کی کرامت کا امتحان لینے میں حق بجانب تھے ۔ اگر تم آئندہ کے لیے اپنا رویہ درست کر لو تو سخی سرور تمھیں معاف کر دیں گے ۔

حاکم نے اظہار تشکر کے طور پر سلطان سخی سرور کی خدمت میں گھوڑا ، جوڑا اور سوا لاکھ روپے پیش کیے اور ان کے بھائیوں کو اس بنا پر قید کر دیا کہ انھوں نے سلطان سخی سرور کو ملتان آنے کے لیے بے جا تکلیف دی تھی ۔

سلطان سخی سرور تحفے لے کر سیدھے قید خانے پہنچے ۔ قید خانے کے داروغے نے ان سے وہاں آنے کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے اسے بتایا کہ اپنے بھائیوں کی خاطر آئے ہیں ۔ داروغے نے پوچھا کہ ان قیدیوں میں سے کون سے آپ کے بھائی ہیں ؟

انھوں نے جواب دیا : ”یہ سارے قیدی میرے بھائی ہیں اور جب تک ان سب کو رہائی نہیں مل جائے گی ، میں یہاں سے نہیں جاؤں گا “۔

چنانچہ داروغہ گھانو پٹھان کے پاس گیا اور وہاں سے سارے قیدیوں کی رہائی کا حکم حاصل کیا ۔

شہر ملتان ان دنوں بھی فقیروں کے لیے مشہور تھا ۔ چنانچہ سلطان سخی سرور نے اس کے بعد اس سوا لاکھ روپے سے ملتان کے تمام فقیروں کی حجامت بنوائی ، انھیں نہلایا دھلایا اور ان کے لیے نئے لباس تیار کرا کے انھیں پہنائے ۔ پھر وہ اپنے نئے لباس میں ، نئے گھوڑے پر سوار ہو کر گڑھ کوٹ کی طرف روانہ ہوئے ۔

راستے میں انھیں تین سو ساٹھ فقیر ملے جو بارہ برس سے بھوکے تھے ۔ سلطان سخی سرور کے پاس اب اور کچھ تو تھا نہیں ، انھوں نے اپنا نیا لباس اور گھوڑا انھیں دے دیا کہ وہ انھیں ملتان میں بیچ کر اس روپے سے اپنے لیے خوراک خرید لیں ، لیکن حاکم ملتان گھانو پٹھان کے ڈر سے کسی شخص نے وہ گھوڑا اور لباس خریدنے

کی جرأت نہ کی ، اس لیے فقیر مایوس ہو کر سخی سرور کے پاس واپس آ گئے ۔

سلطان سخی سرور نے ان سے پوچھا : ''تم چاہتے کیا ہو ؟ کھانا یا روپیہ ؟''

فقیروں نے جواب دیا : ''ہمیں صرف کھانا چاہیے''۔

سخی سرور نے کہا : ''پھر گھوڑا ذبح کر کے کھا لو اور جوڑے سے اپنا تن ڈھانپنے کے لیے ضروری سامان تیار کر لو''۔ چنانچہ فقیروں نے ایسے ہی کیا ۔

سلطان سخی سرور کے بھائیوں کو ابھی تک ان سے عناد ہی تھا ۔ انھوں نے یہ سنا تو بہت خوش ہوئے ۔ انھوں نے خیال کیا کہ حاکم ملتان کو یہ معلوم ہوگا تو وہ ضرور سخی سرور کو سزا دے گا ۔ چنانچہ انھوں نے گھوڑے کے خون سے گھڑے بھرے اور انھیں لے جا کر حاکم ملتان کے پاس پہنچ گئے ۔

یہ حاسدوں کی پرانی عادت ہے ،
وہ فریادی بن کر پہنچ جاتے ہیں
اور بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر چیخنے لگتے ہیں :
''تو کیوں انصاف نہیں کرتا ؟''

جب سخی سرور کے بھائیوں نے حاکم ملتان کو خون سے بھرے ہوئے گھڑے دکھائے اور اسے بتایا کہ تمھارے تحفے کا یہ حشر ہوا ، تو وہ سخت غصے میں آیا ۔ اس نے فوراً اپنے پیادے بھیجے کہ سخی سرور سے میرے گھوڑے اور جوڑے کا مطالبہ کرو ۔

پیادے ڈرتے کانپتے یہ حکم بجا لائے ۔ وہ گڑھ کوٹ پہنچ کر سخی سرور کے مکان کے باہر بیٹھ رہے مگر انھوں نے منہ سے کچھ نہ کہا ۔ آخر زین العابدین نے ان سے پوچھا کہ تم کیسے آئے ہو ؟

وہ بولے : ''ہم سخت مشکل میں ہیں ۔ ہمیں جو حکم ملا ہے وہ بہت شرم ناک ہے ۔ مگر چوں کہ وہ حاکم کا حکم ہے اس لیے ہمارے لیے اسے بجا لانا ضروری تھا ۔ بات یہ ہے کہ حاکم نے سخی سرور کو

جو گھوڑا اور جوڑا تحفے میں دیا تھا ، اب وہ اسے واپس مانگتا ہے اور اس نے ہمیں اسی غرض سے بھیجا ہے''۔

سخی سرور اور ان کے احباب نے یہ بات سنی تو وہ سب بول اٹھے: ''اگر حاکم شریف انسان ہے تو وہ ایسی چیزیں کیسے واپس مانگ سکتا ہے جنھیں وہ ایک بار بطور تحفہ دے چکا ہے''۔

بہر کیف وہ اس خیال سے اس جگہ پہنچے جہاں گھوڑے کی ہڈیاں پڑی تھیں کہ شاید اللہ ان کی مدد کرے اور اپنی خاص قدرت سے ان کے لیے اس مشکل سے نکلنے کی کوئی صورت بنا دے ۔ اس وقت ان کے ساتھ حاکم کے پیادوں کے علاوہ اور بھی پچاس کے قریب آدمی تھے ۔

وہاں پہنچ کر سلطان سخی سرور نے حاکم کے پیادوں سے کہا کہ تم ایک طرف ہو جاؤ کیوں کہ کرامات اللہ کا خاص راز ہیں اور ہر کس و ناکس انھیں دیکھنے کی اہلیت نہیں رکھتا ۔ پیادے ایک طرف ہو گئے ؛ پھر سخی سرور کے دوستوں اور فقیروں نے گھوڑے کی ہڈیاں جمع کر کے ان پر ایک چادر ڈال دی اور اللہ سے دعا کی ؛ سیدوں نے مل کر دعا کی :

''اے محمدؐ اور ان کے چاروں احباب ! ہماری التجا سنیے !
اے پروردگار ! ہمارا کام سنوار دو !
وہی گھوڑا جوں کا توں ہو جائے !''
جبریل روح لے آئے
اور گھوڑا اٹھ کر چلنے لگا ۔
سرور بولے : ''اے مالک ! تیرا کیا کہنا !
(تو نے ہماری لاج رکھ لی) ، اگرچہ گھانو پٹھان نے نا مناسب مطالبہ کیا تھا''۔

جب گھوڑا زندہ ہو گیا اور لباس اسی طرح بن گیا تو سرور انھیں لے کر حاکم کے پاس پہنچے ، حاکم نے دریچے میں سے انھیں اسی گھوڑے اور جوڑے کے ساتھ واپس آتے دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ بہت بلند مرتبہ بزرگ ہیں ۔ اسے یہ بھی خیال ہوا کہ میں نہایت

احمق اور گنہ گار ہوں ، کیوں کہ میں نے ایک بزرگ کو دھمکایا اور ستایا ہے ، اس خیال سے وہ بہت ڈرا ۔

جب اس نے دیکھا کہ اب سلطان سخی سرور اس کے پاس پہنچنے ہی والے ہیں ، وہ اپنے وزیر کو ایک طرف لے گیا ، اس سے سارا ماجرا بیان کیا اور اس سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا ۔ وزیر نے جواب دیا کہ اس مشکل کا بہترین حل یہ ہے کہ سلطان سخی سرور کو بیٹی کا رشتہ دے دیا جائے ۔ حاکم نے یہ بات مان لی ؛ چنانچہ جب سخی سرور حاکم کے سامنے پہنچے تو اس نے پہلے ان سے اپنی گستاخی اور بے ادبی کی معافی چاہی اور پھر بطور عقیدت اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کیا ۔ سخی سرور نے جواب دیا : ''فقیروں کو ستانا بہت برا ہے ۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے ، میں تمھاری ہر ایک خطا سے درگزر کر سکتا ہوں ، مگر اب میں یہ گھوڑا اور جوڑا دوبارہ قبول نہیں کروں گا''۔ جہاں تک بیٹی کے رشتے کا تعلق ہے ، ذاتی طور پر میں اس کے حق میں نہیں ہوں ، کیوں کہ میں ایک غریب فقیر ہوں، تم صوبے کے حاکم ہو ، مگر اس بارے میں میں اپنے باپ کے حکم کے مطابق عمل کروں گا''۔ یہ کہ کر سلطان سخی سرور اپنے گھر واپس آ گئے ۔

چند دنوں کے بعد گھانو پٹھان نے سید زین‌العابدین کے پاس دستور کے مطابق ایک برہمن ، ایک ڈوم اور ایک نائی بھیجا تاکہ وہ اس کی بیٹی کی سگائی سلطان سخی سرور سے کر آئیں اور ساتھ ہی اپنے سابقہ طرز عمل کے متعلق معذرت کر بھیجی ۔

اللہ کا منشا پورا ہوا ،
گھوڑا محض اس کا سبب بنا ،
حاکم نے اپنی بیٹی ، بی‌بی بائی
کی منگنی پیروں کے بادشاہ سے کر دی ۔

جب حاکم کے تینوں ایلچیوں نے سید زین‌العابدین کو حاکم کا پیغام دیا تو انھوں نے کہا کہ فقیر کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ حاکم کی بیٹی سے شادی کرے ، مگر اب چوں کہ تم سگائی لے کر آ گئے ہو اس لیے میں اسے مسترد نہیں کر سکتا ۔ چنانچہ منگنی ہو گئی اور سید زین‌العابدین نے ایلچیوں کے ہاتھ حاکم کے لیے موتیوں کا تحفہ

اور ایک گھوڑا اور اس کی شایان شان لباس بھیجا ۔ اسے یہ چیزیں حاصل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی کیوں کہ سلطان سخی سرور جو چاہتے تھے ، وہ انھیں اپنے مصلے کے نیچے سے مل جاتا تھا ۔

وہ اکٹھے ہو کر شادی کے بلاوے بھیجنے لگے ۔
پیروں کو پیر بلانے لگے ۔
بڑے بڑے پیر وھاں پہنچے ۔
خوش و خرم اور مسرور ۔
خادم بلاوے لے کر جانے کے لیے تیار ہوا ۔
سیدوں کے ھاں ڈھول بجنے لگا ۔
پیر[1] فرید بھی وھاں تشریف لائے ۔
اے سرور ! تم پر نبیؐ کا کرم ہے[2] ۔
پیر بنوی نے تمھیں اپنی حفاظت میں لیا ۔
پیر سنام[3] سے روانہ ہوا ،
دیگوں میں کھانے پکنے لگے ،
مصالحوں کی خوشبو پھیل گئی ۔
کھانا کھلانے والے اور دوسرے خادموں کو
پیر نے تھال بھر بھر کر کھانے دیے ۔
لوگ کھانا کھا کھا کر جانے لگے ۔
سارا کام خوش اسلوبی سے سر انجام پایا ۔
تنبول میں لوگوں نے مہریں دیں
اور بہت سا روپیہ اور سونا بھی ۔
معزز خواتین اور شریف بیبیاں ،
سخی سرور کی پھوپھیاں ، خالائیں اور تائیاں
پردے کے اندر بیٹھی خوشی کے گیت گاتی تھیں ۔
سب کام خوش اسلوبی سے سر انجام پائے ۔
سرور سید نہانے کے لیے تیار ہوا ۔

---

۱ ۔ پاک پٹن کے بابا فرید ۔ مرتب
۲ ۔ کہ اتنے بڑے بڑے پیر تمھارے ھاں پہنچ رہے ھیں ۔ مرتب
۳ ۔ سنام پٹیالا کے قریب ہے ۔ مرتب

پہلے ایک تہ بند لایا گیا اور چوکی بچھائی گئی۔
نہالا باہر کھڑا گا رہا تھا
اور رسولؐ کے فرمودات پہنچا رہا تھا۔
دولہا نے خوبصورت لباس زیب تن کیا،
ڈھوڈے خاں نے بھی غسل کیا؛
پھر دونوں بھائیوں کو پائیں باغ میں بٹھلایا گیا۔
دولہا اور شہ بالا دونوں بلند تخت پر بیٹھے۔
زین العابدین نے بھی غسل کیا۔
اس کے کپڑوں کا رنگ خوبصورت تھا۔
جنت کا لباس زیب تن کر کے
وہ بیٹوں کے پاس آ بیٹھا۔
سلطان کی بارات روانہ ہوئی،
زمین و آسمان جگمگا اٹھے،
ساری دنیا دیکھنے لگی۔
عجیب رنگا رنگ بارات تھی،
بھیروں اور دیوی ہمراہ تھے
اور آگے آگے نقارے بج رہے تھے۔

سخی سرور کی بارات کے ساتھ سوا لاکھ ظاہر فقیر تھے اور سوا لاکھ فقیر ایسے تھے جو نظر نہیں آتے تھے۔ حاکم کو یہ ڈر تھا کہ کہیں بارات میں سب گدڑی پوش فقیر ہی نہ ہوں، جس سے ہمیشہ کے لیے اس کی رسوائی ہو جائے۔ اس نے اپنے وزیر کو بھیجا کہ وہ جا کر دیکھ آئے کہ بارات کیسے لوگوں پر مشتمل ہے تاکہ اگر ضرورت ہو تو وہ کوئی اور موزوں انتظام کر لے۔ وزیر کا خیال تھا کہ بارات معمولی سی ہوگی مگر جب اس نے نہایت شاندار بارات آتے دیکھی تو اس کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ بارات کی شان و شوکت دیکھنے کے لیے عام لوگوں کا ایک جم غفیر ساتھ تھا۔ اس نے واپس آ کر حاکم کو بتایا کہ باراتیوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان کے لیے کھانے پینے کا سامان مہیا کرنا مشکل ہوگا۔ جب بارات پہنچی تو اسے شہر سے باہر ٹھہرانا پڑا۔ جب تمام خیمے اور قناتیں لگا دی گئیں

تو شہر کے باہر بارہ کوس تک جگہ رک گئی ۔

حاکم نے حلوائیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ کسی سے منھائی کی قیمت وصول نہ کریں ، شادی کے اختتام پر میں ساری قیمت خود ادا کروں گا ۔ پاک بھیروں اور دیوی بھی بارات کے ساتھ تھے ۔ ان کا جی چاہا کہ شہر کی سیر کریں ۔ شہر میں پھرتے پھراتے انھوں نے دیکھا کہ ایک حلوائی کسی کسان کو بہت سی مٹھائی مفت دے رہا ہے ۔ وہ حیران ہوئے اور انھوں نے حلوائی سے اس کا سبب پوچھا ۔ اس نے بتایا کہ حاکم نے تمام حلوائیوں کو حکم دے رکھا ہے کہ جو باراتی جتنی مٹھائی مانگے، اسے دی جائے اور اس سے کوئی قیمت وصول نہ کی جائے ۔ انھوں نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے ۔

اتفاق سے بارات کا روز ایسا نکلا جس دن مسلمانوں کا روزہ اور ہندوؤں کا برت[1] تھا ۔ اس لیے ہندو دیوتاؤں اور مسلمان فقیروں دونوں نے اس دن کھانا کھانے سے انکار کر دیا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سا کھانا ضائع ہو گیا ۔ مگر چونکہ بھیروں اور ہنومان ابھی بچے تھے اور ان کے لیے روزہ اور برت ضروری نہ تھا ، اس لیے ان سے درخواست کی گئی کہ وہ تھوڑا سا کھانا کھا لیں ۔ انھوں نے کھانا کھانا شروع کیا اور تھوڑی ھی دیر میں سارا کھانا ختم کر دیا اور اس کے بعد اور کھانا طلب کیا ۔ اس طرح وزیر کی یہ بات درست ثابت ہوئی کہ بارات اس قدر بڑی ہے کہ ان کے لیے کھانا پینا کافی نہیں ہوگا ۔ حاکم نے دیوتاؤں سے معافی چاھی کیوں کہ اس کی غلطی کے باعث کھانے میں کمی واقع نہیں ہوئی تھی ۔ اس پر بھیروں اور ہنونت وہاں سے چلے گئے ۔

حاکم نے میدان میں ایک اونچا بانس گڑوایا ، اس کے اوپر اس ۔ چھ اور بانس بندھوائے ؛ ان سب کے اوپر ایک سونے کا کٹورا رکھوایا اور سخی سرور سے کہا کہ اسے تیر سے نشانہ کرے ۔ ''کیوں کہ ہمارے خاندان میں لڑکی کا بیاہ کرنے سے پہلے اس رسم کا ادا کرنا ضروری ہے'' وہ کہنے لگا ۔

---

۱ ۔ اس دن رمضان کی بھی پہلی تاریخ تھی اور ایکاوشی کی بھی ۔ مرتب

گھنوں نے کٹورے کو نشانہ کرنے کی شرط لگا دی ۔
وہ سید سلطان کو آزمانا چاہتا تھا ۔
پہلے پٹھان نے تیر مارا ،
تیر گھومتا ہوا پاس سے نکل گیا ۔
پھر پیر کی باری آئی ۔
وہ باعظمت اپنی ککی نامی گھوڑی پر سوار ہوا ۔
پیر نے کمان سے تیر مارا ،
اس نے وہ سونے کا کٹورا نیچے گرا دیا ۔
سیدوں نے میدان جیت لیا ۔
تمام شہر میں چراغاں کیا گیا ۔
پیر حاکم کی حویلی میں پہنچا
اور خوشی سے وہاں آترا ۔
گھنوں نے قاضی کو بلایا ،
قاضی جمعرات کو پہنچا ۔
اس نے بی‌بی بائی سے پوچھا
اور پھر اسے خوش الحانی سے آمنت باللہ پڑھایا ۔
قاضی نے نکاح پڑھ دیا ،
وکیل اور گواہ پاس بلا لیے ،
تمام شرطیں پوری کیں ،
آمنت باللہ خوش الحانی سے پڑھا ۔
پھر زینت[1] خاتون آٹھی ،
اس نے وہ صندوق کھولا جس میں لاکھوں کا سامان تھا
اور اس میں سے خوب صورت کپڑے نکال کر
بی‌بی بائی کو پہنائے ۔
کانوں کے لیے سونے کے پیپلے،
سونے کے پھول ، کڑے اور ''ڈنڈیاں''
چھلے ، انگوٹھی اور آرسی
اور ساتھ ہی ریشمی دھاگے میں پرویا ہوا بازو بند ۔

---

۱ ۔ حاکم کی بیوی ۔ مرتب

لعل[1] سمندر سے لائے ہوئے ،
ہیرا ''چونک[2]'' میں جڑا ہوا ،
دو جڑاؤ بازو بند
اور جگمگاتا ہوا لعل پیشانی پر ۔
اس نے سہاگ کی ''نتھ'' پہنی ،
بیٹی کا نصیبہ بلند تھا ۔
سونے کے تار میں پروئے ہوئے دو موتی
نتھ کے دونوں جانب لٹک رہے تھے ۔
سرور نے سلامی کی رقوم وصول کیں ،
پھر اپنے خسر سے واپس جانے کی اجازت چاہی ۔
اس کے بعد اس نے خیر و عافیت کے لیے دعا کی ؛
وہ نیک نیت مسلمان تھا ۔
خوشی کے باجے بجنے لگے ۔
پیروں نے اپنے گاؤں کا رخ کیا ۔
مائی عائشہ نے ان کے سروں پر پانی پھیرا ۔
ساس نے اپنی بہو کو محبت سے بوسہ دیا ۔
لسی کے اندر انگوٹھی ڈال کر
سرور اور ہائی کو انگوٹھی کا کھیل کھیلایا گیا ۔
دونوں نے ایک جیسا کھیل کھیلا ،
دونوں نے پنج رنگ کا پانسا جیت لیا ۔
ڈوم دور دور سے چل کر آئے ،
وہ ان کے دروازے پر آ کر بیٹھ گئے
اور کہنے لگے : ''اے سید سرور !
ہمیں وہ دو ، جو ہمارا دل مانگتا ہے''۔
گندم اور جوار کو ابالا گیا
اور وہ ہائی اور لانجا (سرور) کو دی گئی ۔
انھوں نے ''گھنگھنیوں'' کو ٹھنڈا کیا

---

۱ - مشہور ہے کہ لعل سمندر میں پیدا ہوتے ہیں ۔ مرتب
۲ - سر پر لگانے کا ایک زیور ۔

اور پھر انھیں اپنی چادروں میں ڈال لیا ۔
پھر انھوں نے دل سے دعا کی
''اللہ[1] پیلو پیدا کر دے !''
اے نہالے ! پیلو آ گئیں
اور وہ سب اسی طرح مزیدار تھیں ۔
پھر اور ڈوم پہنچ گئے
اور دروازے پر بیٹھ گئے ۔
''اے سید سرور ! ہمیں بھی پیلو دو ،
ہمارا جی یہی چاہتا ہے''۔
''اس خیال کے پیچھے نہ پڑو ؛
دستور کے مطابق گھوڑے اور جوڑے لے لو''۔
''نہیں ہمارے تھیلے پیلوؤں سے بھر دو !''
انھوں نے تکرار شروع کر دی ۔
''ونڑ'' کے درخت ہرے ہو گئے
اور ان پر کلیاں ظاہر ہوئیں ؛
پھر وہ پیلو بن گئیں
اور ڈوم انھیں چن چن کر کھانے لگے ۔

اس گیت میں خوب صورت خیال نظم کیا گیا ہے ،
ہیرے ، موتی اور لعل پروئے گئے ہیں ۔
اے رب ! تو مسکینوں کا پالن ہار ہے ،
تو ہی اپنی قدرتوں کو جانتا ہے
اور کوئی تیری انتہا کو نہیں پا سکا ۔

---

۱ ۔ ڈوموں نے پیلو مانگے تھے ، اگرچہ ان کا موسم نہ تھا ۔ مرتب

حکایت ۲۳

چوھڑ سنگھ کا جنگی گیت (وار)

جیسا کہ یہ سدھو اور براڑ جاٹوں میں مشہور ہے

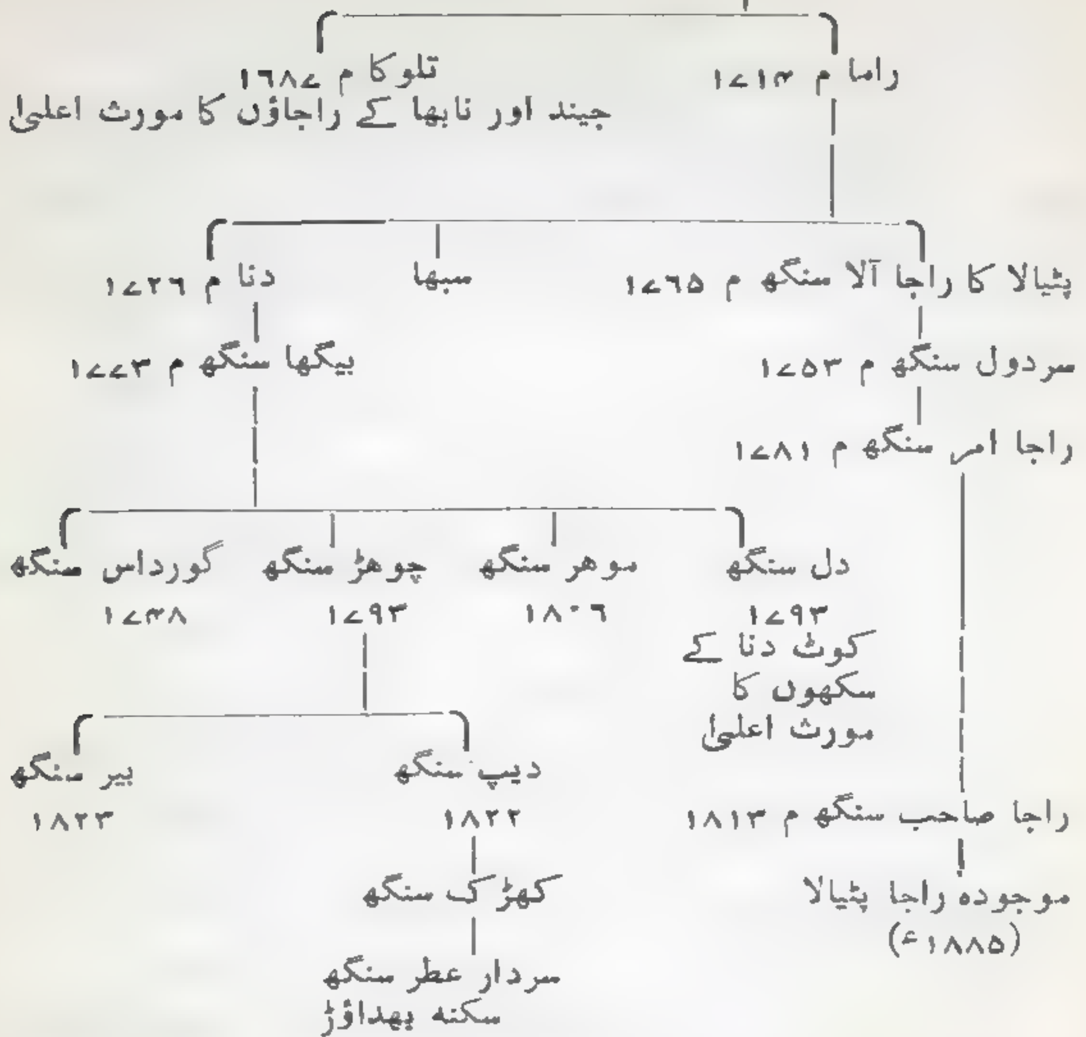
(سردار عطر سنگھ سکنہ بھداوڑ کے گورمکھی مسودے سے لیا گیا)

چوھڑ سنگھ کی وار پنجاب کے سکھ اضلاع کا مقبول ترین اور مشہور ترین گیت ہے ۔ یہ ایک معروف تاریخی واقعے سے تعلق رکھتا ہے ، جو ۱۷۹۳ء میں پیش آیا ۔ ایک جاٹ سجن نامی نے چوھڑ سنگھ اور اس کے بھائی دال سنگھ کو ایک چھوٹے سے برج میں آنے کی دعوت دی اور پھر رات کو انہیں وھیں پر دھوکے سے جلا دیا ۔ کچھ عرصے کے بعد چوھڑ سنگھ کے بیٹوں بیر سنگھ اور دیپ سنگھ نے پٹیالے کی فوج کی مدد سے ، جو البیل سنگھ کالیکا اور بخشی سیدے خاں ڈوگر کے ماتحت تھی ، سجن سے اپنے باپ کا بدلہ لیتے ہوئے اسے مار ڈالا ۔ دیکھیے ''پنجاب کے راجا'' مرتبہ گریفن ۔ صفحات ۵۸ - ۲۵۷ ۔

پنجاب کی اہم ترین قوم جاٹ ہیں اور جاٹوں کی اہم ترین شاخ سدھو ہیں ۔ آج کل ان سدھوؤں کے سرکردہ خاندان وہ ہیں جو پھلکیاں ، یعنی پھول کی اولاد کہلاتے ہیں ۔ شاہ جہان کے عہد میں پھول ایک چودھری یا مالیہ وصول کرنے والا، نیز ایک مشہور سردار تھا ۔ اس کی وفات ۱۶۵۲ء میں ہوئی ۔ مہاراجا پٹیالا ، راجا جیند ، راجا نابھا ، بھداوڑ کے سردار اور کئی دیگر چھوٹے موٹے خاندان اسی کی اولاد سے ہیں ۔

بظاهر براڑ یا سدھو براڑ ۱۳۵۰ء میں اصل خاندان سے الگ
ہوئے۔ آج کل ان میں سے اهم ترین راجا فرید کوٹ ھے۔

چوھڑ سنگھ سکنہ بھداوڑ جو بھداوڑ خاندان کا پہلا بڑا سردار
ہوا ھے، راما کے پوتے کا بیٹا تھا: یہ راما کا دوسرا
بیٹا تھا۔ دل سنگھ اس کا چھوٹا بھائی اور کوٹ دنا کے
سکھوں کا مورث اعلیٰ تھا۔ بھداوڑ کا موجودہ سردار،
دیپ سنگھ کی نسل سے، چوھڑ سنگھ کا پڑپوتا ھے۔ دیپ سنگھ
چوھڑ سنگھ کے ان دو بیٹوں میں سے چھوٹا تھا، جنھوں نے
اس کا بدلہ لیا۔ پٹیالا کا راجا صاحب سنگھ، جس
نے چوھڑ سنگھ کا انتقام لینے میں مدد کی تھی، راجا
آلا سنگھ کا پڑپوتا تھا؛ آلا سنگھ راما کا تیسرا بیٹا تھا۔
بھداوڑ کے سردار اسی آلا سنگھ کے سب سے بڑے بیٹے دنا
کی اولاد ھیں۔ مندرجہ ذیل شجرے سے اس کہانی میں
حصہ لینے والے مختلف اشخاص کا آپس میں رشتہ معلوم
ہو جائے گا۔



براڑ کی یا براڑوں کی سرزمین ماڑی ، مراج ، مکتسر ، مدکی ، بچوں ، بھداوڑ ، سلطان خاں اور فرید کوٹ ، نیز پٹیالا ، نابھا اور ملادھ کے کچھ علاقوں ، یعنی ضلع فیروز پور کے بڑے حصے ، ضلع لدھیانا اور ریاست نابھا اور ریاست پٹیالا کے کچھ حصوں اور پوری ریاست فرید کوٹ پر مشتمل ہے۔

بھداوڑ میں چوہڑ سنگھ کو بھیم سین[1] کہتے تھے۔

---

۱ - پانڈو بھیم جو قوت مجسم تھا۔ مرتب

وہ کسی کی رائے یا مشورے کو خاطر میں نہ لاتا تھا ۔
اس نے چٹھی لکھ کر کوٹ دنا[1] کو بھیجی ۔
"اے دل سنگھ ! یہاں آؤ اور برڑکی کی حکومت سنبھال لو ۔
ہماری آج کی کمائی ہمارے بیٹے اور پوتے بھداوڑ میں بیٹھ کر کھائیں گے ۔
گھنیا[2] باجا کی رعیت اس وقت بگڑ چکی ہے اور سجن ہمیں گھر بیٹھے
اپنی حکومت سونپ رہا ہے ۔
دل سنگھ کو چٹھی ملی تو وہ عین دوپہر کے وقت اپنے بھائی کے پاس
پہنچ گیا ۔
بھائی کے بلانے پر اس نے جوتا بھی پیر میں نہ پہنا[3] ۔
دل سنگھ کے روانہ ہوتے وقت ، اسے ایک برا شگون پیش آیا :
ایک چوہڑا لکڑیوں کا گٹھا لے کر دروازے پر اس کے سامنے آ گیا ۔
موت کے بلاوے پر اس نے دھونسے کو ضرب لگائی اور روانہ
ہو گیا ۔
دل سنگھ نے چوہڑ سنگھ کو برنالا پہنچ کر فتح بلائی[4] ۔
"چوہڑ سنگھ ! تجھے کون سی مہم پیش آئی ہے ؟ تو نے دل سنگھ کو
کس لیے بلایا ہے ؟"
چوہڑ سنگھ اور دل سنگھ دونوں سوار ہو کر بھداوڑ پہنچے ۔
دونوں بھائیوں نے سوچ بچار کر کے اپنی ساری فوج گھنیے باجے کو
بھیج دی ۔
انھوں نے بھائی کے دیال پور[5] میں پہلا پڑاؤ کیا ۔

---

۱ ۔ واقع ریاست پٹیالا ۔ مرتب

۲ ۔ واقع ضلع فیروز پور ۔ آج کل بھداوڑ خاندان کے قبضے میں ہے ۔
مرتب

۳ ۔ فوراً پہنچ گیا ۔

۴ ۔ سکھوں کا سلام کا طریقہ ۔

۵ ۔ واقع پٹیالا ۔ بھائی بھی سدو جاٹ ہیں جو پھلکیاں خاندان سے
ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں ۔ اس خاندان سے ان کے تعلقات بہت
گہرے ہیں ۔ مرتب

جہاں انھوں نے مائی رجی[1] کی طرف سے پچاس روپے کا حلوہ اور روٹیاں
تقسیم کیں ۔
ان کا دوسرا پڑاؤ عین گھنیا باجا میں تھا ۔
سجن نے روشن کلال سے کہا : ''تند و تیز شراب کی وہ مشکیاں لے آؤ
جو تم نے ابھی ابھی کشید کی ھیں''۔
سجن نے اس شراب میں دھتورا زھر ملا دیا ۔
بعض نے اوک سے ، بعض نے دونوں ھاتھوں سے اور بعض نے
''گڑویاں'' بھر بھر کر شراب چڑھانی شروع کی ۔
جن کے باپ دادا نے کبھی شراب آنکھوں سے نہ دیکھی تھی ، انھوں نے
مشکیوں ھی سے منہ لگا دیے ۔
دن چھپنے تک ساری فوج نشے میں دھت ھو گئی ، رات کے وقت سجن
نے ڈھول پیٹا ۔
برڑکی کے سارے لوگ کمبل اوڑھے ھوئے باھر نکل آئے ۔
انھوں نے جنگل سے خار دار جھاڑیاں چن کر بالا خانے کے ارد گرد باڑ
لگا دی ۔
اوپر سے چوھڑ سنگھ نے پوچھا : ''اے سجن! یہ ڈھول کیوں بجوایا ؟''
کہنے لگا : ''جاٹ کی گائے کھو گئی ھے ۔ تم پڑ کر سو رھو ، اے
پھول کے بیٹے !
تم سارے خاندان کا دیا ھو ، اپنے دل میں ذرہ بھر خوف نہ آنے دو''۔
اوپر آپلے ڈال کر ، انھوں نے اسی وقت بالا خانے کو آگ لگا دی ۔
جب جلا دینے والی آگ خوب روشن ھو گئی تو چوھڑ سنگھ بولا :
''اے سجن ! تم نے یہ مشعل کیوں روشن کی ھے؟''
''چوھڑ سنگھ ! تم پڑ کر سو رھو اور اپنے دل میں غم کو ذرا بھی
جگہ نہ دو''۔
یہ برڑکی کے لوگ ھیں ، جو گھوڑا اور دوشالہ لے کر تمھیں ملنے کے
لیے آئے ھیں''۔
جب جلا دینے والی آگ کے شعلے بلند ھوئے تو چھت کی کچھ کڑیاں
نیچے گر پڑیں ۔

---

۱ - چوھڑ سنگھ کی بیوی ۔ ؛ مرتب

اب آگ چوهڑ سنگھ کی گھنی ڈاڑھی اور خوب صورت پیٹ تک
پہنچنے لگی ۔
چوهڑ سنگھ بولا : ''دل سنگھ ! آؤ اب بالا خانے کی چھت پر چڑھ کے
مردانگی کے کچھ جوهر دکھائیں ۔
موت تو سر پر آ کھڑی هوئی ، خاندان کے نام کو کیوں بٹا
لگائیں ؟''
اس نے اپنی جان کی فکر نہ کی اور ریت کی ڈھال بھر کر دل سنگھ کے
پاؤں پر پھینکی ۔
اس نے مرتے مرتے کہا : ''اے دل سنگھ ! هماری پیدائش تو باری
باری هوئی تھی مگر اب موت ایک هی وقت میں آ رهی هے ۔
هم پھول مہاراج کی اولاد هیں مگر هماری موت جاٹوں کے هاتھوں
واقع هو رهی هے ۔
دل سنگھ ! تھوڑی دیر اور حوصلہ رکھنا ، اب هماری موت واقع هونے
میں کوئی دیر نہیں''۔
پھر چوهڑ سنگھ نے جھجر کے نینا سنگھ سے کہا : ''یہ وقت هے، آؤ اب
مردانگی دکھائیں''۔
جھجر کے نینا سنگھ نے بہت تدبیریں لڑائیں مگر اس کی کوئی تدبیر
کارگر نہ هوئی ۔
سجن نے کہا : ''چوهڑ سنگھ ! همیں اپنے هتھیار دے دو ، هم تمھیں
جان سے نہیں ماریں گے''۔
''اے سجن ! تم خود هم سے هتھیار لے لو یا اپنے بھائی پردھانے کو
بھیج دو''۔
سجن نے پردھانے کو حکم دیا ، پردھانا چوهڑ سنگھ والے بالا خانے پر
چڑھ گیا ۔ چوهڑ سنگھ نے راجپوتانے کے تیروں سے پردھانے کے
چہرے پر حملہ کیا ۔
سجن کی عورت دودھ کا برتن بھر کر لے آئی اور کہنے لگی :
''چوهڑ سنگھ اور دل سنگھ ! میں تم پر قربان ! تم میرے دیور هو ،
آخری بار ، یہاں سے جانے سے پہلے میرے هاتھ سے دودھ کا یہ
پیالہ پی لو''۔
''تم بڑ اول روز سے غدار هو ، میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا ''۔

چوھڑ سنگھ مر گیا اور اس کی موت کی خبر "گورو[1] کے کوٹھے" میں پہنچی -
مائی رجی نے چٹھی لکھ کر بھداوڑ بھیجی -
منشیوں نے چٹھیوں پر مہریں لگائیں، اف! کس قدر خوف ناک خبر تھی!
لبھری ڈوم کو بلا کر چٹھیاں اس کے سپرد کی گئیں -
مائی رجی نے پٹیالے کی طرف چٹھیاں بھیجنے کے بعد اپنی تازہ سنواری ہوئی زلفوں کو نوچ ڈالا -
چوھڑ سنگھ اور دل سنگھ کے مرنے کی خبریں پہنچیں -
عورتوں نے ڈھیروں کے ڈھیر زیورات اتار کر پٹاریوں میں بند کر دیے -
مائی راج کنور، چوھڑ سنگھ کو اپنے سر کا محافظ کہ کر بین کرنے لگی -
بھیجی ہوئی چٹھیاں پٹیالے میں پہنچیں -
پٹیالے میں سیدے خاں ڈوگر اور البیلا سنگھ کالیکا تھے - انھوں نے چٹھیاں سب کو دکھائیں -
سابھر ڈوگر نے اپنی بڑھتی ہوئی فوجوں کو یہ کر واپس بلا لیا کہ 'گرمی کا مہینا ھے ، فوجیں پیاسی مر جائیں گی'۔
البیلا سنگھ کالیکا غصے سے لال بھبوکا ہو کر اپنی فوج گھانا باجا تک لے گیا -
فوج گھانا باجا تک پہنچ گئی -
انھوں نے پہلا پڑاؤ کڑر چھاپا[2] میں کیا اور دوسرا دیال پور بھائیاں میں ، جہاں حلوے کی دیگیں تقسیم کی گئیں -
جلال کا بیر سنگھ[3] بولا : "دیوی ! اب دشمن سے میرا آمنا سامنا کرا دے"۔
سجن سات سواروں کو همراه لے کر شکار کھیل رہا تھا - اس نے پھلکیاں کی فوج کے ڈھول کی آواز سنی تو اپنا گھوڑا واپس موڑ لیا -

---

۱ - واقع ریاست فرید کوٹ - مرتب
۲ - واقع ریاست پٹیالا - مرتب
۳ - چوھڑ سنگھ کا بیٹا -

وہ چوھڑ سنگھ ھی کے سفید گھوڑے پر سوار تھا اور اس نے اپنی
کلائی پر باز بٹھا رکھا تھا ۔
پھلکیاں کی فوج دیکھ کر گھوڑا اور باز دونوں رونے لگے ، ان کے
آنسو نہ تھمتے تھے ۔
سجن بولا : ''براڑ کے بیٹو ! پگڑیاں اتار لو ، رب نے گھر بیٹھے سنام
اور پٹیالے کی چڑیاں ھمارے جال میں پھنسا دی ھیں''۔
بیر سنگھ جلال کو سخت غصہ آیا ، وہ بولا : ''راجا صاحب سنگھ !
مجھے حکم دو ، میں اس جاٹ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا''۔
راجا صاحب سنگھ نے حکم دے دیا ، بیر سنگھ نے جاٹ کے پیچھے
گھوڑی ڈال دی
اور وہ گاؤں میں داخل ھو رھا تھا کہ اسے برچھا مارا ۔
برچھا سجن کے بدن کے پار ھو کر زمین میں جا لگا ۔
لاھری ڈوم نے پاس سے آگے بڑھ کر سجن کے سر اور ڈاڑھی کو آگ
لگا دی ۔
اب جبکہ سجن مارا گیا ھے ، گھنیا باجا بھی امن و امان سے نہیں
رہ سکے گا ۔
گھنیا باجا میں عذاب کی آندھی آ گئی ، اب جاٹوں کی جان بچنا محال ھے ۔
اس دن سے گھنیا باجا ویران سا پڑا ھے اور آج تک آباد نہیں ھو سکا ۔
فوج پٹیالا کی طرف واپس مڑی اور راستے میں بھداوڑ سے گزری ۔
راجا صاحب نے سب بھائیوں کو اکٹھا کر کے اجلاس بلایا :
''براڑکی کی عزت آج خاک میں مل گئی ، وہ اب آرام سے نہیں بیٹھیں گے ۔
بھائیو ! اپنی اپنی جگہ خوب مستحکم ھو کر رھو ۔
اے ماں ! گورو نے جو تقدیر میں لکھ دیا تھا ، وہ تو اب بدل نہیں
سکتا ۔
اس وقت کو کوئی ھٹا نہیں سکتا ، یہاں سب تدبیریں جواب دے جاتی
ھیں''۔

حکایت ۲۴

کانگڑا کا سنسار چند اور سرمور کا فتح پرکاش

جموں کے دو مراثیوں کی زبانی

اس گیت میں کانگڑا کے مشہور راجا سنسار چند اور سرمور کے راجا فتح پرکاش کے درمیان مبینہ لڑائی کے حالات بیان کیے گئے ہیں ۔ اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ؛ کیوں کہ اس سے پتا چلتا ہے کہ ہندوستان میں واقعات کس قدر جلد روایات کی صورت اختیار کرتے ہیں ۔ اس گیت کے مطابق راجا فتح چند نے راجا سنسار چند کی بہن سے شادی کی اور راجا فتح چند اور اس کی بیوی کے درمیان ایک معمولی سے جھگڑے کی بنا پر ان دونوں راجاؤں کے درمیان جنگ چھڑ گئی ، جس کے نتیجے کے طور پر راجا فتح پرکاش مارا گیا ۔

تاریخ کے مطابق سنسار چند نے ۱۸۲۴ء میں وفات پائی ۔ اس وقت وہ بہت بوڑھا تھا ۔ فتح پرکاش کی پیدائش ۱۸۰۵ء سے پہلے کی نہیں ہے ۔ اسے برطانوی حکومت نے ۱۸۰۵ء میں تخت پر بٹھایا تھا ۔ اس نے ۱۸۵۰ء میں وفات پائی۔ اس کا عہدکامیاب اور خوش حال تھا ۔ میرے پاس سرمور راجاؤں کا جو ایک اردو تارتخی مسودہ ہے ، اس کے مطابق ۱۷۹۳ء میں راجا فتح پرکاش کے چچا ، راجا دھرم پرکاش کی راجا سنسار چند سے اس قسم کی ایک ذاتی لڑائی ہوئی تھی ، جس میں دھرم پرکاش مارا گیا تھا۔ سنسار چند نے ستلج پر واقع کنہار کے راجا ماھن چند پر حملہ کیا تھا ؛ ماھن چند دھرم پرکاش سے مدد کا طالب ہوا ، جسے اس نے ایک لاکھ روپیہ

بطور معاوضہ ادا کرنے کا اقرار کیا ۔ دھرم چند نے اپنے
سرداروں اور ہندوڑ یا نالا گڑھ کے راجا رام سنگھ کے ساتھ
جرار توکا کے مقام پر سنسار چند کا مقابلہ کیا۔ سنسار چند نے
خود اس لڑائی کا آغاز کیا ، جس میں دھوم پرکاش مارا گیا۔
نہ اس مسودے میں سنسار چند کی بہن کا ذکر ہے اور نہ اس
قسم کے ایک اور مسودے میں جو کٹوچ خاندان کے متعلق
ہے۔ دھرم پرکاش کی کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اس کے بعد
اس کا ایک نالائق بھائی کرم پرکاش تخت پر بیٹھا جو
فتح پرکاش کا باپ تھا ۔

اس حکایت کا حصۂ نثر اردو میں تھا ، اس لیے اسے یہاں نقل نہیں
کیا گیا ۔

کانگڑا کا راجا سنسار چند اور سرمور کا راجا فتح پرکاش المعروف
ناھن آپس میں رشتہ دار تھے ۔ راجا سنسار چند کی بہن راجا فتح پرکاش
سے بیاھی ھوئی تھی ۔ ایک روز راجا فتح پرکاش اپنی بیوی کے پاس گیا
اور اسے شطرنج کھیلنے کے لیے کہا اور ساتھ یہ شرط رکھی کہ وہ
بازی پر اپنے بھائی کا سر بدے ۔

وہ کہنے لگا : ''اگر تم ھار گئی تو میں جا کر سنسار چند کا سر
یہاں لے آؤں گا''۔

رانی نے کہا : ''بہت اچھا ، لیکن اگر تم ھار گئے تو میرا بھائی
یہاں آ کر تمھارا سر لے جائے گا''۔

اس پر راجا بہت ناراض ھوا اور اس نے نرد رانی کے منہ پر دے
مارے اور کہنے لگا : ''تمھارا بھائی کیسے میرا سر لے جا سکتا ھے ۔
میرے پاس کثیر فوج ھے اور میرے بہت سے اتحادی ھیں ، جب کہ
تمھارا بھائی محض ایک ناچا ھے ۔ وہ کیسے میدان میں تلوار چلا
سکتا ھے ؟''

رانی بولی : ''میرے بھائی کے غلاموں کی تعداد تمھاری ساری فوج
کے سپاھیوں کے برابر ھے''۔ رانی نے اپنے بھائی سنسار چند کو یہ واقعہ
لکھ بھیجا ۔ جس پر اس نے سرمور پر حملہ کر دیا اور راجا فتح پرکاش

کو قتل کرنے کے بعد وہ اپنی بہن کو اپنے ساتھ کانگڑا واپس لے گیا۔

راجا سنسار چند والیٔ کانگڑا کی لڑائی

نیک اور طاقت ور راجا سنسار چند نے غسل کیا اور نارائن[1] کی
طرف متوجہ ہو کر اس کی عبادت میں لگ گیا۔
دھیان سنگھ کے خلاف، جو جے سنگھ کی پناہ میں تھا، سخت شکایت
پیدا ہوئی: ''اسے پکڑ لو، وہ جانے نہ پائے''۔
گیندا[2] ڈھڈوال اٹھا اور اس نے اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔
دھیان سنگھ نے اپنے خنجر سے ڈھڈوال کو کاری زخم پہنچایا۔
اس پر کٹوکوں کے سب پہلوانوں نے لمبے[3] بالوں والے کو اس کے
بالوں سے پکڑ لیا[4]۔
خوش حال چند اور سنسار چند نے آپس میں مشورہ کر کے دربار میں
ننگی تلواریں اور پان کے بیڑے رکھ دیے۔
فتح چند مہاراج نے بیڑا اٹھا لیا اور سرمور پر حملہ کرنے کے لیے تلوار
باندھ لی۔

---

۱ - وشنو - مرتب

۲ - ڈھڈوال راجپوت ہیں۔ گیندا جموں کا کوتوال تھا۔ مرتب

۳ - دھیان سنگھ جو سکھ تھا۔ مرتب

۴ - یہ پانچوں مصرعے کسی اور واقعے کے متعلق معلوم ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کا باقی کہانی سے کوئی تعلق نہیں۔ ۱۷۷۴ء میں قلعہ کانگڑا کا مسلمان گورنر سیف اللہ یا سیف علی، جو حکومت دھلی کے ماتحت تھا، فوت ہوگیا۔ سنسار چند نے سردار جے سنگھ کنھیا سے مدد مانگی تاکہ وہ اس قلعے پر قابض ہو سکے۔ جے سنگھ نے اپنے بیٹے گور بخش سنگھ کو بھیجا۔ اس نے قلعہ تو فتح کر لیا مگر اسے سنسار چند کو دینے کی بجائے اس پر اپنے باپ کی حکومت قائم کر دی۔ بعد میں ۸۵-۱۷۸۴ء میں ماھن سنگھ نے سکرچکیا سے مل کر جے سنگھ کو بٹالا کے مقام پر شکست دی اور کانگڑا واپس لے لیا۔ اس گیت میں جس دھیان سنگھ کا ذکر ہے، وہ غالباً جے سنگھ کی طرف سے کانگڑا کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تھا۔ مرتب

مہاراجا نے وہیں دربار میں بیٹھے ساری فوج کو بلا لیا ۔
سکیر[1] اور کہلور اور کولا اور گولیر سب یکجا ہو گئے ۔
جب تیغ چند[2] کے سب ساتھی گھوڑوں پر سوار وہاں پہنچے تو سرمور کی
پہاڑیاں کانپنے لگیں ۔
میدان میں ہر طرف بھوت پریت پھر رہے تھے اور کالی دیوی[3] سخت
غصے میں تھی ۔
زمین پر گیدڑ گھوم رہے تھے اور آسمان پر گدھیں چکر کاٹ رہی تھیں ۔
اور نارد[4] خوشی کے گیت گا رہا تھا ۔
بندوقیں دھاڑ رہی تھیں اور تیروں کا مینہ برس رہا تھا ، اور فضا میں
اس طرح کا شور تھا جیسے اندر کے موسلادھار بارش برسانے کے
وقت پیدا ہوتا ہے ۔
سپاہی زرد رنگ کا لباس پہنے ہوئے لڑ رہے تھے ، نقیب باآواز بلند پکارتے
جاتے تھے اور جوان تلواروں کے جوہر دکھا رہے تھے ۔
دوسری جانب دیا رام للکار رہا تھا اور دونوں فوجوں کے سپاہی
بالمقابل موت کا کھیل کھیل رہے تھے ۔
مہاراجا نے لڑائی جیت لی ، مہاراجا نے لڑائی جیت کر کھیل ختم
کر دیا ۔
اس نے سوسور کو قتل کر دیا ، وہ رانی کو اپنے ساتھ لے گیا اور اس
نے اپنی فوج ستلج کی طرف پیچھے ہٹا لی ۔
تیغ چند کے فرض شناس بیٹے نے خوب نام روشن کیا ، خدا کرے مہاراجا
ہمیشہ حکمران رہے !

---

۱ - مختلف پہاڑی ریاستیں ۔
۲ - سنسار چند کا باپ ۔
۳ - موت کی دیوی ۔
۴ - لڑائی کا دیوتا ۔

حکایت ۲۵

نور پور کا راجا جگت سنگھ

جموں کے دو مراثیوں کی زبانی

اس کہانی میں بیان کیے گئے واقعات تاریخی ہیں ۔ یہ حکایت اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس سے پتا چلتا ہے کہ کانگڑا اور اس کے قرب و جوار کے پہاڑی لوگ کس طرح اپنے اس مشہور سردار کی روایات برقرار رکھے آ رہے ہیں ۔ اس سردار کے کارنامے تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں اور مورخ بھی اس کے مداح ہیں ۔

غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ بھاٹ بالعموم تاریخ اور جغرافیہ دونوں غلط بیان کرتے ہیں ۔ صحیح واقعات یوں معلوم ہوتے ہیں : شاہ جہان نے بلخ اور بدخشاں کے داخلی جھگڑوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں قبضہ کرنا چاہا اور اس مقصد کے لیے ۱۶۴۴ء میں اپنے مشہور سردار علی مردان خان کو وہاں بھیجا ؛ مگر اسے شہنشاہ کی توقع کے مطابق کامیابی نہ ہوئی ۔ اس لیے ۱۶۴۵ء میں راجا جگت سنگھ کو چودہ ہزار راجپوتوں کے ساتھ اسی مہم پر بھیجا گیا ۔ راجا نے وہاں بہت سے معرکے مارے مگر اس ملک کو زیر نگیں نہ کر سکا ، کیوں کہ یہ کام بعد میں علی مردان خان نے شاہزادہ محمد مراد بخش کی برائے نام ہدایت کے تحت سر انجام دیا ۔ یہ سارا معاملہ ۱۶۴۷ء میں بغیر کسی خاص نتیجے کے ختم ہو گیا اور وہ ملک وہاں کے پہلے فرمانرواؤں کے سپرد کر دیا گیا ۔

نور پور ضلع کانگڑا کے پٹھانیہ راجپوت راجا جگت سنگھ نے دلی کے بادشاہ[1] اکبر کی ملازمت اختیار کر لی ۔ بادشاہ نے اسے چھ لاکھ کی جاگیر عطا کی ۔ ایک روز اکبر نے کابل کی مہم کے لیے دربار میں ننگی تلوار اور پان کے بیڑے رکھے ۔ اگرچہ اس وقت دربار میں بائیس راجا موجود تھے مگر کسی نے اس کام کا بیڑا نہ اٹھایا ۔ بالآخر بادشاہ راجا جگت سنگھ کی طرف متوجہ ہوا اور راجا نے یہ کام اپنے ذمے لے لیا ۔ بادشاہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے راجا سے کہا : ''مانگ جو مانگتا ھے''۔ مگر راجا نے فوج کے سوا اور کچھ نہ مانگا ۔ اس کے پاس اپنی تیس[2] ہزار فوج تھی ۔ بادشاہ نے یہ تعداد دوگنی کر دی اور ساتھ ھی اس سے اس کی ضروریات کے متعلق اصرار کیا ۔ راجا نے کہا : ''میرے پاس فوج موجود ھے ، اب مجھے اور کسی چیز کی حاجت نہیں ؛ نہ کسی خزانے کی اور نہ جاگیر کی''۔ بادشاہ نے اسے چالیس ہزار مزید سپاھی دیے اور وہ ان کے ہمراہ کابل کی طرف روانہ ھو گیا ۔ نواب عزت خاں اور پرزت خاں کے علاوہ دیوان کاشی ناتھ اور ٹوڈر مل[3] بھی اس کے ہمراہ تھے ۔

کابل کو جانے والی سڑک پر ایک قلعہ شہر شفا ھے ، جسے نواب شافی علی شاہ[4] نے تعمیر کیا تھا ۔ وہ اکثر بادشاہ کے علاقے پر حملے کرتا رہتا تھا ۔ اس کی شکار گاھوں کو جلا دیتا اور اس کے ملازموں کو گرفتار کر لیتا ۔ راجا جگت سنگھ نے اسے ایک حملے کے دوران گرفتار کر لیا اور اس کے پاؤں میں چاندی کی بیڑیاں ڈال کر اسے دھلی

---

۱ ۔ اصل میں شاہ جہان کی ۔ مرتب

۲ ۔ در اصل چودہ ہزار ۔ مرتب

۳ ۔ ٹوڈر مل کی تاریخ وفات ۱۵۸۹ء ھے ، اس لیے وہ اس مہم میں نہیں ھو سکتا ۔ باقی دو کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون تھے ۔ مرتب

۴ ۔ اس سے غالباً شاہ صفی مراد ھے جو ایران کے صفویہ خاندان کا آٹھواں بادشاہ تھا ۔ اسی کے ظلم سے تنگ آ کر علی مردان خاں ، جو قندھار کا گورنر تھا ، ۱۶۳۷ء میں شاہ جہان کے پاس آ گیا تھا ۔ شاہ صفی نے ۱۶۴۲ء میں وفات پائی ۔ مرتب

بھیج دیا۔ وہاں اس کے بدن میں میخیں ٹھونک کر اسے محل کے دروازے پر سولی دے دی گئی اور اس طرح اسے عذاب دے کر ہلاک کیا گیا۔

اس کے بعد راجا جگت سنگھ نے شہر شفا کے لوگوں سے باقی حملہ آوروں کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے اسے اس جگہ کا راستہ بتا دیا جہاں نو لاکھ یوسف زئی[۱] پٹھان جمع تھے ۔ یہ حمید[۲] خان شاہ خراسان کی فوج تھی اور نواب صفی اللہ خان ، رحمت اللہ خان ، عبداللہ خان اور احمد خان اس کے سالار تھے۔ آٹھ دن تک سخت لڑائی ہوئی اور احمد خان کے سوائے باقی سارے سالار مارے گئے ۔ آخری دن نواب اور راجا جگت سنگھ کا مقابلہ ہوا اور نواب نے راجا کی ڈھال کے اوپر سے اس کا چہرہ زخمی کر دیا ۔ راجا نے غصے میں آکر اس قدر بھر پور ہاتھ مارا کہ تلوار نواب کو چیرتی ہوئی اس کے گھوڑے کے زین پر لگی ، اسے دو حصوں میں کاٹا اور پھر گھوڑے کو بھی زخمی کر گئی ۔ نواب کی وفات کے بعد راجا نے اس علاقے کی حکومت سنبھال لی اور وہاں شاہی فوج متعین کر دی ۔

اس کے بعد لوگوں نے راجا کو نواب علی[۳] مردان خان کے قلعے کی طرف توجہ دلائی جو ملک خراسان کے اندرون واقع تھا ۔ نواب مذکور بہت طاقت ور تھا مگر راجا آگے بڑھتا گیا اور اس نے نواب کے پاس اپنا سفیر لڑائی کا پیغام دے کر بھیجا ۔ نواب نے جواب دیا : ''راجا سے کہو کہ وہ اپنی راہ لے ، ورنہ میں اسے اٹک[۴] اور نیلاب میں ڈبو دوں گا ۔ یہ دیکھ کر کہ وہ بہت طاقت ور ہے ، راجا نے مکر و فریب سے کام لینے کا فیصلہ کیا ۔ اسے پتا چلا کہ اس علاقے میں مٹھائی کو

---

۱ - یہ وادیٔ پشاور کے پٹھان ہیں ۔ مرتب

۲ - اصل میں جس نے مقابلہ کیا تھا ، وہ نذر محمد خان والیٔ بلخ اور اس کا بیٹا عبدالعزیز خان تھے ۔ مرتب

۳ - تاریخی لحاظ سے اس کی کوئی وقعت نہیں ۔ مرتب

۴ - یہ دونوں اٹک کے قریب ہیں ؟ یہ جغرافیے کی فاش غلطیاں ہیں۔ مرتب

بہت پسند کیا جاتا ہے ؛ چنانچہ اس نے پانچ سو من مٹھائی تیار کرائی مگر اس میں زہر ملا دیا اور مٹھائی کو پانچ سو چھکڑوں پر لدوا کر بیلوں کی دموں سے مشعلیں باندھ دیں اور انہیں اس قلعے کے پاس چھوڑ دیا ۔ پٹھانوں نے خیال کیا کہ ان پر حملہ ہو گیا ہے ، وہ فوراً قلعے سے باہر نکل آئے ۔ جب انہوں نے مٹھائی سے لدے ہوئے چھکڑے دیکھے تو انہیں مال غنیمت سمجھ کر ان پر قبضہ کر لیا ۔ کچھ تو مٹھائی کھاتے ہی اس جگہ ڈھیر ہو گئے اور کچھ اپنے گھروں میں جا کر مر گئے ۔ پھر راجا جگت سنگھ نے علی مردان خاں کی باقی فوجوں پر حملہ کر دیا اور آٹھ دن کے بعد انہیں ختم کر کے رکھ دیا ۔ علی مردان خاں بنگش[1] (پٹھانوں) کے سردار کے پاس پناہ کا خواہاں ہوا ، اس نے اسے گرفتار کر لیا ۔

بنگشوں کے سردار نے رحمت خاں کو اٹھارہ ہزار فوج دے کر راجا جگت سنگھ کے مقابلے پر بھیجا مگر راجا نے اسے شکست دی اور بنگشوں کے علاقے میں داخل ہو گیا ۔ اس پر سردار نے اپنی تمام چالیس ہزار فوج جمع کر لی اور راجا جگت سنگھ کے مقابلے پر آیا مگر اٹھائیس دن کے اندر اندر مارا گیا اور راجا نے اس کے علاقے پر قبضہ کر لیا ۔

اس کے بعد راجا کابل کی طرف روانہ ہوا ۔ کابل میں ان دنوں علی مردان خاں[2] کی حکومت تھی ، وہ راجا کے مقابلے پر آیا ۔ پٹھانوں کے پاس صرف خنجر تھے اور جگت سنگھ کے سپاہیوں کے پاس بندوقیں تھیں ۔ کئی دنوں کی لڑائی کے بعد کابل کا بادشاہ مارا گیا اور وہ علاقہ بھی شاہی سلطنت میں شامل ہو گیا ۔

اس کے بعد راجا خراسان گیا ۔ وہاں وزیر ساؤس خاں نے اپنے اٹھارہ ہزار سپاہیوں اور بادشاہ کے چالیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا ۔ زبردست لڑائی ہوئی ، جس میں راجا کے دس ہزار آدمی

---

۱ - یہ بنگش جنھیں بلخ اور بخارا کے قریب بتایا گیا ہے ، واقعتاً ضلع کوہاٹ میں آباد ہیں ۔ مرتب

۲ - یہاں بھاٹ واقعات کا تسلسل بالکل کھو چکا ہے ۔ مرتب

مارے گئے ۔ مگر راجا کے ایک آدمی نے ساؤس خاں پر نیزہ چلایا ۔ اس کے بعد ۷۶ دن تک لڑائی رہی ؛ یہاں تک کہ بادشاہ بھاگ گیا اور راجا اس کی فوج کو ، جو کسی سردار کے بغیر تھی ، شکست دینے میں کامیاب ہو گیا ۔ خراسان کے ملک پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے اپنا دایاں قدم[1] تخت پر رکھا اور دہلی کے بادشاہ کو اپنی کامیابی کی خبر بھیجی ۔

جب راجا دلی واپس آیا تو اکبر بادشاہ نے اسے دو لاکھ کی مزید جاگیر عطا کی ۔ اس کی سابقہ جاگیر چھ لاکھ کی تھی ، اب اس کی کل جاگیر آٹھ لاکھ کی ہو گئی ۔

کبت

جب تو مہربانی کر کے بلا لیتا ہے ، تو جل اور ساگر کو پار کرا دیتا ہے ، اور درد کو دور کر دیتا ہے ، یہی تیرے کام ہیں ۔
تو اپنے نام کی لاج رکھتا ہے ، اپنے قول کو پالتا ہے ، تکلیف دور کرتا ہے ۔ اے ہر ! تو ہی ہمارا محافظ ہے ۔
تو بھوکے کا پیٹ بھرتا ہے ، سوکھے کو ہرا کرتا ہے ، ڈوبے ہوئے کو تیراتا ہے ، تیری قدرت کا شمار نہیں ۔
چودہ طبق میں جو بھی جان دار ہیں، ایک تیرا نام جپتے ہیں ۔ اے تو! جو صورت سے بے نیاز ہے ۔
بازنی باز کو جنم دیتی ہے ۔ وہ اپنی شان چھپا نہیں سکتا ۔ اور مرغی کا بچہ سدھانے سے باز نہیں بن سکتا ۔
شیرنی کے بچے قوت اور فخر کے نشے میں مدھوش پھرتے ہیں اور شکار پر گزر کرتے ہیں ۔
گائے کا بچہ عمدہ بیل ہو جاتا ہے مگر گدھی کے بچے کو گنگا کے پانی سے نہلائیں بھی تو وہ بیل نہیں بن سکتا ۔
شاعر گنگ کہتا ہے : ”اے غریب پرور سخی ! سنو ، بگلے کو خواہ کتنے موتی چگائیں ، وہ ھنس نہیں ہو سکتا“۔

---

۱ - اپنی کامیابی کا جشن منایا ۔

حکایت ۲۶

قصیدہ سید عبدالقادر جیلانیؒ

ضلع منٹگمری کے ایک بھاٹ کی زبانی

یہ عقیدت بھرا قصیدہ حضرت غوث‌الاعظم سید عبدالقادرؒ جیلانی کی ایک کرامت کے متعلق ہے ، جنھیں ہندوستان میں سب سے بڑا پیر تصور کیا جاتا ہے ۔ لیکن عین ممکن ہے کہ ابتدا میں یہ واقعہ ان کی نسل کے ایک بزرگ شیخ محمد غوث جیلانی متوطن آچ ، ضلع ملتان کے متعلق بیان کیا گیا ہو ۔

پیران پیر ، پیر دست گیر ، غوث‌الاعظم ، غوث‌الصمدانی ، محبوب سبحانی ، میران محی‌الدین سید شیخ عبدالقادرؒ جیلانی حسنی‌الحسینی ، بانیٔ سلسلۂ قادریہ مغربی ایران کے ایک ضلع گیلان یا جیلان میں، جسے صحیح الفاظ میں کیل و کیلان کہنا چاہیے ، ۴۷۱ھ بمطابق ۱۰۷۸ء میں پیدا ہوئے ۔ آپ نے ۱۱۶۶ء میں بمقام بغداد وفات پائی ۔ آج بھی وہاں ان کا روضہ زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔ ان کے دو بیٹے تھے—سید علی محمد اور شیخ عبدالوہاب ۔ شیخ عبدالوہاب کی نسل سے نویں پشت میں شیخ حمید جہاں بخش پیدا ہوئے، جو حضرت شیخ محمد غوث جیلانی کے نام سے مشہور ہیں ۔ آپ تیمور کے عہد (۱۳۳۶ تا ۱۴۰۵ء) میں ۱۳۹۴ء میں آچ ضلع ملتان میں سکونت پذیر ہوئے ۔ آج بھی ریاست بہاولپور کے داؤد پتر انھیں اپنا سرپرست ولی تصور کرتے ہیں ۔ ان کے فرزند پیر موسیٰ پاک شہید ، جو مشہور ولی تھے ، ۱۵۹۳ء میں ملتان کے مقام پر دفن ہوئے ۔ ملتان کے مخدوم انھی کی اولاد

ہیں ۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بڑے صاحب زادے کی اولاد بھی بعد میں سرائے سدھو ، تحصیل ملتان میں آ کر آباد ہو گئی ۔ یہ حقائق پنجاب اور ہندوستان میں حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی مقبولیت کا اندازہ کرنے کے لیے کافی ہیں ۔ سید محمد قاسم دانا پوری نے ۱۸۵۵ء میں ایک کتاب "اعجاز غوثیہ" اردو میں شائع کی تھی جس میں حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے حالات تفصیل سے دیے گئے ہیں ۔

آپ تمام پیروں کے پیر ہیں !
آپ سب امیروں کے امیر ہیں !
دل گیروں کا غم دور فرمایے !
یا غوث الاعظم جیلانی !

آپ اللہ پاک کے دوست ہیں !
آپ کو ہر وقت حضوری حاصل ہے !
آپ کے سر پر شاہی چتر ہے !
یا غوث الاعظم جیلانی !

آپ کا ستارہ بہت بلند ہے !
ساری دنیا آپ کی خدمت گزار ہے !
آپ کا نقارہ چاروں طرف بج رہا ہے !
یا غوث الاعظم جیلانی !

آپ شاہ مرداں[1] کے پوتے ہیں !
آپ حضور نبیؐ اکرم کے نواسے ہیں !
آپ اللہ کے نور میں ڈھلے ہوئے ہیں !
یا غوث الاعظم جیلانی !

---

۱ ۔ شاہ مرداں — حضرت علیؓ — حضرتؒ کا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے امام حسنؓ اور ماں کی طرف سے امام حسینؓ سے ملتا تھا ، اسی لیے آپ کو الحسنی والحسینی کہا جاتا ہے ۔ مرتب

آپ پاک جیلانی سید ہیں !
آپ کا قطب ربانی ہونا صاف ظاہر ہے !
آپ دونوں جہاں میں معزز ہیں !
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

جو شخص دنیا میں بہت تکلیف میں ہو ،
اگر وہ آپ کی مدح پڑھ دے ،
تو آپ فوراً اس کی تکلیف دور فرما دیتے ہیں ۔
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

اے پیر ! جو شخص قید میں پڑ جائے ،
آپ اس کی مشکل آسان کر دیتے ہیں ۔
آپ ہر میدان میں اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں ۔
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

اس بڑھیا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ،
وہ حسن صورت کے لحاظ سے چاند کی مانند تھا ،
اس نے موزوں اور بلند قد پایا ۔
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

بڑھیا نے بیٹے کے سسرال والوں کو اپنے گھر بلایا
اور شادی کے لیے ایک مبارک دن مقرر کر دیا
اور ہر جگہ رشتہ داروں کو اطلاع بھیج دی ۔
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

بڑھیا نے فوراً بیٹے کو بلایا
اور اس کی کلائی پر ''گاناں[۱]'' باندھ دیا ؛
عورتوں نے مل کر اسے اچھی طرح نہلا دیا ۔
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

انھوں نے اس کے سامنے تھال رکھ دیا ۔
ننھیال اور ددھیال کے سب رشتہ دار وہاں آئے ۔

---

۱ ۔ شادی کا نشان ۔ سرخ ریشمی دھاگوں سے بنا ہوا کنگن سا ۔

انھوں نے سب سے تنبول وصول کیا ۔
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

دولھا کے ھاتھ پاؤں میں مہندی رچائی گئی ۔
مہندی نے خوب رنگ دیا ۔
اس کی ماں خدا کا شکر بجا لائی ۔
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

بڑھیا نے فوراً ایک گھوڑی منگائی
اور اس کے منہ میں لگام ڈالی ۔
سب عزیز و اقارب دولھا کو انعامات دینے لگے ۔
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

دولھا نے رکاب میں پاؤں رکھا ،
اس کا حسن دوبالا ھو گیا ۔
اس کی قسمت میں جو کچھ لکھا تھا ، وہ اس نے پا لیا ۔
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

جب اس نے باگ ھاتھ میں لی ،
بہنوں نے اس سے انعام کا مطالبہ کیا :
"اللہ نے تمھیں یہ مبارک دن دکھایا ھے"۔
یا غوث‌الاعظم جیلانی !

اس نے بہنوں کو گراں قدر انعامات دیے ۔
اس نے انعام میں اونٹ ، گھوڑا اور بچھیرا دیا ،
اس نے دودھ دیتی ھوئی گائیں اور بھینسیں دیں ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

دولھا "جنڈ"[۱] کے درخت کے پاس گیا ،
اس کے بھائی اس کے ساتھ تھے ۔
سارے نیک شگونوں کا لحاظ رکھا گیا ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

---

۱ - ھندوؤں میں شادی کی ایک رسم ھے کہ دولھا اپنے ھاتھ سے جنڈ کے درخت کی شاخ کاٹتا ھے ۔ مرتب

پھر بارات دریا کے کنارے پر پہنچی ،
فوراً ایک ناؤ منگائی گئی ،
اس میں سارا ساز و سامان لاد دیا گیا ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

رات کو وہ دلھن کے گھر جا پہنچے ،
سارے نیک شگون پورے کیے گئے ،
تمام خادموں کے مطالبے پورے کیے گئے ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

اس کے سسرال کے لوگ خوش حال تھے ،
ان کے ھاں مال و زر کی کوئی کمی نہ تھی ،
جو کچھ ان سے ھو سکا ، انھوں نے جہیز میں دیا ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

بارات مشورہ کرنے لگی ،
ملاحوں نے بانس سنبھالے ،
ناؤ کنارے سے چل کر دریا کے بیچ میں آ گئی ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

اتنے میں سخت بارش اور آندھی آ گئی ،
سب کو اپنی اپنی پڑ گئی ،
کوئی تدبیر بن نہیں آتی تھی ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

اس وقت دلھن کہنے لگی :
''مجھے کیوں ڈولی میں بٹھا لائے ؟
ابھی تک ساتوں[1] شگون میری جھولی میں ھیں''۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

---

۱ ۔ نیک شگون کے لیے دلھن کی جھولی میں ناریل اور کشمش ڈالتے ھیں ۔ مرتب نے یہاں شادی کی چادر (''سالو'') مراد لی ھے ، لیکن پنجابی الفاظ میں صاف ''شگون'' کا لفظ موجود ھے ۔ مترجم

”اے خدا ! مجھے کیوں پیدا کیا تھا ؟
میرا دولھا خاموش پاس کھڑا ہے ۔
میری[1] ساس نے ابھی تک میرے سر پر سے پانی پھرا کر بھی نہیں پیا “۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

وہاں گرداب پڑ رہے تھے ،
دریا میں لہریں بلند ہو رہی تھیں ،
انھوں نے کشتی اُٹھا کر اُلٹ دی ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

ناؤ دریا میں غرق ہو گئی ،
سارے براتی پانی میں ڈوب گئے ،
یہی اللہ کا حکم تھا ، جو سب کا مالک ہے ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

ادھر وہ بڑھیا اپنے گھر میں خوش خوش بیٹھی تھی ۔
ایک مسافر نے اسے یہ خبر جا پہنچائی ،
جو کچھ واقعہ ہوا تھا ، اسے مفصل بتا دیا ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

وہ بڑھیا ہر وقت چٹائی بچھائے رکھتی تھی[2] ،
اسے اپنی بہو کو دیکھنے کا بہت شوق تھا ،
وہ اللہ کی قدرت دیکھ کر ششدر رہ گئی ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

---

۱ ۔ شادی کی ایک رسم ۔ جب دلھن پہلے پہل سسرال جاتی ہے ، تو اس کی ساس پانی کا پیالہ بھر کر اسے دلھن کے سر کے گرد پھراتی ہے اور وہ پانی پی لیتی ہے ۔ مرتب

۲ ۔ تاکہ جب اس کا بیٹا دلھن لے کر آئے تو دولھا دلھن اس پر بیٹھیں ۔ مرتب

بڑھیا دریا کے کنارے جا کھڑی ہوئی ؛
جہاں وہ کشتی ڈوبی تھی ،
اس نے لاکھوں دعائیں کیں ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

بڑھیا نہ کچھ کھاتی تھی ، نہ پیتی تھی ؛
وہ ہر وقت پیر کا تصور رکھتی ،
وہ دن رات چیخ پکار کرتی رہتی ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

ایک دن پیر شکار کھیلنے کے لیے نکلے
اور دریا کے آس کنارے سے اس کنارے پر آ گئے ۔
''اے ماں ! تو کیوں پریشان حال رو رہی ہے ؟''
یا غوث الاعظم جیلانی !

''مجھ بے کس کا ایک ہی بیٹا تھا ،
اس مظلوم کا وہ بیٹا دریا میں ڈوب کر مر گیا ہے ،
اب اس گنہ گار کا اور کوئی بیٹا نہیں''۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

پیر نے وہیں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔
دریا میں پانی بہ رہا تھا ،
کشتی زنجیر توڑ کر اوپر آ گئی ،
یا غوث الاعظم جیلانی !

''تم ابو[1] صالح کے باہمت بیٹے ہو ،
تم بہادر اور دلیر سپاہی ہو''۔
میراں نے یہ کرامت دکھائی کہ دولھا اور دلہن دریا سے زندہ و سلامت باہر آ گئے ۔
یا غوث الاعظم جیلانی !

---

۱ - شیخ عبدالقادر جیلانی کے باپ - مرتب

ڈھولک اور طبنورے بجنے لگے ،
شہر میں خوشی منائی جانے لگی ،
میراں نے یہ کرامت دکھائی کہ دولھا اور دلھن دریا سے زندہ و سلامت
باھر آ گئے -
یا غوث الاعظم جیلانی !

حکایت ۲۷

جلالی لوہاری

ضلع انبالا کے ایک بھاٹ کی زبان سے

یہ کہانی ملک بھر میں نہایت مقبول ہے ۔ نہ صرف بھاٹ ، بلکہ وہ عورتیں بھی جو دن رات اپنے گھروں میں رہتی ہیں ، اس سے بخوبی واقف ہیں ۔ مگر میں اس کی صداقت کے متعلق کوئی اطمینان بخش معلومات حاصل نہیں کر سکا ۔

جلالی کی کہانی یہ ہے کہ وہ ایک لوہاری تھی ، جسے کسی مقامی حاکم نے پکڑ لیا تھا اور روڈے شاہ یا روڈے نے اسے وہاں سے نجات دلائی ۔ ''قصہ روڈا جلالی'' کے مطابق اس کا گھر پٹنا میں تھا ، جو ضلع کرنال یا ملتان میں بتایا جاتا ہے ۔ روڈے شاہ کے متعلق مجھے صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ اس کا مزار لاہور کے قریب امرتسر کو جانے والی سڑک پر ہے ۔ ان کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ سید عبدالقادرؒ جیلانی کے مرید تھے اور ملتان سے آئے تھے۔ اس صورت میں ان کا زمانہ زیادہ سے زیادہ پندرھویں صدی عیسوی ہو سکتا ہے۔ تمام حکایات میں ان کا مکہ سے آنا بتایا جاتا ہے ، جیسے موجودہ حکایت میں جلالی کا وطن بغداد بتایا گیا ہے مگر یہ ناقابل یقین ہے ، کیوں کہ لفظ لوہاری بطور ذات کی طرح الفاظ روڈے شاہ ، یعنی ''سر منڈا فقیر'' بھی خالص پنجابی ہیں ۔ روڈے شاہ کا کارنامہ یا کرامت یہ ہے کہ

اس نے دوب گھاس کو ھمیشہ کے لیے سر سبز اور شیریں
بنا دیا ۔

کہانی کی زبان قابل توجہ ہے ۔

جلالی لوھاری شہر بغداد میں پیدا ھوئی اور روڈے شاہ فقیر مکہ میں پیدا ھوا ۔ روڈے شاہ فقیر کو جلالی لوھاری خواب میں نظر آئی اور اسے اسی وقت اس سے محبت ھو گئی ۔ جلالی لوھاری کو بھی روڈے شاہ فقیر خواب میں نظر آئے ۔

یہ خواب دیکھتے ھی روڈے شاہ فقیر نے اپنی خچر پر ، جو دلدل[1] کی طرح تھی ، زین کسا ۔

اس کے ھاتھ میں کشکول ، گلے میں تسبیح اور بغل میں قرآن تھا ۔

اس نے بسم اللہ پڑھ کر دلدل کو ایڑ لگائی ، راستے میں اسے چاروں[2] یار ملے ۔

چار یاروں نے روڈے شاہ سے بات کی اور پوچھا :

''کس ملک سے آ رہے ھو ؟ کس ولایت کو جا رہے ھو ؟''

''مکہ شریف سے آ رھا ھوں ، شہر بغداد کو جا رھا ھوں''۔

اتنا کہہ کر روڈے شاہ آگے چل پڑے ، راستے میں رات ھو گئی ۔

روڈے شاہ رات آنے سے پریشان ھو گئے ۔

روڈے شاہ فقیر نے جنگل کی گھاس اکٹھی کی اور اس سے کہنے لگے :

''فقیر کو سوا ھاتھ بستر دو تاکہ میں نماز ادا کر سکوں''۔

گھاس نے فقیر کی بات سن کر اسے یوں جواب دیا :

''ھمارے پاس کوئی بستر نہیں ، کوئی اور جگہ تلاش کرو''۔

یہ جواب سن کر روڈے شاہ فقیر متفکر ھوا ۔

غلیظ گھاس نے روڈے شاہ کو یہ گستاخانہ جواب دیا :

''میرے اڑھائی گٹھے لے لو اور ان سے بستر بنا لو''۔

---

۱ ۔ دلدل حضرت علیؓ کی خچر کا نام تھا ۔ مرتب

۲ ۔ حضرت صدیقؓ ، حضرت عمرؓ ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ۔

یہ سن کر روڈے شاہ فقیر نے گھاس سے یوں کہا :
''اور سب گھاسیں جل جائیں گی مگر تجھ سے خوشبو آتی رہے گی ۔
تجھے گائیں چریں گی ، دودھ دیں گی اور تیرا نام ہمیشہ باقی رہے گا ۔
اے انسان ! تو بھی اس طرح عاجز ہو جا ، جیسے دوب گھاس عاجز ہوتی ہے ۔
باقی سب گھاس سوکھ کر جل جائے گی ، مگر یہ ہمیشہ ہری رہے گی اور اس سے خوشبو آتی رہے گی''۔
یہ کہ کر روڈے شاہ فقیر وہاں سے چل دیے اور ملاح کے پاس پہنچے ۔
''اے ملاح کے لڑکے ! میری بات سن ؛
فقیر کو اللہ کے نام پر اپنی کشتی میں بٹھا اور دریا سے پار آتار دے''۔
ملاح نے یہ سن کر کہا : ''اے فقیر ! میری بات سنو ؛
مجھے لوھاری جلالی کا حکم ہے ، میں تمھیں کیسے پار آتار سکتا ہوں''۔
یہ سن کر فقیر نے کہا : ''ملاح ! میری بات سن ؛
تو اوروں سے ایک پیسہ لیتا ہے ، فقیر سے دو یا چار پیسے لے لے ،
مگر اللہ کے نام پر مجھے اپنی کشتی میں بٹھا کر پار آتار دے''۔
''اگر تم واقعی فقیر اور ولی ہو تو خود ہی دریا سے پار آتر جاؤ''۔
یہ سن کر روڈے شاہ فقیر کے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔
اس نے اپنے کشکول کو ناؤ بنایا اور اپنے ڈنڈے سے بانس کا کام لیا ؛
بسم‌اللہ کہ کر فقیر اس میں بیٹھ گیا اور دریا کے آس پار آتر گیا ۔
ملاح نے اپنے دل میں خیال کیا : ''یہ فقیر تو کوئی ولی ہے''۔
اس نے جا کر درویش کے پاؤں پکڑ لیے اور اس سے عرض کی :
''مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ آپ ایسے بزرگ ہیں ، ورنہ میں آپ کو اپنی آنکھوں پر بٹھاتا ۔
میرے لیے ایسی دعا فرمائیے کہ میری نجات ہو جائے''۔
یہ سن کر روڈے شاہ نے ملاح سے کہا :
''تو بہت مزدوری کرے گا ، بہت کمائے گا مگر تیرے رزق میں برکت نہیں ہوگی''۔

فقیر کی یہ بات سن کر ملاح بہت پریشان ہوا ۔
روڈے شاہ یہ کہ کر شہر بغداد کی جانب چل دیے ۔
وہاں انہوں نے جلالی لوہاری کے دروازے پر 'آلکھ' کی صدا لگائی ۔
فقیر کی صدا سن کر جلالی نے اپنی بہن کہالی سے کہا :
''اے میری لاڈلی بہن ! جاؤ ، فقیر کو خیرات دے آؤ''۔
کہالی خیرات لے کر فقیر کے پاس آئی ۔
''اے فقیر ! خیرات لے لو ، کہالی تمہارے پاس کھڑی ہے''۔
یہ سن کر روڈے شاہ فقیر نے کہالی سے کہا :
''ہمیں خیرات کی ضروت نہیں ، ہم تو جلالی کو ایک نظر دیکھنا
چاہتے ہیں''۔
یہ بات سن کر کہالی جلالی کے پاس آئی :
''کالا سا ایک فقیر ہے مگر تیرے خیال میں مست ہے ۔
موتیوں کی خیرات لینے سے انکار کرتا ہے ، تیرے دیدار کا خواہش مند
ہے''۔
یہ سن کر روڈے شاہ فقیر لوہاری سے کہنے لگے :
'' 'کالا کالا' کسے کہ رہی ہے ، یہ کالا بری بلا ہے ۔
سر کے بال کالے ہوتے ہیں ، جو مردوں کی زینت ہیں ،
آنکھوں کی پتلی کالے رنگ کی ہوتی ہے ، جو ساری دنیا کو موہ لیتی
ہے ،
پچھم سے آنے والی گھٹا کالے رنگ کی ہوتی ہے ، جو سارے جہان پر
مینہ برساتی ہے ۔
پہلے ان سب کالوں سے نپٹ لو ، پھر اس فقیر سے بات کرنا ''۔
یہ سن کر جلالی نے کہالی سے کہا :
''میں جس فقیر سے ڈرتی تھی ، وہی ہمارے پاس پہنچ گیا ہے''۔
جلالی نے ہاتھ جوڑ کر کہا : ''اے میری بہن کہالی ! سنو ،
میرے باپ سے کہ دو : 'یہ فقیر نہیں کوئی بدمعاش ہے' ''۔
کہالی یہ سن کر اپنے باپ کے پاس پہنچی ۔
باپ سے دست بستہ کہنے لگی : ''اے میرے باپ ! میری بات سنو ۔
ہمارے گھر کے دروازے پر فقیر کے بھیس میں کوئی مسخرہ کھڑا ہے ،
جو تیری بیٹی کے دیدار کا طالب ہے''۔

یہ سن کر وہ وہاں سے چل کر اپنی بیٹی کے پاس پہنچا :
''اے بیٹی ! حکم دو ، تم جو چاہو گی وہی ہو جائے گا''۔
''اس فقیر کو دو چار دھکے دے کر یہاں سے نکال دو''۔
''اے فقیر ! یہاں سے دور ہو جا ، یہ لوھاری کا حکم ہے''۔
یہ سن کر فقیر نے کہا :
''میں تیری صورت دیکھنے کے لیے مکے سے چل کر آیا ہوں''۔
یہ جواب سن کر وہ چنچل عورت غصے میں آ گئی ۔
اس نے فوراً جلادوں کو طلب کیا :
''اس فقیر کو پکڑ کر اس کی مشکیں باندھ دو ۔
اسے کہو وہ یہاں سے چلا جائے ، ورنہ اس کے ٹکڑے اڑا دو''۔
یہ سن کر فقیر نے لوھاری سے کہا :
''میں ان باتوں سے ڈرنے والا نہیں ، میں تجھے ضرور ایک نظر دیکھوں گا''۔
یہ سن کر لوھاری جلالی نے فوری حکم دیا :
''اس کی مشکیں باندھو اور اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دو
اور ان ٹکڑوں کو کمبل میں باندھ دو''۔
یہ سن کر جلاد نے تلوار چلا دی ۔
فقیر خاموش رھا ، یہی خدا کا حکم تھا ۔
جلاد نے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے اور دریا کی طرف لے چلا ۔
اس نے وہ ٹکڑے دریا میں پھینک دیے اور انہیں مچھلیاں کھانے لگیں
''میرا سارا بدن کھا لو مگر دونوں آنکھیں رھنے دو ،
کیوں کہ مجھے اپنے محبوب کو دیکھنے کی امید ہے''۔
اللہ کے دربار سے خواجہ خضر[؏] کو حکم پہنچا :
''اس فقیر کا بدن صحیح سالم کر دو ،
اسے محبوب سے ملنے کی تمنا ہے''۔
اللہ کے حکم سے اس کا بدن صحیح سالم ہو گیا ۔
فقیر نے ذرا توقف نہ کیا ، فوراً لوھاری کے پاس پہنچ گیا :
''اے جلالی لوھاری ! تو اللہ کی پیاری ہے ، اس فقیر کو اپنی صورت دکھلا دے''۔
جلالی بولی : ''اے کہلی ! ذرا سن تو سہی ؛

ہماری ڈیوڑھی پر فقیر کیا کہ رہا ہے ؟''
کمالی نے اسے دیکھا تو رونے لگی اور بہن کے پاس آ گئی :
''بہن ! یہ فقیر نہیں ، کوئی بزرگ ہے اور کوئی طاقتور بزرگ ہے ۔
جس فقیر کو تو نے قتل کرا دیا تھا ، وہ تیرے دروازے پر کھڑا ہے''۔
یہ سن کر جلالی غصے میں آ گئی اور اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں ۔
''اے فقیر ! اگر تو یہاں سے دور نہ ہوا تو تجھے ٹکڑے ٹکڑے
کر دوں گی''۔
''میں ان باتوں سے نہیں ڈرتا ، میں تو تمھاری صورت دیکھوں گا ''۔
آواز سن کر جلالی کا باپ وھاں آ گیا ۔
''اے باپ ! اس کو قتل کر دو ، ورنہ میں
اپنے آپ کو خنجر مار لوں گی''۔
یہ سن کر اس کے باپ نے جھٹ سے جواب دیا :
''جو کچھ تو کہے گی ، میں اسی وقت اس پر عمل کروں گا ''۔
''لوہے کا تنور تیار کرا کے اس میں لکڑیاں بھر کر انھیں آگ لگا دو
اور اس فقیر کی مشکیں کس کر اسے اس تنور میں گرا دو''۔
جلالی کے باپ نے اسی وقت تنور تیار کرایا اور اس میں لکڑیاں
جلائیں ۔
جب تنور آگ سے سرخ ھو گیا تو جلالی نے فقیر سے کہا :
''اے فقیر ! یہاں سے چلا جا ورنہ جل کر راکھ ھو جائے گا ''۔
''میں تمھارے دیدار کے لیے مکے سے چل کر آیا ھوں''۔
یہ سن کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔
فقیر کی مشکیں کس کر اسے تنور میں گرا دیا گیا ۔
شہر کے سارے لوگ رو رہے تھے ، وہ لوھاری سے کہنے لگے :
''اے لوھاری ! تو نے یہ کیا کیا ؟ فقیر کو اس طرح مروا دیا ؟''
دربار الٰہی سے حکم ھوا اور دھوئیں کو بل دے دیے گئے
اور روڈے شاہ فقیر کجلی بن پہنچ کر وھاں سو گئے ۔
جلالی لوھاری نے باپ سے کہا : ''باپ ! میری بات سنو ؛
اس ساری راکھ کو دریا میں بہا دو ۔
جب ھم اس فقیر کا نشان تک مٹا دیں گے ، پھر یہ کیسے میری صورت
دیکھے گا ؟''

یہ سن کر فقیر کی کونڈی اور سونٹا لوھاری سے کہنے لگے :
تو مانے یا نہ مانے مگر فقیر ضرور تیری صورت دیکھے گا ''۔
یہ بات سن کر لوھاری کہنے لگی :
''ہم نے اس کی راکھ تک دریا میں بہا دی ہے ، اب اس کی رسم سوم بھی ادا کر دیں گے''۔
لوھاری نے اسی وقت چولھوں پر دیگیں چڑھا دیں ۔
شہر میں ڈونڈی پٹوا کر سارے فقیروں کو کھانے کے لیے جمع کر لیا ؛
چٹائیاں بچھا دی گئیں اور سب فقیر ان پر بیٹھ گئے ۔
کونڈی اور سونٹا منتظر رہے مگر روڈے شاہ فقیر نہ پہنچا ۔
دربار اللٰہی سے حکم ہوا اور روڈے شاہ نیند سے جاگ اٹھا :
''اے فقیر ! تم یہاں سوئے پڑے ہو اور وہاں تمھارے سوم کی رسم ادا کی جا رہی ہے''۔
یہ سن کر روڈے شاہ وہاں سے چلے اور لوھاری کے پاس پہنچ گئے ۔
روڈے شاہ نے وہاں آ کر بھری مجلس میں یہ سوال کیا :
''اے لوھاری جلالی ! اے اللہ کی پیاری ! فقیر کو اپنی صورت دکھا دے !''
یہ سن کر لوھاری جلالی اپنی بہن سے کہنے لگی :
''یہ فقیر نہیں کوئی بزرگ ہے اور بڑی طاقت کا بزرگ ہے ۔
تو میرا لباس پہن لے اور فقیر کو اپنی صورت دکھا آ ''۔
کمالی نے اس کا لباس پہن لیا اور فقیر کے پاس آ گئی :
''اے فقیر ! میرا دیدار پا لے ، جلالی تیرے سامنے کھڑی ہے''۔
یہ سن کر فقیر نے جلالی سے کہا :
''اگر تو جلالی ہے تو تیرے چہرے پر نور برسے !
اور اگر تو فقیر کو دھوکا دے رہی ہے تو تیرا بدن لاش کی طرح ہو جائے !''
درگاہ اللٰہی سے حکم ہوا اور اس کا بدن لاش کی طرح ہو گیا ۔
اب وہ روتی پیٹتی جلالی کے پاس آئی ۔
''اگر تو اپنی بہتری چاھتی ہے تو فقیر کو اپنی صورت دکھا دے ورنہ تیرا بدن لاش کی طرح ہو جائے گا''۔
بہن کی صورت دیکھ کر جلالی رونے لگی اور دوڑ کر فقیر کے پاس پہنچ گئی :

''اے فقیر! میری صورت دیکھ لے ، جلالی تیرے سامنے کھڑی ہے''۔
''فقیر کا یہ جواب ہے کہ میں اس طرح تیری صورت نہ دیکھوں گا۔
تو اپنے محل کی چھت پر کھڑی ہو جا اور پھر اپنا نقاب الٹ دے۔
اس طرح اپنی صورت دکھا کہ ساری دنیا تیری معترف ہو جائے''۔
فقیر کی یہ بات سن کر وہ رو پڑی اور کہنے لگی :
''ایسی باتیں نہ کہو اور مجھے رسوا نہ کرو''۔
''میں اس بات سے پیچھے نہیں ہٹوں گا ، یہ فقیر کا کہنا ہے''۔
تو چھت کے اوپر کھڑی ہو جا تاکہ تجھے ساری دنیا دیکھے''۔
یہ سن کر وہ ہوشیار عورت چھت پر چڑھ گئی۔
روڈے شاہ نے آواز دی : ''اے شہر کے لوگو ! سنو ؛
جلالی چھت پر کھڑی ہے اور اس نے اپنا نقاب الٹ دیا ہے''۔
سب لوگوں نے اسے دیکھا ، اس کے بعد روڈے نے اپنی خچر پر زین کسا
اور اس پر جھٹ سے سوار ہو گیا۔
''تیری صورت بہت حسین ہے اور تو عقل مند خاتون ہے۔
ہم اب مکے کو جاتے ہیں ، تو اپنے گھر آباد رہے!''
یہ سن کر لوہاری نے چھت سے چھلانگ لگا دی ؛
اس نے دلدل کو لگام سے پکڑ لیا اور فقیر سے کہنے لگی :
''مجھے بھی اب اپنے ساتھ لے چل ورنہ میں خنجر بھونک کر مر جاؤں گی''۔
یہ سن کر فقیر بولا :
''ہم فقیر ہیں ، تیرا ہمارا کیا ساتھ ؟''
''فقیر! تو ہمیں اپنی محبت دے جا رہا ہے ، اب ہمارے لیے تیرے بغیر جینے کی کوئی امید نہیں۔
یا تو میں تیرے ساتھ چلوں گی ورنہ خنجر بھونک کر مر جاؤں گی''۔
یہ سن کر فقیر نے اسے فوراً اپنے ساتھ لے لیا
اور دونوں لمبی مسافت پر چل پڑے۔
راستے میں ایک جنگل آیا ، فقیر نے وہاں اپنا ڈیرا لگا دیا۔
ان دونوں نے جنگل میں رات بسر کی ؛
پھر فقیر جلالی کو اپنے ساتھ مکے لے آئے۔

حکایت ۲۸

عبداللہ شاہ متوطن سامین

اسے غلام محمد بلچانی مزاری نے بلوچی زبان میں بیان کیا اور ایم لانگ ورتھ ڈیمز نے بلوچی سے انگریزی میں ترجمہ کیا ۔

عبداللہ شاہ موضع سامین ضلع ڈیرہ غازی خان کا سید تھا ۔ یہ موضع ڈیرہ غازی خاں سے جنوب کی جانب چند میل کے فاصلے پر ہے ۔ وہ اپنے زمانے میں نہایت متقی مشہور تھا ۔ عبداللہ شاہ کا پوتا ، جو اسی گاؤں میں رہتا ہے ، زندہ ہے اور آج بھی اپنے خاندان کی یہ شہرت بر قرار رکھے ہوئے ہے ۔ اس کہانی کی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ اس سے پنجاب کی مقبول ترین کہانی ھیر رانجھا کے کرداروں سے تعارف ہو جاتا ہے ۔ یہاں رانجھا ابھی تک اپنے اصل پیشے ، بھینسیں چرانے میں مشغول دکھایا جاتا ہے ۔ وہ بھینسیں چراتا ہے اور رسول پاکؐ کے دربار میں دودھ مہیا کرتا ہے[۱] ۔

ھیر رانجھا کی کہانی پنجاب بھر میں مشہور ہے، اس جلد میں کسی اور جگہ ھیر رانجھا کی پوری کہانی بھی دی گئی ہے ۔ ھیر

---

۱ - مرتب یہ سمجھا ہے کہ اس کہانی میں ھیر رانجھا کو جس طرح دکھایا گیا ہے ، وہ ان کی اس دنیا میں آنے سے پہلے کی حالت ہے - میرے خیال میں یہ کہانی ان کی موت کے بعد کی حالت بیان کرتی ہے - مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ اپنے سچے عشق کی بدولت وہ ابھی زندہ ہیں اور انھیں حضورؐ کے دربار میں رسائی حاصل ہے - مترجم

چوچک سیال کی بیٹی تھی ، جو رنگ پور[1] ضلع مظفر گڑھ کا
رہنے والا تھا ۔ رانجھا کا اصلی نام دھیدو تھا ، وہ جاٹ تھا
اور اس کی گوت رانجھا تھی ۔ عام طور سے وہ رانجھا ہی کے
نام سے مشہور تھے، اسے رانجھورا ، رنجھیڑا اور رنجھیڑھا بھی
کہتے ہیں ۔ اس کا باپ مانجو تخت ہزارہ کا چودھری یا
نمبر دار تھا ، رنگ پور[1] ضلع گوجرانوالہ میں واقع ہے ۔

سیال راجپوت ہیں اور اپنے آپ کو جاٹوں سے برتر سمجھتے ہیں ۔
وہ انہیں اپنی لڑکیوں کا رشتہ دیتے نہیں ، البتہ ان سے لے
لیتے ہیں ۔ اگرچہ ہیر اور رانجھا دونوں مسلمان تھے مگر اس
رواج کے مطابق ان کی آپس میں شادی نہیں ہوسکتی تھی، اس
لیے ان کی محبت بھی نادرست تھی اور تباہی پر منتج ہوئی ۔
سیالوں کا فخر ایک اور مقبول عشقیہ قصے ''مرزا اور
صاحباں'' سے بخوبی واضح ہو جائے گا ۔ یہ پورا قصہ بھی
آئندہ صفحات میں دیا جائے گا ۔ آج بھی کسی سیال کے سامنے
ہیر یا صاحباں کا نام لینا اس کی توہین کرنا ہے ، اور جہاں
یہ قصے بیان کیے جا رہے ہوں، وہاں کوئی سیال کھڑا نہیں
ہوگا ۔ پنجاب میں انہیں اسی طرح سچے عاشق تصور کیا
جاتا ہے ، جیسے عرب میں لیلیٰ مجنوں کو اور ایران میں
شیریں فرہاد کو سمجھا جاتا ہے ۔ ہیر کا مقبرہ جھنگ کے
سول اسٹیشن سے نصف میل کے فاصلے پر ہے اور سروے کے
نقشوں میں اسے ''مقربہ ہیر'' یعنی ''مقبرۂ ہیر'' لکھا گیا ہے۔
اینٹوں کی یہ عمارت سولھویں صدی کے معمولی اسلامی مقبروں
کی طرح ہے ، سوائے اس کے کہ اِس کے اوپر گنبد نہیں ،
بلکہ یہ اوپر سے خالی ہے ، تین طرف دریچے ہیں ، مگر
مغربی جانب بند ہے ۔ اس کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ
ہیر پر ہر طرف سے ہوا آئے مگر رنگ پور کی جانب سے ،
جہاں اسے قتل کیا گیا تھا ، اس کی طرف ہوا نہ آئے ۔ یہ

---

۱ ۔ ممکن ہے مرتب کے دنوں میں یہ دیہات بالترتیب ضلع مظفر گڑھ
اور ضلع گوجرانوالہ ہی میں ہوں ۔ مترجم

مقبرہ دریائے چناب کی ایک پرانی گزرگاہ کے قریب ہے
اور کہا جاتا ہے کہ ہیر کی موت کے وقت دریا وہیں پر
بہتا تھا ، اور ایک تاجر کو ، جو کشتی میں دریا پار کر رہا
تھا ، ہیر خواب میں ملی اور اس نے اسے بتایا کہ وہ اس کا
مقبرہ اس جگہ تعمیر کرے ، اور اس طرح تعمیر کرے کہ
آسمان کی بارش ہمیشہ اس پر پڑتی رہے ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا
گیا ، مگر جب اس کا بدن لحد میں رکھا گیا تو اس پر
مٹی ڈالنے سے پہلے رانجھا بھی وہاں پہنچ گیا اور وہ بھی
قبر میں داخل ہو گیا اور وہیں زندہ دفن ہوا ۔ اس حکایت
میں یہ واقعہ مندرج نہیں مگر ایک بوڑھا جاٹ بھٹا ویس
جو ہیر کے مقبرے کا نگران ہے ، اس نے مجھے یہ بات بتائی
تھی ۔ ماگھ کے مہینے میں وہاں ایک مقامی نوعیت کا میلہ
بھی لگتا ہے ۔ عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہیر
اور رانجھا کا زمانہ آج سے سات آٹھ سو برس پیشتر تھا مگر
بعض لوگ اسے اکبر کے عہد (سولھویں صدی) کا واقعہ
بتاتے ہیں ؛ مقبرے کا طرز تعمیر سولھویں صدی ہی کے
مطابق ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ ہیر اور رانجھا کے متعلق پہلی نظم ناسودھر
پٹواری جھنگ نے لکھی تھی مگر سب سے زیادہ مشہور نظم
وارث شاہ کی لکھی ہوئی ہے ، جو رانجھا کے گاؤں تخت ہزارہ
ضلع گوجرانوالہ کا رہنے والا تھا ۔ اب تو بھاٹ بھی یہ نظم
گاتے پھرتے ہیں ۔ وارث شاہ کا زمانہ ڈیڑھ دو سو برس قبل
بتایا جاتا ہے ۔

عبداللہ شاہ سید سمین میں رہتا تھا ، وہ حج کے لیے روانہ ہوا اور
ایک جہاز پر سوار ہوگیا ۔ راستے میں جہاز خراب ہو گیا ، ملاحوں نے
بہت کوشش کی مگر جہاز نہ چلا ۔

سمندر کے کنارے پرندوں کا ایک جھنڈ بیٹھا تھا ۔ جہاز کا مالک

کہنے لگا : ''کیا کوئی ایسا شخص ہے جو اللہ کے لیے اپنی جان کی قربانی دے اور جہاز سے آتر کر کنارے پر جائے اور ان پرندوں کو وہاں سے آڑا دے''۔

عبداللہ شاہ نے کہا : ''اللہ کی خاطر میں اپنی جان خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہوں''۔

وہ جہاز سے آترا اور اس نے کنارے پر جا کر پرندوں کو وہاں سے آڑا دیا ۔ پرندوں کے آڑنے سے جو ہوا پیدا ہوئی ، وہ جہاز تک پہنچی اور جہاز چل نکلا ۔

عبداللہ شاہ ساحل پر اکیلا رہ گیا تو وہ خشکی کے راستے پیدل ہی روانہ ہو گیا ۔ راستے میں ایک جگہ اس نے بھینسوں کے کھروں کے نشانات دیکھے ، وہ ان نشانات پر ہو لیا اور چلتے چلتے اسے دور سے دھواں اٹھتا نظر آیا ؛ وہ بھینسوں کی چراگاہ میں جھونپڑی تھی اور ایک سرخ بالوں والی عورت وہاں بیٹھی تھی ۔

جب عبداللہ شاہ اس کے قریب پہنچا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی : ''عبداللہ شاہ ! میں تمھیں اللہ کے نام پر خوش آمدید کہتی ہوں''۔

عبداللہ شاہ نے اس سے پوچھا : ''اماں ! تم کون ہو؟''

اس نے جواب دیا : ''میں ہیر ہوں اور میاں رانجھا اپنی بھینسوں کے ساتھ ہے ۔ تم اس وقت یہاں بیٹھ جاؤ اور آرام کرو، میاں رانجھا ابھی آتا ہے''۔

شام کے وقت بھینسیں واپس آئیں تو ان کے ساتھ ایک سرخ ڈاڑھی والا آدمی بھی آ گیا ۔ عبداللہ شاہ نے ہیر سے پوچھا : ''یہ کون شخص ہے جو بھینسوں کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے ؟''

اس نے جواب دیا : ''یہ میاں رانجھا ہے ''۔

جب وہ آیا تو عبداللہ شاہ کھڑا ہو گیا ۔ سرخ ڈاڑھی والے آدمی نے کہا : ''عبداللہ شاہ ! میں تمھیں اللہ کے نام پر خوش آمدید کہتا ہوں''۔

عبداللہ شاہ نے پوچھا : ''میاں رانجھا ! سب خیریت ہے؟''

میاں رانجھا نے بھی اس کی خیر خیریت دریافت کی ۔ عبداللہ شاہ نے اسے اپنا سارا واقعہ سنایا ، رانجھا نے کہا : ''حضور کے دربار میں تمھارا حج قبول ہو چکا ہے ۔ رات میں وہاں کچھ دودھ لے کر جاؤں گا تو تمھیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا''۔ پھر اس نے مٹی کا ایک برتن دودھ سے بھرا ، اسے اپنے سر پر رکھا اور عبداللہ شاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس سے کہا : ''اپنی آنکھیں بند کرو''۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں ۔ پھر رانجھا نے کہا : ''اب آنکھیں کھول دو''۔

اس نے آنکھیں کھولیں تو پیغمبرؐ خدا کو اپنے سامنے تخت پر بیٹھے دیکھا ۔ حضور نے اسے سلام کہا اور اس کا حج قبول فرمایا ۔

وہاں اس نے سمین کا ایک کمھار بھی دیکھا جسے اسی روپے جرمانہ ہوا ۔ اس کے بعد پیغمبرؐ خدا نے حکم دیا : ''میاں رانجھا ! تم عبداللہ کو اس کے گاؤں چھوڑ آؤ''۔

وہ دونوں ـــ میاں رانجھا اور عبداللہ شاہ ـــ وہاں سے باہر آ گئے اور اپنی جھونپڑی میں پہنچ گئے ۔ میاں رانجھا نے اس سے کہا : ''یہاں دو دن ٹھہرو اور میری بھینسوں کا دودھ پیو ، پھر میں تمھیں تمھارے گاؤں چھوڑ آؤں گا''۔

دو دن وہ وہاں ٹھہرا ، تیسرے دن رانجھا نے اس سے کہا : ''مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ اور پھر اپنی آنکھیں بند کرو''۔

اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں ۔ پھر رانجھا نے کہا : ''اب میرا ہاتھ چھوڑ دو اور اپنی آنکھیں کھول لو''۔

اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ اپنے گاؤں سمین میں تھا ۔

ساری دنیا نے عبداللہ شاہ کو اس طرح آتے دیکھا ۔ کمھار عبداللہ شاہ کے پاس روتا ہوا آیا اور کہنے لگا : ''فلاں جگہ ایک ترکھان کے ہاں چوری ہوگئی تھی، وہ چوروں کے پاؤں کے نشانات پر چلتے ہوئے میرے گھر کے قریب سے گزرے ، اب حکومت کہتی ہے :

"اسی روپے جرمانہ ادا کرو" میں بے گناہ ہوں ، خدا کے لیے مجھے ان سے چھڑاؤ"۔

عبداللہ شاہ کہنے لگا : "میں تمھیں اس جرمانے سے نہیں بچا سکتا ، کیوں کہ تمھیں یہ جرمانہ حضورؐ کے دربار میں ہوا تھا ؛ جاؤ اور جا کر اسے ادا کر دو"۔

حکایت ۲۹

راجا جگدیو کی کہانی

ضلع منٹگمری کے ایک بھاٹ کی زبانی

راجا جگدیو پنوار کون تھا ، اس کے متعلق صحیح صحیح معلومات کی کوشش غالباً سعی لاحاصل ہوگی ، کیوں کہ پرامارا کے پنوار (بالضم) یا پنوار (بالفتح) راجپوت اتنے عرصے سے شاہی شان کھو چکے ہیں کہ اب ان کی سابقہ شوکت کے محض فرضی قصے کہانیاں باقی ہیں ۔ اس حکایت میں راجا جگدیو کے خاندان کے کئی افراد کے نام دیے گئے ہیں ، مگر ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اس راجا کی شخصیت پہچاننے میں مدد دے ۔ بھاٹ ، دھارا یا دھارا نگری سے جو راجا جگدیو کی جنم بھومی تھا ، پاک پٹن مراد لیتے ہیں ، مگر میرے خیال میں اس نام کا تعلق قدیم پراماروں کے اصل وطن دھارا نگر سے ہے ، جو وندھیا چل میں واقع تھا ۔ اس نے دیو کے ساتھ جو معرکے مارے ، بتایا جاتا ہے کہ وہ دیپالپور میں پیش آئے ۔ کسی زمانے میں دیپالپور اہم شہر تھا مگر اب یہ ضلع منٹگمری کا ایک غیر معروف قصبہ ہے ۔ میں نے اس قصبے میں جا کر کوشش کی مگر وہاں سے اس راجا کے متعلق کچھ پتا نہ چل سکا ۔ بتایا جاتا ہے کہ راجا جگدیو کا دوسرا کارنامہ جے پور کے جدید شہر میں پیش آیا اور اس کا تعلق بھی نسبتاً جدید عہد سے ہے ۔

یہ حکایت خالص لوک کہانی ہے اور وہ بھی عام قسم کی ۔ اس میں جو تھوڑے بہت تاریخی واقعات آ جاتے ہیں ، وہ بھی

متضاد اور الجھے ہوئے ہیں ۔ جگدیو کی پیدائش سلیم شاہ سور کے زمانے میں بتائی جاتی ہے جس کا عہد حکومت ۱۵۴۵ء تا ۱۵۵۴ء تھا اور اس کا ایک کارنامہ مشہور جے سنگھ سوائی بانیٔ جے پور کی زندگی میں واقع ہونا بیان کیا جاتا ہے اور جے سنگھ کی وفات ۱۷۴۳ء میں ہوئی تھی ۔

میں نے اس حکایت کی نثر اصل عبارت میں پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی مگر اشعار کی زبان زیادہ تر قدیم ہے ۔

کسی زمانے میں دواپر جگ[1] میں ایک راجا تھا جس کا نام آدادیت تھا ، یہ راجا پنوار تھا ؛ راجا کرن پنوار اسی کی اولاد میں سے تھا ۔

راجا آدادیت کا کوئی لڑکا نہ تھا ۔ ایک روز راجا جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کہ اس نے وہاں ایک فقیر کو بیٹھے دیکھا، راجا گھوڑے سے اترا اور فقیر کی تعظیم بجا لایا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی اس کی تعظیم بجا لانے کا حکم دیا ۔ اس کے بعد راجا فقیر کے سامنے عاجزی سے کھڑا ہو گیا ، فقیر نے راجا کے اس طرز عمل کو بہت پسند کیا اور اس سے کہا : ''مانگ کیا مانگتا ہے''۔

راجا نے کہا : ''میرے ہاں کوئی لڑکا نہیں''۔ اس پر فقیر نے ہاتھ پھیلایا اور اس کے ہاتھ میں دو سیب آ گئے جو اس نے راجا کو دے دیے اور اسے نصیحت کی کہ وہ جا کر انہیں اپنی دونوں بیویوں کو دے دے ، ان کے بطن سے تیرے ہاں دو بیٹے پیدا ہوں گے ؛ راجا نے ایسا ہی کیا ۔

---

۱ ۔ کہانی کو قدامت کا رنگ دینے کے لیے یہ بیان یوں ہی دے دیا گیا ہے ۔ مرتب

دواپرجگ ست جگ اور کلجگ کا درمیانی عہد سمجھا جاتا ہے ؛ ست جگ بہترین زمانہ ہے اور کلجگ بد ترین ، ہندوؤں کے خیال کے مطابق زمانہ رو بہ زوال ہے ۔ مترجم

پانچ ماہ بعد دھلی کے بادشاہ سلیم نے راجا سے اڑھائی لاکھ روپے کا مطالبہ کیا مگر راجا صرف سوا لاکھ روپیہ ادا کر سکا اس لیے اسے دھلی میں روک لیا گیا ۔ جب اسے دھلی میں تین چار ماہ ہو گئے تو ایک ڈوم کو وھاں بھیجا گیا کہ وہ اسے اس کے بڑے لڑکے جگدیو کی پیدائش پر مبارک باد پیش کرے ؛ چار دن بعد ایک برھمن کو بھیجا گیا کہ وہ اسے اس کے چھوٹے بیٹے رندھاؤر کی پیدائش کی مبارک دے ۔ برھمن ڈوم سے پہلے دھلی پہنچ گیا اس لیے رندھاؤر کی پیدائش کی اطلاع جگدیو کی پیدائش کی اطلاع سے پہلے پہنچ گئی اور بادشاہ دھلی نے اپنے کاغذات میں رندھاؤر کو آدادیت کا وارث لکھ دیا ۔ بعد میں بادشاہ کے سامنے صحیح واقعات پیش کیے گئے مگر اس نے پہلا حکم تبدیل کرنے سے انکار کر دیا اور اس طرح رندھاؤر راجا کا بڑا لڑکا تصور ہونے لگا ۔

بادشاہ نے اپنے اڑھائی لاکھ کے مطالبے میں سے سوا لاکھ روپیہ لینے سے انکار کر دیا تھا اس لیے سوا لاکھ کی وہ رقم ابھی راجا ھی کے پاس تھی ۔ جب راجا نے ڈوم کو بتایا کہ اسے کیوں دھلی میں رکھا گیا ھے تو ڈوم نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اس روپے کو جو اس کے پاس ھے ، اپنے دونوں بیٹوں کی پیدائش کی خوشی میں دعوت اور انعام و اکرام پر خرچ کر دے اور پھر دیکھے کہ مولا کیا کرتا ھے ؛ چنانچہ راجا نے ایسی شان دار دعوت کا انتظام کیا جو اس سے پہلے کبھی دھلی میں بھی دیکھنے میں نہ آئی تھی اور اس نے سب نوکروں چاکروں کو انعام و اکرام سے بہت خوش کیا ۔ بادشاہ اور اس کی بیگم نے بھی اس دعوت کے متعلق سب کچھ سن لیا ؛ بیگم نے بادشاہ سے سفارش کی کہ وہ اس راجا کو معاف دے دے جس نے بادشاہ کی رعیت کو خوش کرنے کے لیے اپنی ساری پونجی صرف کر دی ھے ۔ اگلے روز بادشاہ نے اپنے دربار عام میں راجا کو طلب کیا اور نہ صرف اس کا سارا خراج معاف کر دیا بلکہ اسے اپنی طرف سے خلعت بھی عطا کیا اور اسے واپس اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی ۔

بعد میں جب وہ لڑکے بڑے ہوئے تو رندھاؤر کو راجا کا جانشین مقرر کیا گیا اور سب لوگ اس کی خدمت میں سلام کے لیے

حاضر ہوئے مگر جب جگدیو اس کے سامنے گیا تو اس نے اس کی تعظیم بجا لانے کی بجائے اس کے سامنے زمین پر اپنا نیزہ گاڑ دیا اور دل میں کہا کہ باپ کا اصل جانشین تو میں ہوں ۔ وزیروں اور درباریوں نے یہ دیکھا تو راجا آدادیت سے کہا کہ جگدیو قوی انسان ہے اور اس کے دل میں اپنے بھائی کے خلاف حسد پیدا ہو گیا ہے ، وہ ضرور کسی دن راجا رندھاوُر کو مار ڈالے گا ۔ راجا آدادیت نے جگدیو کو بتایا کہ لوگ اس کے متعلق یہ کہتے ہیں ؛ اس پر جگدیو نے ملک چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اور ایک گھوڑا اور ایک خادم ساتھ لے کر وہاں سے قسمت آزمائی کے لیے چل دیا ۔

پھرتے پھراتے وہ راجا کنکھار کے ملک میں پہنچ گیا اور ایک برھمن عورت کے ہاں شب باش ہوا ۔ وہ برھمنی اور اس کا بیٹا راجا کنکھار کے محل کے پڑوس ہی میں رہتے تھے ، وہ بیوہ عورت تھی ۔ راجا جگدیو نے اسے ایک رات کے قیام کے عوض سونے کی پانچ مہریں[۱] پیش کیں ۔

اس شہر میں ہر رات ایک دیو آتا اور تین چار آدمی مار کر کھا جاتا ۔ راجا نے تنگ آ کر اس کے لیے ایک قلعہ تعمیر کرا دیا جو رقبے میں ایک مربع میل تھا ۔ راجا ہر روز وہاں دیو کے لیے بارہ روٹیاں اور کچھ گوشت اپنے ہاں سے اور ایک آدمی شہر سے بھیجتا تاکہ دیو خوش رہے اور لوگوں کو تنگ نہ کرے ۔ اس دیو کا نام مڑھا[۲] تھا اور اس کا یہ قلعہ اب بھی دیپالپور[۳] کے قریب موجود ہے جو منٹگمری سے تقریباً تیس میل کے فاصلے پر ہے ۔ راجا جگدیو کی موجودگی میں کوتوال نے بیوہ عورت سے آ کر کہا کہ کل دیو کے پاس جانے

---

۱ ۔ تقریباً اسی روپے ۔ مرتب

۲ ۔ مرتب نے اس لفظ کے معنی لاش لکھے ہیں ، ویسے مڑھی سے وہ جگہ مراد لی جاتی ہے جہاں ہندو مردوں کو جلاتے ہیں یا کسی مردے کی ہڈیاں دفن کرتے ہیں ۔ مترجم

۳ ۔ سولھویں صدی تک دیپالپور لاہور اور ملتان کے بعد اہم ترین شہر تھا ، یہ پاک پٹن سے دور نہیں ۔ مرتب

کے لیے تیرے بیٹے کی باری ہے؛ بڑھیا یہ سن کر رونے لگی اور بولی :

''اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں یہ بستی چھوڑ کر کسی اور جگہ چلی جاتی ۔
میں کسی اچھے ملک میں بیٹھ کر محنت مزدوری سے اپنا پیٹ پالتی ؛
یہاں بیٹھ کر اب میں اپنی جان کو رو رہی ہوں ۔
میرا ایک ہی نیک اور بہادر بیٹا ہے جس کے خیال سے میری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں ۔
مجھے آج کی رات غم میں بسر کرنی ہے ؛
میں یہ رات اس بستی میں کیوں کر گزاروں ؟''

کوتوال بڑھیا کو اسی طرح روتا دھوتا چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا ۔ بڑھیا کی یہ حالت دیکھ کر جگدیو کا دل رحم سے بھر آیا کیوں کہ وہ نیک[1] ، دلیر ، مخلص ، شریف اور سخی تھا ؛ وہ بیوہ سے کہنے لگا :

''اے حاجت مند ! نہ رو ، میں اپنا سر دوں گا
اور خدا کے نام پر دوں گا تاکہ مجھے دونوں جہان میں نیک نامی حاصل ہو ۔
میں تمھارے بیٹے کو چھڑاؤں گا ، راجپوت ہمیشہ سچی بات کہتا ہے ،
میں اپنا سر دوں گا تاکہ تمھارے بیٹے کو موت نہ آئے''۔

جگدیو یہ کہہ کر سو گیا اور بڑھیا اس کے قول سے مطمئن ہو گئی ۔ اتنے میں کوتوال نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا : ''ماتا ! اپنا بیٹا دو''۔ راجا جگدیو نے کوتوال کی آواز سنی تو اسے اپنا وعدہ یاد آیا ، وہ تلوار لے کر باہر نکل آیا اور کوتوال سے کہنے لگا : ''مجھے بتاؤ ، وہ دیو کہاں رہتا ہے ؟''

کوتوال سوچنے لگا : ''یہ کون شخص ہے ؟ نہ یہ برھمن ہو سکتا ہے ، نہ خادم''۔ چنانچہ اس نے جگدیو سے کہا :

''تو کس دیس کا رہنے والا ہے ؟ تیرا گاؤں کون سا ہے ؟
تو کس باپ کا بیٹا ہے ؟ تیرا نام کیا ہے ؟
تو کس ملک کو جا رہا ہے ؟ ہماری بوی ایک بات سن لے ۔

---

۱ - جتی ، ستی ، هتی ، پتی ، سخی ۔

مجھے یہ تیرا آخری دن نظر آتا ہے ؛ وہ دیو بہت طاقت‌ور ہے ، اب تک
وہ ایک لاکھ انسان کھا چکا ہے''۔

راجا جگدیو نے جواب دیا :
''راؤ جگدیو کہتا ہے ، ہر شخص کو ایک روز فنا ہو جانا ہے ،
راجپوت میدان میں آ کر کبھی پیٹھ نہیں دکھاتا ،
انسان ایسی بات منہ سے کیوں نکالے جسے پورا نہ کر سکے ۔
جگدیو کوتوال سے کہتا ہے : کیا تم لوگ ہمیشہ زندہ رہو گے؟''

کوتوال کہنے لگا : ''میں اسے دیو کے پاس لے جاتا ہوں کیوں کہ یہ مرنے کے لیے راضی ہے مگر میں اپنے ساتھ گواہ بھی لے لوں گا تاکہ لوگ مجھے یہ الزام نہ دیں کہ میں نے ایک مسافر کو دیو کے سامنے ڈال دیا''۔

اس نے جگدیو کو اپنے ہمراہ لیا اور پانچ سات اور اشخاص بھی ساتھ
لے لیے ۔
وہ سب راکھشس کے پاس پہنچے اور جا کر اس کے قلعے کا دروازہ
کھولا ۔
بہادر پنوار اپنے ساتھیوں سے وداع ہو کر آگے بڑھ گیا ۔
وہ لوگ اپنے دل میں کہنے لگے : ''یہ راجپوت ذرا نہیں ڈرتا''۔

اس کے بعد کوتوال راجا کنکھار کے پاس گیا اور اسے ساری بات
بتائی ۔
کوتوال کنکھار کے پاس گیا اور اسے سارے واقعے کی اطلاع دی ۔
''میں نے آج ایک ایسا راجپوت دیکھا ہے جسے اپنی جان کی پروا
نہیں ۔
آج میں نے آپ کے اس شہر میں ایک عجیب چیز دیکھی ہے ؛
میں نے اس دواپر جگ میں صحیح معنوں میں ایک سخی راجپوت دیکھا
ہے''۔
یہ سن کر راجا کنکھار کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ؛
وہ ہوش کھو بیٹھا اور اپنے بال نوچنے لگا ۔
راجا کنکھا، کوتوال سے کہنے لگا : ''تم نے پہلے یہ بات کیوں نہ بتائی؟

راجپوت کو روک لو اور برهمن کے لڑکے کو مرنے دو''۔
کوتوال نے جواب دیا :
''هم نے اسے لاکھ بار سمجھایا مگر اس نے هماری ایک نه سنی ،
اس نے رب کے نام پر اپنا سر پیش کر دیا ھے ، یہی مرد کا نشان ھے ۔
وہ سوله خوبیاں[1] رکھتا ھے اور چوده علوم جانتا ھے ،
اس کی صورت حسین اور عقل قابل تعریف ھے''۔

کوتوال نے راجا کو یه بھی بتایا که وہ فاترالعقل نه تھا اور اسے اس خطرے کا پورا احساس تھا جس کا وہ سامنا کر رھا تھا مگر وہ کہتا تھا که چونکه وہ رب کے نام پر قول دے چکا ھے ، اس لیے وہ اب پیچھے نہیں ھٹے گا ۔

اس اثنا میں راجا جگدیو دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا : ''یه اچھی بات ھے که میں نے رب کے نام پر اپنا سر پیش کر دیا ھے''۔

جگدیو نے کچھ سوچا اور پھر دوڑ کر دروازے پر پہنچ گیا ۔
اس نے اسے ھاتھ سے دھکیلا اور دروازہ ٹوٹ گیا ،
وہ شیر کی طرح گرجتا ھوا قلعے سے باھر آیا ۔
'خدا مجھے فتح دے تو لوگ بھی مجھے تحسین و آفرین کہیں گے''۔
راجا اچانک دروازے سے باھر آیا اور دیو کا انتظار کرنے لگا ۔
دو گھڑی رات گزرنے کے بعد وہ راکھشس وھاں پہنچا ،
راؤ جگدیو نے آگے بڑھ کر اسے آواز دی
''پنوار یہاں پہنچ گیا ھے ، آج اس سے بڑی دو دو ھاتھ کر لو !
پنوار سے تمھارا مقابله ھوا تو تم اس کی قوت کے معترف ھو جاؤ گے''۔
دیو نے یه سنا تو وہ بولا :
''شاباش ! اے پیارے راجپوت ! تم پر آفرین ھے ،
میں تمھاری جاں بخشتا ھوں ، تم اپنے گھر چلے جاؤ ۔
ایسا دلیر نوجوان کیوں اس کٹھن میدان میں آئے ؟
هم نے جو کچھ که دیا ھے ، اسے سمجھ لو ! میں بار بار اسے نہیں دھراؤں گا ''۔

---

۱ ۔ ایک مکمل انسان کی روایتی خوبی ۔ مترجم

راجا جگدیو نے اسے یہ جواب دیا ،
بہادر پنوار نے اپنے منہ سے یوں کہا :
''تم کسی خاتون کے بیٹے ہو یا باندی کے ؟''
راکھشس اور جگدیو دونوں نے کمریں کس لیں اور میدان میں
آتر آئے
اور وہ دونوں شیر لڑائی لڑنے لگے ؛
رب نے اس لڑائی میں راجا جگدیو کو فتح نصیب کی ۔
نوجوان بہادر نے اپنے دونوں بازوؤں سے پورا زور لگایا ،
اس نے دیو کو پکڑا اور اسے کانپتی ہوئی زمین پر دے مارا ۔
دیو نے خدا کے نام کی دہائی دی ،
آدھی رات گزرنے کے بعد جگدیو کو اس پر فتح حاصل ہوگئی ۔

راجا جگدیو نے دیو کو زمین پر دے مارا اور خود اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا ۔ دیو نے راجا کی خوشامد شروع کر دی اور اس سے کہنے لگا : ''میں لنکا[1] میں پیدا ہوا تھا ، میرے ماں باپ ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ خدا مجھے نیک آدمی سے بچائے رکھے ۔ میں ان کی اس دعا پر ہنسا کرتا تھا کیوں کہ آدمی ہماری خوراک ہیں اور میں نہیں سمجھتا تھا کہ ان سے کیوں پناہ مانگی جائے ؟ جب میں بڑا ہوا تو لنکا سے چلا آیا اور آج پندرہ برس سے آدمیوں پر گزارہ کر رہا ہوں ۔ میری صورت دیکھتے ہی آدم زادوں کی جان ہوا ہو جاتی ہے اور پھر میں انہیں مزے سے کھا لیتا ہوں مگر میرے ماں باپ کے دل سے انسانوں کا خوف دور نہیں ہوا تھا ۔

پہلے جو کچھ میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا ، آج وہ اپنی آنکھوں سے
دیکھ رہا ہوں ۔
اگر تم نے میری جان بخشی کر دی تو میں تمہیں تحفے پیش کروں گا ۔
جگدیو ! میری جان بخشی کر دو ، میں لنکا چھوڑ کر بِرج[2] میں
رہائش اختیار کر لوں گا

---

۱ ۔ کہانیوں میں دیوؤں کی سر زمین ۔ مرتب
۲ ۔ ہندوؤں کی مقدس جگہ ۔ مرتب

اور جیت کھاگ اور امر سنگھ دونوں کو تمھارے شہر میں حاضر کر دوں گا "۔

دیو نے راجا جگدیو کو بتایا کہ جیت کھاگ میرے باپ کو حضرت سلیمانؑ نے دیا تھا اور وہ سات سو شیطانوں سے لڑنے کی طاقت رکھتا ہے ۔ "اس کے علاوہ میں تمھیں امی سنگھ بیر بھی دوں گا اور اگر تم نے مجھے جان سے نہ مارا تو میں لنکا چھوڑ کر پھلنکا چلا جاؤں گا اور پھر کبھی واپس نہیں آؤں گا "۔

مگر راجا جگدیو نے اس کی جان بخشی کرنے سے انکار کر دیا ،
دیو کو زیر کرنے کے بعد اس نے تلوار بلند کی
اور خدا کا نام لے کر اس پر چلا دی ؛
اس کا سر کاٹ کے رکھ دیا اور دونوں جہان میں نیک نامی پا لی ،
'دھارا کا پنوار بہادر ہے ، جگدیو سخی مرد ہے'۔

راجا جگدیو نے دیو کا سر کاٹ لیا تو چاہا کہ برہمنی کے گھر واپس چلا جائے مگر راجا کنکھار نے شہر کے ہر دروازے پر پندرہ پندرہ سپاہی مقرر اور پانچ پانچ توپیں نصب کی ہوئی تھیں جو ہر وقت گولے برساتی رہتیں ، تاکہ دیو شہر کے نزدیک نہ آ سکے لیکن راجا جگدیو اس کے باوجود شہر کی طرف بڑھتا گیا ۔

جگدیو نے دیو کا سر کاٹ کر اپنی قوت دکھلا دی ؛
پھر اس نے دیو کا سر اپنے دائیں ہاتھ میں اٹھا لیا ،
آفت کا سر کاٹنے کے بعد وہ شہر کے دروازے پر زندہ آ کھڑا ہوا
"شہر کا درازہ کھولو ، مجھے برہمن کے گھر جانا ہے"۔

راجا نے دربانوں سے کہا : "چار[۱] چیزیں اچھی نہیں ہوتیں : ہاتھی بان ، سار بان ، گاڑی بان اور دربان ؛ بان کا لفظ اچھا نہیں ہوتا "۔

راجا نے پھر دربانوں سے کہا :
"اے بھلے مانس دربانو ! دروازے کے قفل اتار دو ؛

---

۱ ۔ یہ مشہور کہاوت ہے جس کا جواب "ہاں مہربان!" دیا جاتا ہے ۔ مرتب

اے شریف دربانو ! تمھارا کیا ارادہ ہے ؟
ہماری بات مان لو ، شریفوں کا یہی دستور ہے ؛
ہم خالص راجپوت ہیں اور تمھارے دوست ہیں ۔
دروازہ کھول دو ، میں تمھیں اس کا انعام دوں گا ''۔
''ہمیں تمھاری دوستی کیا معلوم ؟ خدا جانے تم کون شخص ہو ،
تم وہاں سے بھاگ آئے ہو ، تم نے یہ برا کام کیا ؛
تم دیو سے ڈر کے بھاگ آئے ، تم نے اپنا سر پیش نہ کیا ۔
جو برا کام تم نے کیا ہے ، اس شہر میں پہلے اس کی مثال نہیں''۔
دربانوں نے کہا : ''ہمیں یہ حکم نہیں کہ تمھیں شہر میں داخل ہونے
دیں''۔

راجا نے سوچا ، 'چونکہ یہ دیو سے اس قدر خائف ہیں ، میں انھیں اپنی کامیابی بتا ہی کیوں نہ دوں' ؛ چنانچہ اس نے کہا
''تم جس دیو سے خائف ہو ، میں نے اسے مار ڈالا ہے
اور اس سے اسی کی دو دھاری تلوار چھین لایا ہوں ،
میں اس کا سر کاٹنے کے بعد یہاں آیا ہوں ۔
دروازہ کھول دو تاکہ میں برھمن کے گھر جا سکوں''۔
دربان بولے :
''دروازہ وہی کھولے گا جو طاقت ور ہوگا
یا جس کے پاس توپیں ہوں گی ؛
اگر تم نے دیو کا سر کاٹا ہے تو اب (یہاں بھی) اپنی طاقت دکھلاؤ ،
خود ہی کواڑ کھول کر اندر آ جاؤ''۔

راجا جگدیو سمجھ گیا کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں ، اسے سخت غصہ آیا ۔ اس کی قوت غیر معمولی تھی ، اس نے دروازے کو اس زور سے دھکا دیا کہ پندرہ سپاہی اور پانچ توپیں سب ایک طرف لڑھک گئیں ۔
اس بڑے دروازے کو توڑ پھوڑ دیا ، جو لوگ پاس سو رہے تھے وہ
سب اٹھ بیٹھے ۔
اس نے سب قفل اور زنجیریں توڑ دیں اور دربانوں کو موت کے گھاٹ
اتار دیا ۔

اس نے دروازوں کو توڑ پھوڑ کر پیچھے کی طرف پھینک دیا ؛
پنوار کو اتنے ھی معرکے در پیش تھے جتنی بانس کے درخت کی پتیاں
ہوتی ھیں ۔
لوگوں نے یہ واقعہ دیکھا تو کہا : ''اس کی ذات پات کے متعلق
تجسس نہ کرو ؛
یہ دھارا کا بہادر پنوار ھے ، یہ جگدیو ھے جو مڑھا سے فتح یاب ھو کر
آیا ھے''۔

لوگ چلّانے لگے کہ دیو قلعے سے نکل کر شہر میں داخل ھو گیا ھے اور ساتھ ھی شہر سے بھاگنے لگے ۔ یہ خبر راجا کنکھار تک پہنچی تو اس نے اپنی فوج اکٹھی کر لی اور قلعے کے چاروں طرف توپیں چڑھا دیں ؛ اس کے بعد سپاھی قلعے کے اندر داخل ہوئے ؛ اس دوران میں راجا جگدیو برھمن کے گھر جا کر سو گیا ۔ راجا کنکھار کے سپاھیوں نے دیکھا تو قلعے کا دروازہ ٹوٹا پڑا تھا اور دیو مرا پڑا تھا اور دیو کا سر گردن سے کٹا ھوا تھا ۔ انھوں نے واپس آ کر راجا کو یہ خبر دی ، راجا اس بہادر کی تعریف کرتے ھوئے واپس آ گیا جس نے ایسے دیو کو مار ڈالا تھا ۔

پنوار فتح حاصل کرنے کے بعد اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا ۔
کنکھار نے یہ سنا تو اسے فوراً بلا بھیجا ،
اس نے سب امیروں کو اسے لینے کے لیے بھیجا اور اپنے وزیر سے کہا
''اس جوان کو ابھی یہاں لاؤ''۔

جب راجا کنکھار کے ملازم جگدیو کے پاس پہنچے اور اسے بتایا کہ راجا نے اسے بلایا ھے تو اس نے غصے سے کہا ''میں تمھارا نوکر نہیں ؛ میں راجا کے پاس اس وقت جاؤں گا جب میرا دل چاھے گا ، میں کل صبح راجا کے پاس جاؤں گا اور دیو کا سر اس کے حوالے کر کے اپنے ملک کو واپس چلا جاؤں گا ''۔

راجا نے پھر اپنے وزیر کو جگدیو کے پاس بھیجا ، وزیر نے اس سے
کہا :
''رائے کنکھار نے اپنے تمام عقل مندوں اور امیروں کو بلایا ھے
اور وہ سب اکٹھے ھو کر تمھیں بلانے کے لیے آئے ھیں''۔

اس کے بعد وزیر نے اس سے اس کا نام اور دیس دریافت کیا
''تم کس ملک کے جوان مرد ہو ؟ خود ہی صاف صاف بتا دو''۔
وزیر جگدیو سے کہنے لگا ''تم شیر مرد ہو ، یہیں رہو''۔

جگدیو نے اٹھ کر غسل کیا ، سنہری جوتا پہنا اور دیو کا سر لے کر وزیر کے ہمراہ راجا کے محل کی طرف چلا ۔ راستے میں وزیر نے اس سے کہا کہ تم راجا کو اپنے متعلق سب کچھ بتا دینا ۔ جب وہ محل میں پہنچے تو جگدیو نے راجا سے کہا
''میں آدادیت کا بیٹا ہوں جو روئے زمین کا راجا ہے ،
رات میں نے پانچوں ہتھیار سجا رکھے تھے اور میں نے میدان سے راہ فرار اختیار نہیں کی ''۔
جب وہ دربار میں داخل ہوا سب امیر آداب بجا لائے ،
یہاں تک کہ خود کنکھار بھی اپنا ہاتھ پیشانی تک لے گیا ۔
اس کے بعد جگدیو ، راجا کنکھار کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھا اور دیو کا سر اس نے اپنے سامنے رکھ لیا ۔

راجا کنکھار بہت عرصہ پہلے یہ اعلان کر چکا تھا کہ جو کوئی اس دیو کو مارے گا ، خواہ وہ کسی ذات کا ہو ، میں اسے اپنی آدھی سلطنت اور اپنی بیٹی پھولما دیوی کا رشتہ دوں گا ؛ چنانچہ راجا نے اپنے وزیر سے کہا کہ چونکہ میں وعدہ کر چکا ہوں اور خوش قسمتی سے جس شخص نے یہ شرط پوری کی ہے ، وہ اعلیٰ ذات کا راجپوت اور نیک ، دلیر ، مخلص ، شریف اور سخی ہندو بھی ہے اس لیے اب مجھے اپنا وعدہ فوراً پورا کر دینا چاہیے ۔
کنکھار کو بہت خوشی ہوئی اور اس نے جگدیو سے علاحدہ ایک بات کی :
''میں تجھے جلدی ہی اپنی لڑکی بیاہ دوں گا ''۔ راجا نے فوراً سگائی کر دی
اور تمام ضروری احکام صادر کیے ۔
راجا وزیر سے کہنے لگا : ''دیکھا ! مالک نے سب کام کس خوبی سے سر انجام دیے ہیں''۔
اس کے بعد راجا کنکھار نے راجا جگدیو سے اپنی بیٹی بیاہ دی ۔

شادی سے تقریباً ایک ماہ بعد راجا جگدیو نے اپنی بیوی کو بتایا کہ میں سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں ، اس کی بیوی نے اس کی منت سماجت کی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو ؛ چنانچہ وہ اپنی بیوی ، اس کی باندی ، اپنے پرانے خادم اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ سفر پر روانہ ہو گیا ۔

ایک ماہ کے بعد راجا سفر پر روانہ ہوا ،
ساتھ اس کی پیاری رانی پھولما دیئی تھی اور ایک غلام ۔
وہ منزل بمنزل چلتے آخر ایک بڑے شہر میں پہنچے ؛
جگدیو نے شہر کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا ۔

جے پور میں راجا نے کرائے کا ایک مکان لیا اور اس میں رہنے لگا ۔ چار دن گزرے تو باندی نے کہا کہ چراغوں کے لیے تیل نہیں رہا ، راجا نے اسے کہا کہ تم جا کر بازار سے کچھ تیل لے آؤ ۔ باندی بازار میں گئی مگر سب دوکان داروں نے اسے تیل دینے سے انکار کر دیا ؛ چنانچہ اسے تیل کے بغیر واپس آنا پڑا ۔ رات کو جب راجا نے اسے چراغ روشن کرنے کے لیے کہا تو وہ بولی :

''اس شہر میں کسی کو دیا جلانے کی اجازت نہیں ہے ؛
جس شخص کے متعلق جے سنگھ یہ سنتا ہے کہ اس نے اپنے گھر میں دیا
جلایا ہے ،
اسے فوراً اپنے سامنے بلا لیتا ہے اور اس کا گھر نیلام کر دیتا ہے''۔

بات یہ تھی کہ راجا جے سنگھ نے اپنے سارے ملک میں سختی سے یہ حکم نافذ کر رکھا تھا کہ کوئی شخص اپنے گھر میں دیا نہ جلائے اس لیے وہاں سوائے راجا کے محل کے اور کہیں دیا نہیں جلتا تھا ۔ جگدیو نے لوگوں سے اس کی وجہ دریافت کی تو وہ اس کے سوا اور کچھ نہ بتا سکے کہ یہ راجا کا حکم ہے ۔ راجا جگدیو نے اپنے خادم کو پانچ سونے کی مہریں دیں کہ وہ ان کے عوض کسی تیلی سے مسافر ہونے کی بنا پر تیل لے آئے ۔

راجا جگدیو نے خادم سے کہا : ''تیل لے آؤ
اور اگر کوئی تیل دینے سے انکار کرے تو اسے پکڑ کر میرے پاس
لاؤ''۔

خادم نے تیلی کے سامنے سونے کی مہریں پیش کیں مگر جب اس نے تیل کا نام سنا تو فوراً انکار کر دیا ۔

تیل نہ ملا تو ملازم خالی ھاتھ واپس آ گیا ۔ راجا جگدیو نے تیل کے متعلق دریافت کیا تو وہ کہنے لگا : ”سنو، تیلی کیا کہتا ھے :

تیرا جگدیو کون ھے جس نے تیل منگایا ھے ؟
وہ کون شخص ھے جو جے سنگھ کے حکم کو معمولی سمجھتا ھے ؟
راجا جے سنگھ وہ ھے جس کے ٹکڑوں پر لاکھوں پلتے اور اس کے گن گاتے ھیں ۔

جا کر جگدیو سے کہ دو کہ تیلی نے یہ جواب دیا ھے“۔
بات معمولی تھی مگر خادم نے اسے بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا ۔
تیلی کہتا ھے : ”تمھارا جگدیو کون ھے؟“
جگدیو خنجر لے کر تیلی کے گھر گیا اور اسے قتل کر کے وھاں سے سارا تیل لے آیا ۔

جب راجا جگدیو تیلی کے ھاں پہنچا تو تیلی کہنے لگا : ”ابھی کچھ عرصہ پہلے یہاں ایک احمق بے وقوف آیا تھا اور اب تم غصے میں بھرے ھوئے آ گئے ھو“۔ اس پر راجا نے تیلی کو فوراً اپنے خنجر سے مار دیا ؛ تیلن نے شور مچایا تو راجا نے اسے بھی مار ڈالا ۔ اس کے بعد وہ دوکان سے سارا تیل نکال کر لے گیا اور اس سے اپنا مکان روشن کیا ۔

صبح ھوئی تو راجا جے سنگھ نے سنا کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو راجا جگدیو کہتا ھے ، اس نے رات ایک تیلی اور تیلن کو مار ڈالا ھے اور سرکاری حکم کے خلاف ان کے تیل سے اپنے گھر میں چراغ جلائے ھیں مگر اس نے اس وقت اس پر کوئی توجہ نہ کی ۔

راجا جے سنگھ کے پاس ایک اپنا چاند[1] تھا جسے وہ رات کو آسمان میں لٹکا دیا کرتا تھا تاکہ لوگوں کو روشنی پہنچتی رھے ؛ جب

---

۱ ۔ اس سے راجا جے سنگھ سوائی کی علم نجوم میں دلچسپی ظاھر ھوتی ھے ؛ آج سے ڈیڑھ سو برس (اب تقریباً اڑھائی سو برس) پہلے راجا کی ان دلچسپیوں نے اس قسم کی لوک کہانی کو جنم دیا ۔ مرتب

راجا جے سنگھ شہر میں ہوتا تو یہ چاند حسب معمول روشن کیا جاتا۔
راجا جگدیو نے یہ چاند دیکھا تو اس کے متعلق لوگوں سے پوچھا ، اسے
بتایا گیا کہ یہ مصنوعی چاند ہے جسے راجا جے سنگھ نے تیار کیا ہے۔
جگدیو نے جب یہ سنا تو اس نے ایک مذاق کرنے کا فیصلہ کیا : پہلے
اس نے یہ معلوم کیا کہ چاند بنانے والے رہتے کہاں ہیں ، پھر اپنا
ملازم بھیج کر انہیں بلایا اور ان سے کہا کہ تم مجھے بھی راجا جے سنگھ
کے چاند کی طرح کا ایک اور چاند بنا دو۔ چاند بنانے والوں کو اس
تیلی کا انجام معلوم ہو چکا تھا جس نے راجا جگدیو کو تیل دینے سے
انکار کیا تھا اس لیے انہیں انکار کرنے سے ڈر لگتا تھا۔ چنانچہ وہ
چپکے سے ملازم کے ساتھ راجا جگدیو کے پاس آ گئے ؛ وہ آئے تو جگدیو
نے ان سے پوچھا کہ چاند بنانے کا کیا معاوضہ لو گے ؟ انھوں نے
جواب دیا : ''جو آپ کی مرضی''۔ اس نے انہیں پانچ سو سونے کی
مہریں دیں اور حکم دیا کہ وہ اسے بھی راجا جے سنگھ کے چاند کی طرح
کا چاند بنا دیں۔

راجا جگدیو کہنے لگا : ''کاریگروں کو فوراً اپنے ساتھ لاؤ
تا کہ وہ اسے بھی ایسا چاند بنا دیں جو آسمان پر تیل کے بغیر جلے''۔

سارے شہر میں شور مچ گیا ،
جے سنگھ وزیر سے کہنے لگا : ''اس وقت سورج کیسے نکل آیا ؟''

جوں ہی چاند بنانے والوں نے آسمان پر دوسرا چاند چڑھایا ، راجا
جے سنگھ کو خبر پہنچ گئی اور اس نے دریافت کیا کہ یہ کام کس نے
کیا ہے ؟ اس کے ملازموں نے اسے بتایا کہ یہ اس شخص کے حکم سے
ہوا ہے جس نے تیلی کو مار ڈالا تھا۔

راجا جے سنگھ بولا : ''اچھا ، کل ہم اس کی قوت آزمائیں گے''۔

اور اس نے اپنی فوج اکٹھی کرنی شروع کر دی۔ اس اثنا میں
راجا جگدیو کو خیال آیا کہ میں محض ایک مسافر ہوں ، مجھے چاہیے کہ
میں راجا جے سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے سلام کروں اور
یہاں سے رخصت ہو جاؤں''۔

چنانچہ اگلے دن نہانے کے بعد اس نے اپنا سونے کا جوتا اور قیمتی لباس پہنا اور راجا جے سنگھ کی ملاقات کے لیے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

اتفاق سے وہ سلونا[1] کے میلے کا دن تھا اور راجا جگدیو کے راجا جے سنگھ کے محل میں پہنچنے سے پہلے کنکالی[2] بھاٹنی راجا جے سنگھ کو مبارک باد دینے اور معمول کے مطابق اس سے انعام[3] حاصل کرنے کے لیے وہاں پہنچ چکی تھی۔

سورج نکلا تو راجا جے سنگھ نے اپنا دربار لگایا
اور وہ دلیر راجا جگدیو بھی پانچوں ہتھیار سجا کر وہاں پہنچ گیا۔
جب وہ کچہری میں داخل ہوا تو جو لوگ وہاں حاضر تھے، سب نے اسے سلام کیا؛
یہاں تک کہ خود راجا جے سنگھ بھی اپنا ہاتھ پیشانی تک لے گیا۔

راجا جگدیو آگے جا کر راجا جے سنگھ کے ساتھ تخت پر بیٹھ گیا؛ دربار کے سارے امرا خوف کے مارے کچھ نہ بول سکے، کوئی اس سے یہ نہ پوچھ سکا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ پھر کنکالی بھاٹنی آگے آئی اور اس نے کہا:

''صبح سویرے اٹھنے کے بعد لوگ پہلے ٹھاکر کے پاس جاتے ہیں
اور وہاں سر جھکانے کے بعد اس کے قدموں سے اپنا دھیان لگاتے ہیں،
اس کی خوبیوں کے گیت گاتے ہوئے نہاتے ہیں اور پھر اس کی عبادت میں لگ جاتے ہیں،
کتھا (وعظ) سنتے ہیں، گیتا کا مطالعہ کرتے ہیں اور مالک کے اوصاف بیان کرتے ہیں؛
اپنی وسعت کے مطابق خیرات کرتے ہیں اور پنڈت سے ویدوں کا سبق لیتے ہیں۔

---

۱ - ساون کی آخری تاریخ جو ۱۵ اگست کے قریب ہوتی ہے۔ راکھی کے میلے پر راجپوتوں کی جو رسوم یہاں بیان کی گئی ہیں، وہ قابل غور ہیں۔ مرتب

۲ - کن کالی - سیاہ کانوں والی، جادو گرنی۔ مرتب

۳ - راجپوتوں میں یہ باقاعدہ دستور ہے۔ مرتب

مکمل شاعر کی یہی دعا ہے کہ آپ کی حکومت کئی زمانوں تک قائم رہے''۔

اس کے بعد کنکالی بھاٹنی راجا کو راکھی باندھنے کے لیے اور اس کے منہ پر نقاب ڈالنے کے لیے آگے بڑھی ؛ پہلے اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے راجا جگدیو کی پیشانی پر ٹیکا[1] لگایا اور پھر اپنے بائیں ہاتھ سے راجا جے سنگھ کی پیشانی پر ۔ اس کے بعد کنکالی بھاٹنی بھی چلی گئی اور راجا جگدیو بھی ۔

راجا جگدیو کے جانے کے بعد درباریوں نے راجا جے سنگھ سے کہا : ''یہ کوئی بڑا راجا معلوم ہوتا ہے مگر ہمیں معلوم نہیں کہ کون ہے مگر بھاٹنی کے طرز عمل نے ہمیں بہت حیران کیا ہے ؛ پہلے اس نے یہ قابل اعتراض حرکت کی کہ منہ چھپا کر گیت سنایا ، پھر یہ کیا کہ اجنبی کی پیشانی پر دائیں ہاتھ سے ٹیکا لگایا اور آپ کی پیشانی پر بائیں ہاتھ سے''۔ راجا جے سنگھ نے جواب دیا : ''وہ اب کے آئے گی تو ہم اس سے اس کا سبب پوچھیں گے''۔

راجا نے جب تیسرے پہر پھر دربار لگایا تو کنکالی بھاٹنی بھی وہاں دوبارہ گیت سنانے کے لیے آئی ۔ راجا نے اسے گیت سنانے سے روک دیا اور پوچھا کہ وہ کون تھا جس کے ماتھے پر تم نے صبح اس نامناسب طریق سے پہلے ٹیکا لگایا تھا ۔ اس نے جواب میں کہا :

''یہ دلیر ، دھارا کا بہادر ہے ، ساری دنیا اسے جانتی ہے ،
یہ دلیر دھارا کا بہادر ہے ، ساری دنیا اس کی بڑائی کو تسلیم کرتی ہے ۔
میں عاجز کنکالی منہ سے صاف بات کہتی ہوں ،
میں عاجز کنکالی چہرہ ڈھانپ کر بات کرتی ہوں''۔

اس کے بعد راجا نے اس سے پوچھا کہ تم نے اپنا چہرہ کیوں چھپا لیا تھا اور اجنبی کی پیشانی پر دائیں ہاتھ سے اور میری پیشانی پر بائیں ہاتھ سے کیوں ٹیکا لگایا تھا ؟

وہ بولی : ''میں نے اس کے سامنے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا کیوں کہ مجھے وہ مرد نظر آیا تھا ''۔

---

۱ ۔ حکومت کا نشان ۔ مرتب

اس پر امرا نے کہا : ''اس نے ہمارے سامنے کبھی اپنا چہرہ نہیں ڈھانپا ، اگر یہ اسے مرد سمجھتی ہے تو ہمیں کیا عورتیں تصور کرتی ہے ؟''

راجا جے سنگھ نے اس سے پوچھا : ''مرد کے اوصاف کیا ہیں ؟''

وہ بولی : ''نیکی ، دلیری ، اخلاص ، شرافت اور سخاوت اور مجھے اس میں یہ سب اوصاف نظر آئے ہیں''۔

راجا جے سنگھ بولا : ''تم کہتی ہو اس میں سخاوت ہے ؛ اچھا! پہلے ہم اسی کا امتحان لیتے ہیں ، تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے انعام مانگو ؛ جو کچھ وہ تمھیں انعام میں دے گا ، میں اس سے گیارہ گنا دوں گا''۔ بھاٹنی نے کہا : ''آپ ہندوؤں کی قسم کھائیں''۔ راجا بولا :

''میں اندر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں اپنے قول سے پھروں تو میرا بدن (نرک کے) نچلے حصے میں جلے''۔

پرانے زمانے میں یہ قسم اس قدر سخت تھی کہ اگر کوئی یہ قسم کھا لیتا اور اسے پورا نہ کرتا تو اگلے جہان کے اندر اس کا بدن بالکل تباہ ہو جاتا ۔

اگلی صبح کنکالی بھاٹنی راجا جگدیو کے گھر اس سے کچھ مانگنے کے لیے پہنچی ۔ رانی پھولاں دیئی نے کہا : ''وہ گھر پر نہیں ہیں ، نہانے کے لیے گئے ہوئے ہیں''۔

بھاٹنی اس طرف کو گئی تو اسے راستے میں راجا نہا کر واپس آتا ملا ؛ اس کے کاندھے پر تولیا تھا اور ایک ہاتھ میں گڑوی : دوسرے ہاتھ سے مالا پھیرتا آ رہا تھا ۔ کنکالی نے اس کے پاس جا کر کہا :

''گنپت گنیش تمھیں خوش رکھے !''

راجا جگدیو نے جواب میں کہا : ''حکم ؟ مانگنے والی !''

کنکالی نے کہا : ''میں موت کی دیوی ہوں اور اچانک یا بیمار ڈال کر مارتی ہوں ۔

''بعض چارپائی پر مرتے ھیں ، بعض سوتے رھتے ھیں اور جاگنے تک
نہیں پاتے ؛
بعض آگ میں جل کر مرتے ھیں ، بعض سانپ سے ڈسے جاتے ھیں ،
بعض پانی میں ڈوب کر مرتے ھیں ، بعض دلیری سے گرجتے ھوئے جان
دیتے ھیں ۔
ھر ایک نے ضرور مرنا ھے ، سنو راجا ! ماتا یوں کہتی ھے ،
'بھاٹنی کو اپنا سر کاٹ کے دے دو تاکہ دنیا میں تمھارا نیک نام
باقی رھے' ''۔

کنکالی نے کہا : ''راجا تمھارا سر وہ انعام ھے ، میں جس کی
خواھش مند ھوں''۔

اس نے کہا : ''میرا سر اسی کا ھے جس نے مجھے یہ سر دیا ھے ،
تم اس کی خواھش رکھتی ھو ، یہ لو ۔

نیکی زندگی ھے ، بدی موت ھے ، نیکی کے کام کیجیے ،
بیتال کہتا ھے : 'بکرما ! سن ، خیرات ھی وہ کام ھے جو پھلتا ھے' ''۔

پھر راجا نے بھاٹنی سے کہا : ''میرا سر کاٹ لو'' مگر وہ بولی :
''میں جلادنی نہیں ھوں کہ بازار میں تمھارا سر کاٹ لوں۔ پہلے اپنے گھر جاؤ
اور اپنے سر کو ھیروں اور موتیوں سے سجاؤ تاکہ سب لوگوں کو پتا
چلے کہ یہ کسی راجا کا سر ھے ، بکری کا سر نہیں ؛ پھر اپنے بائیں ھاتھ
میں تلوار لو اور دائیں ھاتھ میں خنجر لے کر اس سے اپنا سر کاٹ کر
اس تھال میں ڈالو ۔ پھر میں سمجھوں گی کہ تم واقعی سخی مرد ھو ؛
میں صرف وھی خیرات لیتی ھوں جو خوشی سے دی جائے ، میں ظالم
نہیں ھوں''۔

راجا گھر گیا اور اس نے اپنی رانی پھولما دیئی کو بتایا کہ بھاٹنی
نے اس سے کیا مانگا ھے اور اس نے بھاٹنی سے کیا وعدہ کیا ھے ۔ یہ
سن کر رانی پھولما دیئی نے کہا :

''میں تو تمھاری باندی ھوں اور وہ دیوی خوش قسمت ماتا ھے ،
جو کچھ ماتا پتا کہہ دیں ، اسی کو تسلیم کرنا چاھیے''۔

راجا نے کہا ''سر تو اس کا ھے جس نے سر دیا ھے ۔ نہ یہ ماں

کا ہے نہ باپ کا''۔ پھر رانی نے روتے ہوئے اس کا سر موتیوں اور جواہرات سے سجایا۔ جب وہ یہ کام کر چکی تو راجا نے کنکالی کو بلایا: ''اے مانگنے والی! آ کر اپنی خیرات لے جا''۔ کنکالی سامنے آ کھڑی ہوئی، راجا نے اپنے بائیں ہاتھ میں تھال لیا اور دائیں ہاتھ میں خنجر اور اپنا سر کاٹ ڈالا، بدن اس کا نیچے گر پڑا۔ پھر کنکالی نے پھولما دیئی سے کہا:

''میں عاجز کنکالی دکھن کے دیش سے آئی ہوں،
اس نے بھگوان کے نام پر اپنا سر دے دیا ہے، اس کی مردانگی کی دھوم مچ گئی ہے۔
میں عاجز کنکالی اپنے منہ سے سچی بات کہتی ہوں،
اے پھولما دیئی رانی! تمھارا سہاگ کامیاب ثابت ہوا ہے''۔
آؤ اب خدا سے دعا کریں، وہ اپنی قدرت خاص سے تمھیں سہاگ واپس عطا کر دے گا
اور تمھاری خبرگیری اس طرح کرے گا کہ کوئی مکھی تک تمھارے بدن پر نہ بیٹھ سکے گی''۔

صبح ہوئی تو کنکالی جگدیو کا سر تھال میں لے کر راجا جے سنگھ کے دربار میں پہنچ گئی اور اس سے اس قسم کے گیارہ سر مانگے؛ سر پر اس قدر ہیرے اور موتی تھے کہ راجا نے اسے موتیوں سے بھرا ہوا تھال سمجھا اور کہنے لگا: ''میں تمھیں ایسے پندرہ تھال دے سکتا ہوں''۔ مگر کنکالی نے دربار میں سر نکال کر دکھایا اور کہنے لگی:

''جگدیو دنیا کے اندر نیکی کمانے کے لیے آئے تھے،
نیکی کی خاطر ھری چند نے اپنے آپ کو فروخت کر دیا تھا،
نیکی کی خاطر بال بین نے دنیا کی لذات کی پروا نہ کی،
اور نیکی ھی کی خاطر جگدیو نے کنکالی کو اپنا سر دے دیا''۔

راجا جے سنگھ نے یہ سنا تو کنکالی سے کہا: ''ذرا انتظار کرو''۔ وہ اپنی نو رانیوں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ تم اپنے سر دے دو مگر انھوں نے یہ کہ کر سر دینے سے انکار کر دیا کہ ہم دنیا میں عیش و آرام کے لیے آئی ہیں۔ پھر وہ اپنے سات بیٹوں کے پاس

گیا مگر انہوں نے بھی انکار کر دیا ۔ وہ کہنے لگے : ''اگر یہی آپ کا مطالبہ ھے تو ھم ابھی یہاں سے چلے جائیں گے''۔ تب کنکالی نے کہا :

''افسوس ھے راجا جے سنگھ پر جس نے اپنا ایمان ضائع کر لیا ،
افسوس ھے راجا جے سنگھ پر جس نے اپنا نام گنوا دیا ،
افسوس ھے تیرے کام پر جس نے تجھے تباہ کر دیا ''۔

یہ کہ کر کنکالی راجا جگدیو کے گھر واپس آ گئی ، وھاں اس نے راجا کا سر اس کے بدن کے ساتھ لگا دیا اور پھر پھولما دیئی سے کہنے لگی : ''میری بیٹی ! آؤ ھم مل کر بھگوان سے دعا کریں ۔ اگر اس نے چاھا کہ تم پھر سہاگن ھو جاؤ تو راجا زندہ ھو جائے گا ''۔

وہ کہنے لگی :

''جب بھگوان کی کچہری کا وقت ھوتا ھے ، وھی وقت سوال کا ھے ،
اس وقت ان کے دربار میں مانگنے والوں کی دعا قبول ھوتی ھے''۔

صبح کے وقت کنکالی نے رانی پھولما دیئی سے کہا : ''دیکھو تو ! شاید بھگوان نے ھماری دعا سن لی ھو''۔ رانی نے جا کر راجا کو جگایا تو وہ اٹھ بیٹھا اور باتیں کرنے لگا اور رانی پھولما دیئی دل و جان سے خدا کا شکر بجا لائی ۔

حکایت ۳۰

راجا نل

جیسے اسے ہر سال جگادھری ، ضلع انبالا میں پیش کیا جاتا ہے

یہ نظم بھی سوانگ یا تمثیل ہے ، اس سے پہلے بھی بعض ایسی نظمیں دی جا چکی ہیں، اسے بھی بالکل انھی کی طرح گایا یا پیش کیا جاتا ہے ۔

نل اور دمینتی کی کہانی اتنی بار سنسکرت سے ترجمہ کی اور ترتیب دی جا چکی ہے کہ یہاں اس کی کسی خاص وضاحت کی ضرورت نہیں ، سوائے اس کے کہ موجودہ حکایت بھی نل اور دمینتی کے جنگلوں کو جانے تک مہابھارت کی کہانی کے مطابق ہے مگر بہت ادنیٰ صورت میں۔ اس کے بعد بھاٹ دوسری کہانیوں میں پڑ جاتا ہے اور پھر حکایت بھونڈے انداز سے یک لخت ختم کر دیتا ہے ۔

اس حکایت میں دیوتاؤں نے بطور برتر بہادروں کے ، عام فانی انسانوں کی طرح ، ایک تنزیہی خدا کے ماتحت ، جس کا ذکر مختلف ناموں سے کیا گیا ہے ، بہت سے کام سر انجام دیے ہیں ۔ اس سے آج کل کے مقبول ہندومت اور مہابھارت وغیرہ کے مصنفوں کے مذہب کے فرق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔

بھاٹوں کے مطابق یہ حکایت رگھوچار برھمن بیان کرتا ہے ، جیسے مہابھارت میں یہ کہانی وری‌ھادشوا بیان کرتا ہے ۔ یہ رگھوچار پہلے بھی کئی سوانگوں میں آ چکا ہے ۔

آج کل نل دمن کے نام سے ایک کہانی کتابچوں کی صورت میں ملتی ہے ، جو پنجاب میں بہت مقبول ہے - یہ مہابھارت ہی کی کہانی کا چربہ ہے - در اصل یہ کہانی سنسکرت کی فارسی پیش کش کا ترجمہ ہے - یہاں اس کہانی کا خلاصہ پیش کرنا مفید ہوگا ، تاکہ اسے سنسکرت کی کہانی اور بھاٹوں کی موجودہ کہانیوں کے ساتھ پڑھا جا سکے -

نل دمن کی کہانی یہ ہے : راجا نل خواب میں دمن کو دیکھتا ہے اور اسے اس سے محبت ہو جاتی ہے - دمن کو بھی ایک ایسا ہی خواب آتا ہے - اس کی دایہ اسے نل کی محبت میں گرفتار ہونے سے روکتی ہے - اسی طرح جب اس کا باپ ، جو بدر (ودربھا) کا راجا ہے ، اس کے متعلق سنتا ہے تو وہ بھی اسے اس محبت سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے - اس کے بعد نل اور دمن کے درمیان خط و کتابت ایک ہنس کے ذریعے ہوتی ہے - بالآخر اس کا باپ یہ محسوس کرتا ہے کہ انھیں ایک دوسرے سے جدا رکھنا بے فائدہ ہے اور وہ نل کو اپنے مکان پر بلا کر ان دونوں کی شادی کر دیتا ہے - نل اسے اپنے ملک میں لے جاتا ہے اور وہاں اپنے چھوٹے بھائی سے جوئے میں اپنی ساری جائداد ہار دیتا ہے - وہ ان دونوں کو بن باس دے دیتا ہے - جنگل میں نل خوراک کے لیے ایک پرندے کو پکڑنے کی ناکام کوشش میں اپنا آخری کپڑا بھی گنوا بیٹھتا ہے ؛ مچھلیاں پکڑنے میں بھی ناکام رہتا ہے - اس کے بعد وہ دمن کو بھی گنوا ڈالتا ہے اور سانپ کے ڈسنے سے پاگل ہو کر پھرتا پھراتا رت برن (ریتو پرنا واقع اجودھیا) میں پہنچ جاتا ہے - اس کے بعد برہمن ان دونوں کی تلاش میں بہت دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور بالآخر نل اور دمن کا ملاپ ہو جاتا ہے -

راجا نل کی تمثیل

اے دنیا کو روشنی پہنچانے والے جوالا مکھی[1] ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں ۔
مجھ پر اپنی مہربانی کر اور مجھے شعروں کی سمجھ عطا فرما ۔
اے بھوانی[2] ! میرے دل کی خواہش پوری ہو جائے !
مجھے عقل کا نور عطا ہو ، تاکہ میں تیرا نام لیتے ہوئے نل کی تمثیل لکھ سکوں ۔
میں ہاتھ جوڑ کر تیری پرستش کرتا ہوں اور تیرے قدموں میں اپنا سر جھکاتا ہوں ۔
ماتا جی! میں تیرا پجاری ہوں ، میرے دل کی خواہش پوری ہو جائے ۔
اے ماتا جی ! میں بے سمجھ ہوں ، مجھے بہت کم عقل حاصل ہے ۔
اے سارے جہان کی ماتا ! مجھ پر مہربانی کر ، میں نے تیرے دامن میں پناہ لی ہے ۔
میں نے تیری پناہ لی ہے ، تو میرا ہاتھ پکڑ ۔
بالمکند[3] یہ کہتا ہے کہ اس کی راہ نمائی تیرے ہاتھ ہے ۔
اے سرد[4] مہارانی !
تو دنیا میں چاروں طرف مشہور ہے ۔
تو جس کی زبان پر بیٹھ گئی ،
یہ اس کے بہشت میں جانے کا نشان ہے ۔

---

۱ - زمین سے نکلنے والی آگ یا آتش فشاں پہاڑ کی آگ کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اسی آگ کی طرح ہے جس میں شو کی بیوی پاربتی نے اپنے آپ کو جلا لیا تھا ۔ یہاں اس سے عام دیوی مراد ہے اور اسے خاص طور سے کانگڑے کے مشہور جوالا مکھی مندر کے باعث لایا گیا ہے ۔ مرتب

۲ - دیوی ۔

۳ - یہاں بالمکند ، یدھشٹر کے گورو کے طور پر لایا گیا ہے جو اس کا غم غلط کرنے کے لیے اسے نل کی کہانی سناتا ہے ۔

۴ - علم کی دیوی ۔

گورو[1]

دل کا غم دور کر دے ، میری بات سن لے ۔
اس فکر کو چھوڑ دے ، دن رات کیا سوچتا ہے ۔
میں نے دنیا میں ہر طرف دکھ درد ھی دیکھا ہے ۔
راجا نل مصیبت میں پڑ گیا تھا ، اے دوست میں تجھے اس کی ساری داستان سناتا ہوں ۔
اس کے پاس کئی گھوڑے اور ھاتھی تھے ، مگر اسے سب کو چھوڑ کر جانا پڑا ۔
تیرے پاس تو چار[2] بھائی موجود ھیں ، جنھوں نے جراسندھ[3] کو مارا تھا ۔
اے راجا جی ! نل راجا مہا راج دھرم کے مطابق چلنے والا تھا ۔
وہ جوئے میں ھار گیا ، اس لیے اسے اس کی سلطنت سے نکال دیا گیا ۔
وہ اپنا سارا مال و متاع چھوڑ کر جنگلوں کو چلا گیا ۔
پہلے دمونتی اس کے ساتھ تھی ، پھر اس سے بھی جدائی ھوگئی ۔

یدھشٹر

اے معزز گورو دیو جی ! سنیے ، میں نے اچھی طرح غور کر لیا ہے ؛
مجھے راجا نل کی بات سنائیے اور اس کے متعلق کچھ فرمائیے ۔

گورو

''اچھا ، اب غور سے سن ،
میں راجا نل کی بات بیان کرتا ہوں ، وہ جنگل میں جا کر سخت مصیبت میں گرفتار ہو گیا ،
دمونتی اس کے همراہ تھی ۔ اب میں تفصیل سے یہ کہانی بیان کرتا ہوں ۔
میں تجھے پھر سمجھاتا ہوں ، تو کیوں دن رات سوچ میں پڑا رهتا ہے ؟
نیک نیتی سے سر کی بازی لگا کر چوپڑ کھیل ۔

---

۱ - بالمکند ۔
۲ - ارجن ، بھیم ، نکل اور سہادیو ۔
۳ - قدیم کہانی کے مطابق اسے بھیم نے مارا تھا ۔

یہ چوپڑ کا کھیل ہے ، پانسا خوب توجہ سے پھینک ۔''

پہلی سکھی[1]

''نکھاد[2] دیس میں ایک راجا بیر سین تھا ؛
اس کے ہاں ایک لڑکا نل تھا ، جو محبت کے دیوتا کی طرح حسین تھا ۔
وہ کام دیو کی طرح حسین تھا اور ہر جگہ اس کی سمجھ بوجھ کی
تعریف کی جاتی تھی ۔
وہ چوپڑ کا کھیل بھی خوب جانتا تھا اور جنگی فنون میں بھی
ماہر تھا ۔
میں کہاں تک اس کی تعریف بیان کروں ! میں اس کی تعریف بیان
کرنے سے قاصر ہوں ۔
تین جہانوں کے اندر نہ کوئی نل راجا سا ہوا ہے ، نہ ہوگا ۔
اے راجا جی ! وہ راجاؤں کے درمیان ایسے چمکتا تھا جیسے ستاروں
میں چاند ۔
وہ بہت بہادر اور قوی تھا اور میدان جنگ میں شیر کی طرح گرجتا تھا ،
وہ وید اور پران کا عالم اور نیکی پر عمل کرنے والا تھا ،
وہ ہر مجلس میں راجا اندر کی طرح ممتاز نظر آتا تھا ۔''

دوسری سکھی

یہ کس راجا کا دربار ہے جہاں ہر طرف عجیب بہار چھا رہی ہے ۔
ہر طرف آم ، انجیر ، انگور ، لیموں ، سیب اور انار کے درخت
نظر آتے ہیں ؛
چنبیلی کھل رہی ہے ،
مروا اور مدن کے پھول عجیب بہار دے رہے ہیں ۔
یہاں ہر روز ہنسوں کے جھنڈ کے جھنڈ چگنے کے لیے آتے ہیں
اور رانی اپنی سہیلیوں کے ساتھ سیر کے لیے نکلتی ہے ۔
کس باغ میں ہنس چگنے کے لیے آتے ہیں ؟
راؤ نے انھیں دیکھ لیا اور انھیں فوراً پکڑنے کا حکم دیا ۔

---

۱ ۔ یہ غالباً یدھشٹر کی باندیاں ہیں ۔ مرتب

۲ ۔ موجودہ بھیل کھنڈ ۔

جب ھنس چگنے لگے تو انھوں نے موتیوں کے دانے گرا دیے ۔
ایک ھنس پکڑا گیا ، باقی سب بھاگ گئے۔''

ھنس

''اے راجا ! مجھے نہ مارنا ، میرا نام ھنس ھے ۔
گو میں دیکھنے میں چھوٹا سا ھوں ، مگر بہت اھم کام سر انجام دے سکتا ھوں ؛
میں اھم کام سر انجام دے سکتا ھوں ۔ اور سچ بتلاؤں ؟
دمونتی ایک رانی ھے ، اگر کہے تو تجھے اس سے ملا دوں ۔
اے راجا ! مجھے جلدی رھا کر دے تاکہ میں اس کے پاس جاؤں
اور اسے ایسی بات کہوں کہ وہ تیرے سوا کسی اور سے شادی نہ کرے ۔
اے راجا جی ! تینوں جہانوں کے اندر ایسی کوئی رانی نہیں ۔
اس کی چال ھنس کی سی ھے اور اس کی باتوں سے امرت رس ٹپکتا ھے ؛
آھو کی سی آنکھیں ، جن سے نشہ چھلکتا ھے اور چہرہ چاند کی طرح روشن ۔
اندرستھان میں کوئی ناگ دوشیزہ بھی اس قدر حسین نہیں ۔''

راجا نل

''اے باورے ھنس ! سن لے ، میں تجھے ماروں گا نہیں ،
اپنے دل میں مطمئن رہ ، کیوں یوں ھی دل گیر ھوتا ھے ۔
اے پیارے ! کیوں یوں ھی دل گیر ھوتا ھے ، مجھے اس رانی کے راز سے آگاہ کر دے ۔
جس راجا کی وہ بیٹی ھے ، مجھے وہ بھی دکھا دے ،
تو نے اس کے حسن کی بہت تعریف کی ھے ، اب اس کا نام بھی بتا دے ۔
اے ھنس ! اگر تو اس سے میری ملاقات کرا دے تو میں کبھی تیرا احسان نہیں بھولوں گا ۔
اے ھنس ! اس محبوبہ کے پاس جا اور اسے میرے سارے حال سے آگاہ کر ۔
چل آج مجھے اس دمونتی کے پاس لے ھی چل ۔
تو نے جو کچھ مجھے بتایا ھے، اسے سن کر میرا دل مضطرب ھو گیا ھے ۔

مجھے اس کی صورت دکھا دے ، بس یہی میری خواہش ہے ۔"

ہنس

"نکادھ[1] دیس کے اندر ایک راجا بھیم[2] نامی ہے ،
وہ بہادر بھی ہے اور نیک بھی اور دمونتی کا باپ بھی ہے ۔
میں لفظوں میں کہاں تک اس کی خوبیاں بیان کروں
اس بوبہ کی صورت میں گویا خود جوانی نے جنم لیا ہے ۔
وہ اس قابل ہے کہ کوئی نیک اور عالم راجا ، جو دیوتا ہو ، اس سے شادی کرے ۔
رانی کا حسن دیوانہ بنا دیتا ہے اور اس کے چہرے سے حسن کی شعاعیں چاند کی کرنوں کی طرح پھوٹ کر نکلتی ہیں ۔
راجا جی ! وہ حسن کی تصویر ہے ، جو محلوں کی زینت کو دوبالا کر رہی ہے ۔
ہنس کے سے اوصاف ، چاند سا چہرہ اور رشیوں کا دل موہ لینے والی صورت ۔
کسی دیوتا یا راجا کے ہاں ایسی عورت موجود نہیں ۔
اس جیسی کوئی اور عورت نہ میں نے کانوں سے سنی ، نہ آنکھوں سے دیکھی ۔"

راجا نل

"اے ہنس ! مجھے وہیں لے چل جہاں وہ حسین عورت ہے ۔
خدا نے مجھے پر نہیں دیے ورنہ میں ایک لمحے میں اڑ کر وہاں پہنچ جاتا ۔"

گیت

"اے ہنس ! ابھی اڑ کے جا
اور اس حسینہ کی خبر لا ۔
اب تو ذرا دیر نہ کر ،
اسے جا کر یہ بتا ۔

---

۱ ۔ ودربھا ۔ آج کل کا برار ۔ مرتب
۲ ۔ یہ اور بھیم ہے ، پانڈو بھیم نہیں ۔ مرتب

میں اپنے سب ہوش و حواس کھو چکا ہوں
اور (ہجر کے) زہر کا پیالہ پی رہا ہوں ۔
اب میں اس محبوبہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ۔''

هنس

''میں کہاں تک اس حسینہ کا حسن بیان کرتا جاؤں !
کئی عبادت گزار رشی ، منی اور دیوتا اس کا حسن دیکھ کر (اپنے
بلند مقامات سے) گر پڑے ہیں ۔
اس کا کنول کی طرح کھلا ہوا چہرہ چاند کی مانند خوب صورت ہے ،
وہ سہیلیوں میں بیٹھی ہوئی سب سے ممتاز معلوم ہوتی ہے ،
اس کے گلے میں موتیوں کی مالا ہے اور ناک میں دونوں جانب
نتھ ہے جو بھلی معلوم ہوتی ہے ۔
اس کے سر پر سونے کے پھول[1] ہیں جو دل کو اپنی طرف کھینچتے
ہیں ۔
بچھوے[2] اور پازیب پاؤں میں اور ماتھے پر ٹیکا[3] ۔
جو اس کی طرف دیکھتے ہیں بس دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں ، اس کی
آنکھیں ہرن کی سی ہیں ۔''

راجا نل

''اے ہنس ! اب میں نے تجھے رہا کر دیا ۔
میں تجھ سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ اب اپنے ساتھیوں میں
جا کر شامل ہو جا ۔
ابھی بیدربھین[4] نگر میں جا
اور اس محبوبہ سے میری حالت بیان کر ۔
دیر نہ کر ورنہ میں غم سے جان دے دوں گا ۔
اے ہنس! اگر ہو سکے تو اسے میرے پاس لے آنا ۔''
ہنس نے اڑان بھری
اور اس جگہ پہنچا جہاں محبوبہ تھی ۔

---

۱ ، ۲ ، ۳ ۔ ایک زیور ۔
۴ ۔ ودربھا ۔

''نہ نیند آتی ہے ، نہ بھوک لگتی ہے ؛
مجھ پر ایک ہی فکر سوار ہے ۔''

هنس[1]

''اے رانی! سن ، اس دنیا میں تجھ سی اور کوئی رانی نہیں ۔
ہم ملک ملک پھرتے ہیں اور ہم نے ساری دنیا دیکھی ہے ۔
اس جہاں میں تجھ سی اور کوئی رانی نہیں ،
اندر لوک کی آرباسی[2] بھی تیرا مقابلہ نہیں کرتی ،
راجا چاند کرن کی صورت بھی ہمیں اچھی نہیں لگی ۔
میں نے دنیا بھر میں کوئی شخص راجا نل کا سا حسین نہیں دیکھا ۔
اے رانی جی ! اس دنیا میں ہر شخص پر جوبن آتا ہے ،
مگر مجھے راجا نل کے سوا اور کسی کے حسن نے متاثر نہیں کیا ۔
راجا نل پر بھی تیرے جیسا حسن چھا رہا ہے ؛
اب تو اسی سے شادی کرنا ، میں نے تجھے کہہ دیا ہے ۔''

رانی دمینتی

''راجا کے حسن کے متعلق سن کر میرا دل بےقابو ہو گیا ہے ۔
اے هنس ! تیری بات سن کر
مجھے هجر کی آگ جلانے لگی ہے ۔
یہ راجا نل کس ملک کا ہے ؟ مجھے اس کے متعلق صحیح اطلاع دے ۔
اے پیارے ! تو نے تو آج میرے گلے میں هجر کا پھندا ڈال دیا ۔
اے هنس ! اب دیر نہ کر ، نل راجا کے پاس جا ۔
اے هنس ! اس راجا تک میری یہ بات پہنچا دے ۔
(میں تیرا یہ احسان کسی زندگی میں فراموش نہیں کروں گی ۔)
'سوئمبر[3] میں رانی صرف تجھے منتخب کرے گی' ۔''

---

۱ ۔ دمینتی سے ۔
۲ ۔ راجا اندر کے دربار کی ایک مشہور پری ۔
۳ ۔ ہندوؤں کی مشہور رسم جس میں رانیاں بر سر عام خود اپنے شوہر منتخب کرتی ہیں ۔

هنس

''نکادھ ایک حسین ملک ھے ، بیر سین وھاں کے راجا کا نام ھے ۔
وہ بہادر ، دلیر اور قوی ھے ، جو ھر ایک کے کام سنوارتا ھے ؛
وہ ھر ایک کے کام سنوارتا ھے ، راجا نل اس کا بیٹا ھے ۔
اس کا راج محل بہت خوب صورت ھے ، جہاں قسم قسم کے باجے بجتے رھتے ھیں ۔
اس کے سر پر شاندار تاج ھے اور گلے میں قیمتی موتیوں کی مالا ۔
اس نے قسم قسم کے موتی پہن رکھے ھیں اور اس کے سر پر سرخ دوشالہ ھے ۔
وہ محبت کے دیوتا کی تصویر ھے ، میں کہاں تک اس کی خوبیاں بیان کروں !
اے رانی ! ایسا اور کوئی راجا نہیں ، میں تجھے بتائے دیتا ھوں ۔''

رانی دمینتی

''اے ھنس ! جلدی جا ، ذرا دیر نہ کر ۔
راجا نل کا نام سنتے ھی مجھے فراق کی آگ نے گھیر لیا ھے ۔''

راگنی

''پیارے ! مجھے فراق (کی آگ) نے گھیر لیا ھے ،
جلدی سے جا کر اس کی خبر لا ۔
اے ھنس ! میں راجا نل ھی سے شادی کروں گی ،
اس میں شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں ۔
پیارے ! اس کی تعریف نے
مجھے اس کے شوق کی آگ میں جلا دیا ھے ''۔

سکھی[1]

''مہاراج ! آپ کی بیٹی ھر وقت سخت اداس رھتی ھے ؛
وہ ھم سے بولتی تک نہیں ، اس کے بچنے کی اب کچھ اُمید نہیں ۔
کنورانی کی حالت بہت خراب ھے ۔
ھماری یہ عرض ھے کہ آپ جا کر اس سے اس کا حال پوچھیں ۔

---

۱ - دمینتی کے باپ راجا بھیم سے ۔

مہاراج ! نہ وہ کھانا کھاتی ہے ، نہ پانی پیتی ہے ؛
پھر اس کے جینے کی کیا آمید ہو سکتی ہے ؟''

راجا بھیم سین

''باندی ! ہم نے تیری بات سمجھ لی ہے ۔
میں جلدی ھی سوئمبر رچاتا ہوں ، رام اسے کامیاب کرے گا ؛
پھر ہماری دمونتی خوش ہو جائے گی ۔''

یہ بات سن کر وہ باندی اور باق سب عورتیں مرد بھی خوش ہو گئے ۔

راجا بھیم سین

''میں کل ایلچی بھیج دوں گا ، آج ساری تیاری مکمل کیے لیتا ہوں ۔
میں لوگوں سے کہہ دوں گا کہ وہ باق کام بعد میں کریں ، یہی ہماری
خوشی ہے ۔''
''اے چرن[1] ! خط لے کر جلدی جا ،
سب راجاؤں کی خدمت میں حاضر ہو کر انھیں یہ اطلاع دینا ۔
انھیں جا کر یہ خط پیش کرنا ،
سب کو یہ بتا آنا کہ دمونتی کا سوئمبر رچایا گیا ہے ۔
مشرق ، مغرب ، شمال ، جنوب ، چاروں اطراف کے ملکوں میں جانا
اور سب راجاؤں کو سوئمبر کی تاریخ بتا آنا ۔
چرن ! جلدی جانا ،
ذرا دیر نہ لگانا
اور سب راجاؤں کو
اپنے ساتھ لے کے آنا ۔''

چرن بھاٹ

''آپ نے جو حکم دیا ہے ، پورا پورا بجا لاؤں گا ، کل صبح روانہ
ہو جاؤں گا ؛
چاروں اطراف کے ملکوں میں راتوں رات پہنچ جاؤں گا ۔
سب راجاؤں کو یہ اطلاع دے آؤں گا

---

۱ ۔ شاہی خاندان کا بھاٹ ۔

کہ دمونتی کا سوئمبر رچایا گیا ہے ؛ انہیں یہ خط دکھا دوں گا ۔
مشرق ، مغرب ، شمال ، جنوب چاروں طرفوں کے ملک پھر آؤں گا ۔
اور سب راجاؤں کو اطلاع پہنچانے کے بعد آپ کے پاس آؤں گا ۔''

راجا نل نے ایلچی کی بات سنی تو اسی وقت اپنے محل سے روانہ
ہو گیا ۔
'محبوبہ کو دیکھے بغیر مجھے ذرا چین نہیں'

اندر نے نارد کو یہ بات سمجھائی ۔

اندر

''تم خود رحم کے سمندر ہو ، میری کشتی بھی پار لگا دو ؛
میرے دل کا راز اس تک پہنچا دو ، تا کہ میرے دل کی خواہش پوری
ہو جائے ۔
اے راجا[1] ! یہ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں ؟ مجھے بتا کر میرے دل
کا شبہ دور کرو ۔''

نارد[2]

''بدر نگر میں راؤ بھیم سین مشہور راجا ہے ،
وہ بہت طاقتور ہے ، دمونتی اس کی بیٹی ہے ؛
دمونتی اس کی بیٹی ہے ، یہ اسی کے سوئمبر کی تیاری ہو رہی ہے ۔
بڑے بڑے جنگ آزما وہاں پہنچے ہیں اور ان کے ساتھ ان کی فوجیں
ہیں ۔
اندر مہاراج ! میری بات سنیے ، آپ کے سامنے سب کچھ بیان کیے
دیتا ہوں ۔
اس وقت لوگ باغ کے اندر چلے گئے ہیں اور دمونتی کی سواری
نہایت خوبصورتی سے سجائی گئی ہے ۔''

---

۱ ۔ دیوتا ایک دوسرے کو راجا کہہ کر خطاب کرتے ہیں ۔ مرتب
۲ ۔ قدیم حکایات میں نارد کو ، جو دیوتاؤں کا مشیر اور ایلچی ہے ،
اسی طرح پیش کیا جاتا ہے ۔ مرتب

اندر

''یہ سب راجا دمونتی کی خاطر یہاں آئے ہیں ؟
اب تم اس کے حسن دلربا کے متعلق ہمیں سب کچھ بتاؤ ،
اس کے حسن دلربا کے متعلق ہم سے سب کچھ بیان کرو ۔
ہم یہی بات سنیں گے ، یہی ہماری خواہش ہے ۔
اے رشیوں کے سردار نارد ! تم ہر جگہ کے حالات سے واقف ہو ۔
میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں کہ مجھے ساری بات سناؤ ۔''

نارد

''دمونتی کا حسن بیان میں نہیں آسکتا ؛
چاند سا چہرہ ، آہو کی سی آنکھیں ، وہ سچ مچ راج کماری ہے ۔
میں اس کی تعریف سے قاصر ہوں ۔
آج اس محبوبہ کا سوئمبر ہے ، آپ بھی ہمراہ چلیں ۔
آپ کے سورگ میں بھی اس قسم کی عورت نہیں ۔
وہ شخص جو اسے بیاہ لے جائے گا ، دنیا میں بہت خوش قسمت ہوگا ۔''

اندر

''تمھاری یہ بات سن کر میں اسی وقت چلتا ہوں ،
تمھاری بات سنتے ہی میں بے تاب ہو گیا ہوں ،
مجھ پر محبت چھا رہی ہے ۔
جب تک میں اسے دیکھ نہ لوں ، مجھے تسکین نہیں ہوگی ۔
پہلے میں دھرم راج[1] اور اگنی[2] کے پاس جا کر انہیں بتاؤں گا کہ
میرے دل میں کیا ہے ،
پھر ورن[3] کو ساتھ لے کر اپنے دل کی خواہش پوری کروں گا ۔

''راجا نل[4] ! میری بات سنو اور میرا ایک کام کرو ۔

---

۱ ، ۲ ، ۳ - دھرم راج ، یم اندر ، یم اگنی اور ورن چاروں دیوتاؤں کی یہاں موجودگی قدیم حکایات کے عین مطابق ہے ۔ مرتب

۴ - اب اندر راجا نل کے پاس جاتا ہے، تاکہ وہ دمینتی کے حصول میں اس کی مدد کرے ۔ مرتب

سوئمبر میں چار طاقتور دیوتا روپ بدل کر شامل ہو رہے ہیں ۔
راؤ ! تم دمونتی کے پاس جاؤ ۔
مہاراجا ! تم ہمارے پیام بر بنو اور اسے ہماری خواہش کے مطابق عمل
کرنے پر آمادہ کرو ۔
اسے جا کر اندر ، دھرم ، جل[1] اور اگنی چاروں دیوتاؤں کے متعلق
بتا دو ۔
اسے یوں کہو کہ وہ ہم چار دیوتاؤں میں سے کسی کو اپنا خاوند
چن لے ۔
راؤ ! جلدی سے جاؤ ،
اس رانی سے جا کر کہو ،
وہ اپنی خواہش کے پیچھے نہ لگے ،
بلکہ اپنے دھرم کو قائم رکھے"۔

راجا نل

"اندر مہاراج ! جو کچھ آپ نے کہا ہے میں وہی کروں گا ۔
تم چاروں دیوتا ہو اور ہر ایک کی خواہش پوری کرتے ہو ۔
تم دنیا کے آقا ہو ، تم سارے زمانے کا دھیان رکھتے ہو ۔
میں تمہارے ارشاد کی تعمیل کروں گا ،
مگر میں محل کے اندر کیسے جاؤں ؟
وہاں کس راستے سے داخل ہو سکتا ہوں ؟
ڈیوڑھی پر محافظ ہیں ،
میں کس طریق سے اندر جا سکتا ہوں ؟"

اندر

اے نل راج کمار ! اگر تم محل کے اندر چلے جاؤ گے
تو ہماری مہربانی سے تمہیں کوئی عورت یا مرد نہیں دیکھ سکے گا ۔
محل کے اندر کوئی تمہیں پہچان نہیں سکے گا ۔
سوائے دمونتی محبوبہ کے تم وہاں اور کسی کو نظر نہیں آؤ گے ۔
راجا جی ! اب دیر نہ کرو ، ہماری بات مان لو ۔

---

۱ - جل ، ورن ہی کا نام ہے ۔ مرتب

هم چاروں دیوتا جنت میں بستے ہیں اور وید پڑھتے ہیں ۔"

راجا ، نارد کی جگہ پیام بر بن کر محل میں داخل ہوا ۔
کسی کو پتا نہ چل سکا ، بھگوان نے مہربانی کی ۔
اسے دیکھتے ہی دمونتی فوراً اس کے پاس آ گئی
اور کہنے لگی :

رانی دمینتی

"ہمیں بتا ، تو کون ہے ؟
تو کہاں سے آیا ہے ؟ کہاں جائے گا ؟ تیرے ہوش ٹھکانے ہیں یا نہیں ؟
تو میرے محل میں اس طرح آ گیا ہے ، ناحق اپنی جان گنوائے گا ۔"

راجا نل

"میرا نام نل راجا ہے ،
میں تیرے محل میں آیا ہوں ۔
دھرم راجا ، ورن ، اگنی اور
ان کے ساتھ چوتھا دیوتا اندر ہے ۔
رانی ! انھوں نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے ۔
انھوں نے جو کچھ کہا ہے ، میں تجھے بتائے دیتا ہوں ۔
تو اسے سن کر اپنے دل میں جگہ دے ؛
تو ان چاروں میں سے کسی ایک دیوتا کو
اپنا خاوند چن لے ۔"

رانی دمینتی

"میں تو تمھاری عورت ہوں اور تم میرے خاوند ہو ۔
میرا تو یہی دھرم ہے کہ میں نل راج کمار سے بیاہ کروں گی ۔
"میں نے اپنے دل میں یہی فیصلہ کر رکھا ہے ۔
تم ہی میری جان کے محبوب ہو ۔
اگر میں تمھیں چھوڑ کے جاؤں ـــــ
میں سچی بات کہتی ہوں ـــــ
تو میں اندر سے جا کر بیاہ نہ کروں گی ،

بلکہ زھر کھا کے مر جاؤں گی ۔
اے میرے مالک ! سنو ، پھر میں زندہ نہ رھوں گی ۔
میں ایک لمحے کے اندر جان دے دوں گی ۔''

راجا نل

''بہشت کا شان دار دیوتا ، اندر جس کا نام ھے ،
تو کیوں اسے اپنا خاوند منتخب نہیں کرتی ؟ کیا تو نادان ھو گئی ھے ؟
تو پگلی ھو گئی ھے ورنہ ورن دیوتا جیسا کوئی اور نہیں ۔
اندر جیسا کوئی راجا نہیں ، سب اس کی پوجا کرتے ھیں ۔
ورنہ دھرم راج یا اگنی میں سے کسی کو اپنا خاوند پسند کر لے ، یہ چاروں عظیم دیوتا ھیں ۔
میں تو محض ایک انسان ھوں ، پیاری ! تو کیوں بھول رھی ھے ؟''

رانی دمینتی

میں اپنے خاوند پر جان دینے والی عورت ھوں ، مجھے اپنے خاندان کی عزت کا پاس ھے ۔
میں تمھاری باندی ھو چکی ، تم ھی میرے دیوتا ھو ۔
اے محبوب ! تم ھی میرے دیوتا ھو اور میں خاوند پر جان دینے والی عورت ھوں ۔
اگر دھرم (ایمان) ضائع ھو گیا تو باقی کیا رہ گیا ؟ اے راجا ! وہ لوگ دنیا میں برباد ھو گئے جن کا دھرم نہ رھا ۔
جب سے ھنس نے تمھارے متعلق بات کی ھے ، میرے دل میں محبت پیدا ھو گئی ھے ۔
اگر تم مجھے اپنی بیوی منتخب نہ کرو گے تو میں فوراً جان دے دوں گی ۔''

راجا نل

وہ چاروں دیوتا تینوں جہانوں کے مالک ھیں ۔
تو ان میں سے کسی کو خاوند پسند کر لے ، میری بات مان لے ۔
پیاری ! میری بات مان لے ، یہ محبت کی کہانی ھے ۔
اگر تو اندر راجا سے بیاہ کر لے گی تو اندر رانی ھو جائے گی ۔

کوئی اور ایسا راجا نہیں ، تو نے اپنے دل میں کیا سمجھ رکھا ہے ؟
اے رانی ! تو اسے خاوند چن لے ، سب سے بڑی رانی بن جائے گی ۔''

رانی دمینتی

میں ایک پیا سے پیار کرنے کے باعث پہلے ہی بڑی رانی ہو چکی
ہوں ۔
جو عورت اپنے خاوند پر جان دیتی ہے اس کا یہی عقیدہ ہے ۔
پیارے ! اس کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمان اور سچائی اس کے ہاتھ سے
نہ جائے ۔
آج سوئمبر میں میں تمھارے ہی گلے میں پھولوں کا ہار ڈالوں گی ۔
میں تمھیں قول دے چکی ہوں ، اب میں اور کسی کو کیسے اپنا
خاوند بناؤں ؟
اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو میں خنجر سے اپنے آپ کو ختم
کر لوں گی ۔''

راجا نل

تو سورگ میں رہنے لگے گی ، ذرا دل میں سوچ تو سہی ۔
اے حسین شاہزادی ! اس بات پر بھی غور کر ۔
اے حسین شاہزادی ! سن لے ، تو ہوش مند اور سگھڑ عورت
ہو جائے گی ۔
اندر راجا سے بیاہ کروا لے ، ہماری یہ بات مان لے ۔
اس کی صورت حسین ہے ، اس کے گلے میں سرخ موتیوں کی مالا ہے ۔
اے پیاری ! اسی بات پر عمل کر اور اس طرح پریم رس کا پیالہ
پی لے ۔''

رانی دمینتی

''محبت اور ایمان ان ہی کا ہے جن سے ازلی پیار ہے ۔
محبت کا سفر کٹھن ہے ، کوئی خاص شخص ہی اس کے آداب نباہ
سکتا ہے ۔''

گیت

''پریم کی ریت کوئی کوئی جانتا ہے ۔
راجا میری بات نہیں مانتا ۔

میں نیک اوصاف عورت ہوں ۔
میں اپنے ایمان سے کبھی دست بردار نہیں ہوں گی ۔
تم ھی میرے مہاراج ھو ،
میں نے تمھاری سب باتیں سن لی ھیں ۔
اب تم بھی میری بات سنو ، میں تمھاری باندی ہوں ۔
میں ایک لمحہ بھی تمھارے بغیر نہیں رھوں گی ۔"

راجا نل

"رانی ! سمجھ سے کام لے ، نادان نہ بن ۔
تو ان چار دیوتاؤں میں سے کسی کو پسند کر لے ، میری بات مان لے ۔
میری بات مان لے ، میں تجھے بار بار سمجھا چکا ہوں ۔
رانی ، میرا کہا مان لے ، میں تیرے فائدے کی بات کہتا ہوں ۔
میری بات سمجھ رانی ، تو ذرا بات نہیں سمجھتی ۔
پیاری ، دل کی فکر دور کر ، تو نے عقل کہاں کھو دی ھے !"

رانی دمینتی

"میں تمھارے سوا اور کسی کو خاوند پسند نہیں کروں گی ، ورنہ میں آج اپنے ھاتھوں مر جاؤں گی ۔
میں اپنی چتا خود بناؤں گی اور ستی ھو جاؤں گی یا تمھارے ساتھ چلوں گی ۔
آج میں تمھارے ساتھ چلوں گی یا ایک لمحے میں اپنی جان دے دوں گی ۔
اگر تم نے پھر مجھ سے یہ کہا تو میں اپنے تئیں خنجر سے ھلاک کر ڈالوں گی ۔
تم نے خوبیوں کے مالک ہونے کے باوجود یہ کیا بات کہہ دی ؟
میں نے تمھیں خاوند پسند کر لیا ھے ، تم میرے آقا ھو ، تم میری جان کے مالک ھو ۔"

راجا نل[1]

"میں ھاتھ جوڑ کر عرض کرتا ھوں ، اندر مہاراج ! میری بات سنیے ۔
میں آج آپ کے کام کی خاطر دمونتی کے پاس گیا تھا ؛
میں آج آپ کے کام کی خاطر گیا تھا ، اب میرا احوال سنیے ۔
میں نے اسے بہت سمجھایا ھے ، مگر وہ رانی نہیں مانتی ۔
وہ تو کہتی ھے 'میں نل کو خاوند پسند کروں گی' وہ عشق میں دیوانی ھو رھی ھے ۔
مہاراج ! میری اس بات کو سچ سمجھیے اور اس پر غور کیجیے ۔"

اندر

"سب دیوتا یہی کریں ، نل کا روپ دھار لیں ۔
ھم سب کو اسی صورت کا دیکھ کر پھر رانی کسے منتخب کرے گی ؟
ھم سب کو ایک ھی صورت کا دیکھ کر ۔"
سب نے اپنے دل میں یہ ارادہ کر لیا ،
چلو سوئمبر میں چلیں ، جہاں پیاری دمونتی ھے ۔
نل نے اسے بہت سمجھایا ھے ، مگر وہ عورت نہیں مانی ۔
اس کے پکے ارادے کو توڑ کے رھیں گے، ھم نے اپنے دل میں یہی فیصلہ کیا ھے ۔

جب راجا بھیم نے وھاں جشن منعقد کیا ،
اس نے سکھی کو محل میں بھیج کر دمونتی کو بھی وھاں بلا لیا ۔
دمونتی کو بلا لیا اور اس کے ھاتھ میں پھولوں کا ھار دے دیا ۔
جب اس نے سب دیوتاؤں کو نل کے روپ میں دیکھا تو اس کے دل میں گھبراھٹ پیدا ھوئی ۔
وہ سوئمبر میں اسے تلاش کرنے لگی اور دل میں کہتی ، 'مہان کہاں گیا ؟'
خاتون نے محفل کا یہ رنگ دیکھ کر ایشور سے پرارتھنا کی ۔

۱ ۔ واپس آ کر اندر سے ۔

رانی دمینتی

''اے مالک ! اے خادموں کے آقا ! اب میری پکار سنیے !
مجھے اس مشکل سے نجات دیجیے ! اے تینوں جہانوں کے پیدا کرنے والے !''

گیت

''میرے آقا ! میری خبر لے !
میں تیرے قدموں کی باندی ہوں ۔
سب دیوتاؤں نے نل کی سی صورت بنا لی ہے ۔
اے پیدا کرنے والے ! اب میرا ایمان سلامت رکھ !
اے مالک ! مجھے سمجھ دے کہ میں راجا نل کو اپنا خاوند منتخب کر سکوں ۔
اے سائیں ! میری پاک دامنی کی حفاظت کر !
ورنہ میں محلوں میں جان دے دوں گی
تاکہ میری پاک دامنی اور نیکی قائم رہے !''

دھرم راج[1]

''اے باوری ! فکر نہ کر ، ہمارے کہنے کے مطابق عمل کر ۔
جا ، تجھے یہی خاوند بخش دیا ، تجھے یہ نیک راجا ھی مل جائے گا ،
تجھے یہی نیک راجا مل جائے گا ، تو نل کے نام سے آواز دے
اور پھر اس راجا کے گلے میں پھولوں کا ھار ڈال دے ۔
تیری نیکی دنیا میں ھمیشہ قائم رہے گی ، تو اپنی پاک دامنی کو کبھی نہیں گنوائے گی ۔
اے پیاری ! اپنے دل میں مطمئن ھو جا اور اسی کا خیال کر ۔''

رانی دمینتی

''میں نے آپ کی بات سن کر پھولوں کا ھار اٹھا لیا ہے ؛
اب جا کر اسے راجا نل کے گلے میں ڈالتی ھوں ۔''

---

۱ - یہاں کچھ الجھاؤ ہے ، دموتنی خدا سے دعا کرتی ہے ، مگر جواب ایک دیوتا ورن دیتا ہے ۔ مرتب

گیت

"میں محبوب کے گلے میں ہار ڈالتی ہوں
اور اپنا تن اور من سب کچھ اس پر نثار کرتی ہوں"۔

اس کے گلے میں ہار ڈالنے کے بعد
اس نے مسرت کا جام نوش کیا۔
باجے بجنے لگے
اور ساتھ ہی اس کے تفکرات دور ہونے لگے۔
"اے راجا! تم برہمن[1] کو بلاؤ،
ہمارے دل کی خواہش پوری ہوئی"۔

راجا نل[2]

"اے بھیم سین مہاراج! اب ہمیں رخصت ہونے کی اجازت دیجیے۔
ہر نے ہمارے سارے کام پورے کر دیے، اس نے ہماری لاج رکھ لی"۔

گیت

"ہر نے ہماری لاج رکھ لی۔
اب ہم اپنے شہر کو جانے کی تیاری کریں۔
راجا! دیر نہ کیجیے،
ہماری یہ خواہش پوری کر دیجیے"۔
سوئمبر خوب صورتی سے ختم ہوا۔
یہاں راجاؤں نے ڈیرے ڈالے تھے۔
راجا! اب ہمیں بھی رخصت کیجیے،
ہر نے ہمارے کام سرانجام دے دیے ہیں"۔

راجا بھیم سین

"تم نے خوب بات کہی، تم نے ہمیں کامیاب بنا دیا۔
اے ہوشیار، نیک اور سمجھ دار راجا! اب میں رخصتی کی تیاری کرتا ہوں۔

---

۱ - تاکہ وہ بیاہ کرا دے۔
۲ - بیاہ ہو چکنے کے بعد۔

تم ھوشیار ، نیک اور سمجھ دار ھو ، اب تم چلنے کی تیاری کرو ۔
جو کچھ تم نے کہا ھے ، میں اس کے ساتھ بالکل متفق ھوں ۔
میں فوجیں ، رتھ اور ھاتھی تیار کرتا ھوں ، انھیں تمھارے ھمراہ بھیجوں گا ۔
میں نے اس رتھ کو آج صرف تمھاری خاطر آراستہ کیا ھے''۔

رانی دمونتی

''ماتا ! مجھے بھلا نہ دینا ، مجھے جلدی بلا لینا ۔
وہ دن کب آئے گا جب میں دوبارہ آپ سے آ ملوں گی''۔

گیت

''اب میری ملاقات کیسے ھوگی ؟
(اس کی سہیلیاں زار و قطار رونے لگیں ۔)
ماتا آپ سے پھر کب مل سکوں گی ؟
مجھے جلدی بلا لینا ۔
بھنو ! پھر تم سے کہاں ملاقات ھوگی ؟
میری آنکھیں آنسوؤں سے پر ھیں''۔

رانی دمونتی کی ماتا

''اے میری لاڈلی کنورانی ! تمھارے بغیر محل میں اندھیرا ھو جائے گا ۔
میں تمھیں جلدی بلا لوں گی ، دیر نہیں کروں گی ۔
میں ایک عرض کرتی ھوں ، میری بات سن لو ؛
ساس اور خسر کی خدمت کرنا اور خاوند کا کہنا ماننا ،
اپنے خاندان کی عزت رکھنا ، میری یہی نصیحت ھے ۔
اے میری لال ! میں تم پر قربان ، اب اپنی ساس کے گھر کی طرف روانہ ھو جاؤ ۔
رتھ میں بیٹھ جاؤ اور دیر نہ کرو ۔
میری لال ! اب خوشی اور مسرت سے اپنی ساس کے گھر جاؤ''۔
راجا نے رخصت ھو کر کوچ کیا اور اپنے رتھ میں بیٹھ کر چل دیا
اور منزل بہ منزل چلتا اپنے شہر میں پہنچ گیا ۔
اپنے شہر میں آیا تو شہر کے ھر گھر سے مبارک باد کا شور بلند ھوا ۔

محل کی سب عورتیں آرتا[1] لے کر دروازے پر آ کھڑی ہوئیں ۔
راجا محل کے اندر داخل ہوا تو خوب صورت سیج بچھائی گئی ۔
گنپت[2] نے مہربانی کی ، راجا نے وھاں پہنچ کر خوشی خوشی حکومت
سنبھال لی ۔

کالُ جگ[3]

''آقا نارد ! ہم پر آپ کی مہربانی ہو ، آج کہاں گئے تھے ؟
اے مجلس کے نیک اوصاف دیوتا ! ہمیں سب کچھ بتائیے ،
اے نیک اوصاف ! ہمیں صحیح واقعات سے آگاہ کیجیے ۔
اے دانش مند ! آپ چاروں دیوتا مل کر کہاں گئے تھے ؟
پوچھنے سے میرا یہ مطلب ھے : کیا اس نے آپ کی بات مانی ؟
میں ھاتھ جوڑ کر یہ پوچھتی ہوں ، مجھے اپنے منہ سے اس کے متعلق
بتائیے''۔

اندر

''مہاراجا بھیم سین نے آج دمونتی کے لیے سوئمبر رچایا تھا ۔
اس نے بہت ساز و سامان اکٹھا کیا تھا ،
اس نے بہت اعلیٰ انتظام کیا ، ہم اسے دیکھنے کے لیے گئے تھے ۔
ہم چاروں دیوتا وھیں تھے ، تمھیں بات بتلا دی ھے ۔
نل راجا اسے بیاہ کے لے گیا ھے ، وہ دیوتا کی طرح حسین تھا ۔
راجا نے بیٹی کو بہت کچھ دیا اور مہانوں کو خوب کھانا کھلایا''۔

کالُ جگ

''جس عورت نے چار دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک انسان کو اپنا بر
پسند کر لیا ھے ، اسے کچھ سزا ملنی چاھیے ، میں نے اس کے

---

۱ - پسے ہوئے چاول تھال میں ڈال کر ان سے دلھن کا استقبال کیا جاتا
ھے ۔ مرتب

۲ - پیدائش کا دیوتا ۔ مرتب

۳ - یہاں صرف ایک دیوی کے نام کے طور سے استعمال ہوا ھے ۔ منظر
بدلتا ھے ۔ یہ دیوی نارد سے پوچھ رھی ھے کہ سوئمبر میں کیا
فیصلہ ھوا ؟ حکایت قدیم کہانی کے مطابق ھی چل رھی ھے ۔ مرتب

متعلق غور کر لیا ھے ۔
میں نے غور کر لیا ھے ، اب میں اسے سزا دینے کی تیاری کروں گی ۔
اس عورت نے غلط کام کیا ھے ، اس نے اس کے انجام پر اچھی طرح غور
نہیں کیا ۔
میں اسے بہت تکلیف پہنچاؤں ، یہی میری خواهش ھے ۔
اس نے آپ کی پروا نہ کی اور نل راجا سے بیاہ کر لیا ؟"

اندر

"جب هم نے اسے اجازت دی ، پھر اس نے نل کے گلے میں هار ڈالا ۔
راجا نل دھرم کا پابند ھے ، تم ذرا سنبھل کر منہ سے بات نکالو ۔
بھائی ! ذرا سنبھل کر بات کرو ، انہیں کوئی سزا نہیں دینی ۔
وہ راجا بہت خوبیوں کا مالک ھے ، میں تمھیں سمجھائے دیتا ھوں ۔
هم نے اسے اجازت دی تو اس نے راجا نل کو اپنا خاوند منتخب کیا ۔
انہیں کبھی سزا نہیں دی جائے گی ، نہ کبھی ھماری بات غلط ھوگی"۔
کال جگ کے جانے کے بعد وھاں دواپر[1] آیا ۔

کال جُگ

"میرا ایک کام کرو ، تم سے یہی میری عرض ھے
یہی میری عرض ھے کہ میرے ساتھ راجا نل کے شہر میں چلو ۔
اس کا نام نل مشہور ھے ، یہ بات میں نے سمجھا دی ھے ۔
بھائی ! تم پسکر[2] کے پیٹ میں داخل ھو جاؤ اور میں نل کے پیٹ میں
داخل ھو جاتا ھوں"۔

دواپر اس کے پیٹ میں داخل ھو گیا ، خدا کے کاموں کو کوئی نہیں
سمجھ سکا ۔
مگر نل نے نہ نیکی چھوڑی ، نہ دھرم اور نہ معرفت ، کال جگ کا کوئی
زور نہ چل سکا ۔

---

۱ ۔ دواپر ، اس دنیا کا دوسرا دور ھے ، جس میں نیکی نصف رہ جائے گی۔
یہاں قدیم حکایات کے مطابق دواپر کو کالی کی طرح برائی کا مجسم
دیوتا پیش کیا گیا ھے ۔
۲ ۔ راجا نل کا بھائی ۔

کال جگ نے بارہ برس تک بہت زور مارا ۔
ایک روز راجا پلنگ پر بیٹھ گیا اور اس نے وهاں بیٹھنے سے پہلے اپنے
پاؤں دھونے کا خیال نہ کیا ۔
اس دن کال جگ کا داؤ چل گیا اور وہ اس کے اندر داخل ھو گیا ۔
جوں ھی وہ راجا کے پیٹ میں داخل ھوا ، راجا کی عقل پر پردہ
پڑ گیا ۔
راجا نے چوپڑ سار منگایا اور کھیلنے کی تیاری کی ۔

راجا نل

''اے بھائی پسکر ! میرے دل میں یہ بات آتی ھے
کہ میں تمھیں چوپڑ کھیلنے کی دعوت دوں ۔
پیارے ! میرے ساتھ چوپڑ کھیلو ، یہی میرا جی چاھتا ھے ۔
جیت ھار کی بازی بد لو''۔ اس کے بعد انھوں نے چوپڑ بچھا دی ۔
''یہ ھمارے سولہ داؤ ھیں ، میں نے تمھیں دکھا دیا ھے ،
اب چوپڑ کھیلنے میں دیر نہ کرو ، میں تم سے کہتا ھوں''۔

پُسکر

''تم تو میرے بھائی ھو ، میں تمھیں اپنے باپ کی بجائے سمجھاتا ھوں ،
تم نے مجھے خود کھیلنے کے لیے کہا ھے ، میں ایسے ھی کروں گا ۔
میں ایسے ھی کروں گا ، یہ پانسا میں نے ھاتھ میں لے لیا ھے ۔
میں گورو کا نام لے کر اسے زمین پر پھینکتا ھوں ۔
میں نے سترہ اور اٹھارہ سے بازی جیت لی ھے ،
ھم نے اب بازی جیت لی ھے ، اب ھماری ھار نہیں ھوگی''۔

راجا نل

'' اب میں دوسری بازی پر اپنا سارا مال خزانہ لگاتا ھوں ۔
پھر ھاتھ سے پانسا پھینکو ، اس کے بعد میں اپنی سلطنت کی بازی
لگاؤں گا ۔
بھائی ! سلطنت کی بازی پھر لگاؤں گا ، ابھی میں مال کا خزانہ بازی پر
لگاتا ھوں ۔
میں ساری سلطنت بازی پر لگا دوں گا ، ذرا دیر نہیں کروں گا ۔

میں اپنے سارے خیمے اور ڈیرے بازی پر لگا دوں گا ، یہی میرے جی میں
آتی ہے ۔
اب میں یہی بازی پوری توجہ سے کھیلوں گا اور اسی پر ہار جیت کا
فیصلہ ہو جائے گا ۔
دیکھو ، سترہ اور اٹھارہ پڑے ! اب میں نے بازی جیت لی ہے ۔
یہ قسمت کا کھیل ہے ، اس میں میری کوشش کو کچھ دخل نہیں''۔

پسکر

''یہ پانسا پھینکنے سے میں نے بازی جیت لی ،
اب تمھارے پاس سلطنت کے سوا کچھ باقی نہیں رہا ،
اس سلطنت کے سوا ، پیارے ! اب مجھے کیا سمجھاتے ہو ؟
جس کا پانسا جیت کا پڑتا ہے ، وھی بازی لے جاتا ہے ،
کرنے والا وھی کرتا ہے ، وھی پانسے سے جیت دلاتا ہے ۔
جس پر اس کی مہربانی ہوتی ہے ، وہ بازی جیت جاتا ہے ۔
پیارے ! تمھارے دل میں گھبراهٹ کیوں پیدا ہو رھی ہے ؟
پیارے ! جو ہونا ہے ، اسے کوئی مٹا نہیں سکتا ، تقدیر کے قلم نے جو
کچھ لکھ دیا ہے ، وہ ہو کے رہے گا''۔

راجا نل

اس بازی پر سارا راج پاٹ لگا دیا ہے ۔
میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ پانسا رذیل کھیل ہے''۔

گیت

''راجا ! میں نے سب کچھ ہار دیا ۔
اب میری اتنی بات مان لو ،
ہاتھ میں پانسا لو ۔
تمھیں خاصا پورا داؤ آیا ہے ،
میں تمھیں یہی سمجھا رہا ہوں ،
میں اپنا ایمان ہاتھ سے نہیں دوں گا ،
بھائی ! اب بازی جیتنے میں
دیر نہ کرو''۔

پسکر

''تم نے حکومت ، خزانہ اور فوجیں سب داؤ پر لگا دیں ۔
یہ تو ہم نے جیت لیں ، اب کچھ اور ہے تو لگا دو ۔
راؤ جی ! اور کچھ ہے تو آج داؤ پر لگا دو ، تمہاری حکومت تو میں
نے جیت لی ۔
آج راجا ہم سے راج پاٹ کی بازی ہار گیا ۔
تم نے یہ سب کچھ جوئے میں ہار دیا ہے اور ذرا خیال نہیں کیا ۔
راجا ! اب محل کے اندر تمہارا کیا رہ گیا ہے ؟''

راجا نل

''اب میں تن کے کپڑے اور یہ موتی جو میں نے پہن رکھے ہیں ، انہیں
داؤ پر لگاتا ہوں ۔
میں کھیل سے پیچھے نہیں ہٹوں گا ، یہی میرے جی میں آتی ہے ،
یہی میرے جی میں آئی ہے ، آج میں نے اپنا یہ سارا لباس اور موتی
جواہرات داؤ پر لگا دیے ہیں ۔
آج میں اپنے پاس کوئی چیز نہیں رہنے دوں گا ، یہی میرے من میں سمائی
ہے ۔
اگر تم یہ بازی بھی جیت گئے اور میں ہار گیا
تو میں اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ پھر میں تمہارے رحم و کرم پر
ہوں گا ''۔

پسکر

''اب تمہارے پاس کچھ نہیں رہا ، تم نے اپنا سب کچھ ہار دیا ہے ۔
اب ہمارا یہ کھیل ختم ہو چکا ہے ، میں تمہیں بتائے دیتا ہوں ۔
اب تمہارے پاس صرف تمہاری جان رہ گئی ہے ،
اور کچھ باقی نہیں رہا ، اور تم بڑے مشاق کھلاڑی تھے ۔
یہ معاملہ تو مالک کے ہاتھ میں ہے ، وہ چاہے جیت دے چاہے ہار ۔
راجا ! اس بازی میں اپنی دمونتی کو داؤ پر لگا دو ۔
اے راجا ! تم سب کچھ ہار چکے ہو ، ایک تمہاری عورت تمہارے
پاس رہ گئی ہے ۔
اور مہاراج ! دوسرے یہ تمہارا بدن ہے ۔

اب تمہارا حکومت سے کچھ تعلق نہیں ، وہ تم چوپڑ میں ہار چکے ۔
اب اس شہر کے اندر تمہاری کوئی چیز باقی نہیں رہی''۔

راجا نل

''بھائی ! تمہاری بات سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی ہے ۔
جی چاہتا ہے ، دو دھاری تلوار نکالوں اور تمہارا سر قلم کر دوں ۔
میں آج تمہارا سر اڑا دوں گا ، تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا ۔
ابھی ایک لمحے میں تمہاری جان لوں گا ، تم نے ایسی بات کہ دی ہے ؟
بھائی ! تم نے آج بے سمجھ اور مورکھ لوگوں کی سی حرکت کی ہے ۔
کیا آج واقعی موت تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے یا یہ محض میرا خیال ہے؟''

رانی دمونتی

''نل راجا مہاراج ! میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں ۔
اگر تم اسے یوں مار دو گے تو تمہاری عاقبت خراب ہو جائے گی ۔
تمہاری عاقبت خراب ہو جائے گی راجا ! ایسا نہ کرنا ،
ورنہ تمہارا کام بالکل ستیا ناس ہو جائے گا''۔

گیت

''یہ دنیا میں بہت برا کام ہے ۔
تمہاری عقل کہاں چلی گئی ؟
تمہیں کے بار سمجھایا ہے
کہ میری بات مان لو :
''اے مالک ! جؤا نہ کھیلنا ،
مگر تمہیں ذرا شرم نہیں آئی ۔
اب اپنا ایمان تو نہ ہارو ،
اسے کیوں جان سے مارتے ہو ؟''

راجا نل

''جو کچھ تو نے کہا ہے ، میں نے سن لیا ہے ، یہ نیچ پاپی ہے ۔
میں اب اسے نہیں چھوڑوں گا ، اس کی موت کا وقت آ گیا ہے ،
پیاری ! اس کا آخری وقت آ گیا ہے ، میں تجھے بار بار بتا رہا ہوں ۔

اس نے ایسے برے الفاظ زبان سے کہے ہیں اور اسے ذرا جھجک محسوس نہیں ہوئی ۔
اس میں میرا کچھ قصور نہیں ، اس کے سر پر موت منڈلا رہی ہے ۔
میں اب اسے جیتا نہیں چھوڑوں گا ، میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا ہے''۔

رانی دمونتی

''یہ تمھارے بیٹوں کی طرح ہے اور تم اس کے لیے باپ کی مانند ہو ۔
اپنے دل میں ذرا سوچو تو ، کیا تمھیں یہ بات زیب دیتی ہے ؟
راؤ جی ! تمھیں یہ بات زیب نہیں دیتی ، تم سب میں دانا اور خوبیوں کے مالک ہو ۔
راجا ! اپنے خون پر ہاتھ نہ اٹھانا ، ورنہ دنیا تم پر ہنسے گی ۔
اگر تم نے اسے مار ڈالا تو تم دنیا میں زیادہ دکھ پاؤ گے ۔
میرے پیا ! میری یہ بات مان لو ، اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤ''۔

راجا نل

''اس نے منہ سے ایسی غلط بات کہی ہے جس نے میرے جگر کو چیر دیا ہے ۔
اے رانی ! اچھی طرح سن لے ، اب میں اسے نہیں چھوڑوں گا ۔
اے رانی ! کان کھول کر سن لے ، اس نے ہم سے بہت زیادتی کی ہے ۔
اب تو بھی مان جائے گی کہ یہ بہت شیطان ہے اور اس نے ہماری ہر نیکی فراموش کر دی ہے ۔
اس نے منہ سے ایسی بات کہی ہے ، اسے ذرا خیال نہیں آیا ۔
جیسے تو بچہ کہ رہی ہے ، یہ شیطنت کی گٹھری کان ہے''۔

رانی دمونتی

''محبوب ! میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں ، میری بات مان لو ۔
اس کو مارنے سے کیا حاصل ؟ کینہ خود ہی انسان کو مار دیتا ہے''۔

گیت

''ایمان اور سچائی نہ ہارو ؛
اے راجا ! اسے قتل نہ کرو

میں تمھیں بار بار سمجھا رھی ھوں
مگر یہ بات ابھی تک تمھاری سمجھ میں نہیں آ سکی ۔
مال اور راج ، بیوی کے سوا ، تم نے سب کچھ اپنی مرضی سے ھار دیا ھے ۔
اے راجا ! اب کیوں غصے میں آتے ھو ؟
پہلے ھی سوچ سمجھ کر کام کیا ھوتا "۔

پسکر

"اب تم اس سلطنت میں نہیں رہ سکتے ، اب یہاں تمھارا کچھ کام نہیں ۔
میری حکومت میں تمھارے لیے کھانا پینا حرام ھے ،
تمھیں یہاں کھانا پینا حرام ھے ، اے ٹکڑوں پر پلنے والے ! اب یہاں سے چلے جاؤ ۔
ابھی جلدی سے سارے ملک میں ڈھنڈورا پٹوا دیتا ھوں ۔
اب تم میری سلطنت میں نہیں رہ سکتے ، جہاں تمھارا جی چاھے چلے جاؤ ۔
اب تم یہ کام کرو ، اس میں ذرا دیر نہ ھو"۔

رانی دمونتی[۱]

"اے رتھ بان ! سنو ، میرے باپ کے پاس چلے جاؤ ۔
گھوڑے اور رتھ وھیں لے جاؤ ، میری بات مان لو ۔
میری بات مان لو اور جلدی سے تیاری کرو ۔
ایک بیٹی ھے اور ایک چھوٹا لڑکا ھے ، مجھے ان دونوں کی بہت فکر ھے ۔
تم ان دونوں کو میری ماتا کے پاس لے جاؤ ۔
ھمیں تو بن باس مل گیا ھے جو ھماری قسمت میں لکھا تھا ۔
میری ماتا کو میری صورت احوال بتا دینا ۔
میں تمھیں ھاتھ جوڑ کر یہ ساری بات سمجھا رھی ھوں"۔

رتھ بان

"جو کچھ آپ نے کہا ھے ، میں وھی کروں گا ، میں ابھی جاتا ھوں ۔

---

۱ - بچوں کو حفاظت کی غرض سے اپنے ماں باپ کے ھاں بھیجتی ھے ۔

اب میں جانے ھی کی تیاری کروں گا ، آپ پریشان نہ ہوں۔
اے پیاری خاتون ! پریشان نہ ہونا ، میں آپ سے یہی عرض کر
رہا ہوں۔
میں بچوں کو رتھ میں بٹھا کر آپ کی ماتا کے پاس لے جاؤں گا
اور آپ کی جو حالت ہے ، وہ بھی وہاں جا کر اسے بتا دوں گا۔
رانی ! آپ اپنے دل میں تسلی رکھیں ، میں وہاں سے واپس آ کر آپ
کو ساری خبر دوں گا "۔

راجا نل

"تم نے ٹھیک کہا ہے ، میں نے تمھاری بات مان لی ہے۔
اب ہم یہاں نہیں رہیں گے ، تقدیر کے لکھے پر زور نہیں"۔

گیت

"دکھ میں کوئی ساتھی نہیں ،
میری عقل بھی مجھے جواب دے رہی ہے۔
رانی ! مجھے یہ معلوم نہ تھا
کہ قسمت میں یوں لکھا ہے۔
راج چھوڑ کر جنگل میں آ گئے۔
اب میں بھوک کی شدت محسوس کر رہا ہوں ،
چلتے چلتے تین دن ہو گئے ،
نہ ہم نے کچھ کھایا نہ پیا "۔

رانی دمونتی

"اس پیڑ پر ایک کبوتری آ بیٹھی ہے ،
اسے مار کر کھا لو ، اور تو کوئی صورت نہیں ؛
اے راجا جی ! اور تو کوئی تدبیر بن نہیں آتی۔
تن بے تاب ہے ، بھوک سے جان نکل رہی ہے۔
میرے تن میں تو اب چلنے کی بھی سکت نہیں۔
اسی کبوتری کو مار لو تاکہ ہم کچھ کھا لیں"۔

راجا نل

"رانی ! جو کچھ تو نے کہا ، مجھے اس سے اتفاق ہے۔

میں اس کبوتری کو فوراً مارے دیتا ہوں ،
مگر پیاری! یہ سمجھ لے کہ میرے پاس اور کوئی ہتھیار نہیں ۔
میں اس پر اپنی دھوتی پھینک کر اسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں''۔

''میں نے اس پر دھوتی پھینکی مگر وہ دھوتی لے کر اڑ گئی ۔
اب سوچ سے کچھ بن نہیں پڑتا کیوں کہ ہماری قسمت ہی ہار چکی ہے''۔

رانی دمونتی

''اے راجاؤں کے راجا[1] ! تو نے ہم پر مصیبت میں مصیبت کیوں ڈال دی ؟
یا تو ہماری جان لے اور یا ہماری مدد کو پہنچ''۔

راگنی

''مصیبت میں کوئی ساتھی نہیں ،
پیا ! بدن بے پرد ہو رہا ہے ۔
اے آقا[2] ! میری خبر لے ،
مصیبتوں نے مجھے گھیر لیا ہے ،
ہم تیری پناہ میں آتے ہیں ،
ہماری جان نکل رہی ہے ۔
اے مالک ! تیرے بغیر اور کوئی نہیں
اے گرڑ[3] کے سوار ! ہماری حفاظت کر''۔

راجا نل

''اے رانی ! یہ راستہ شہر بدربھ کو جاتا ہے ،
جہاں تیرے ماں باپ ہیں ، تو خود اس راستے کو پہچان لے ۔
پیاری ! اسے پہچان ، یہ خوبصورت راستہ ہے ؛
شیر گرجتے ہیں اور میرا دل کانپ کانپ جاتا ہے ، میں تجھے بتائے دیتا ہوں ۔

---

۱ ، ۲ ۔ خدا ۔
۳ ۔ وشنو کی سواری ۔

بن میں رهنا بہت مشکل ہے ، رانی! اس میں بہت دکھ اٹھانے پڑتے ہیں ۔ خدا جانے قسمت میں کیا لکھا ہے ، اس کے بھید وھی جانتا ہے“۔

رانی دمونتی

”اے محبوب ! میں نہیں جانتی ماں باپ کیا ہیں ۔
کیا تم مجھے ماں باپ کے پاس چھوڑ کے خود بن میں اکیلا رهنا چاھتے ہو؟“

گیت

”پیا جی ! ہمیں چھوڑ نہ جانا ،
اے محبوب ! میرے ساتھ رهو ،
پیا جی ! میں نادان ہوں ،
مجھے اکیلے نہ چھوڑ جانا ،
میں بن میں اکیلی زندہ رہ سکتی ہوں
مگر شہر میں تمھارے بغیر فوراً میری جان نکل جائے گی“۔

راجا نل

”رانی ! اپنے منہ سے ایسی سخت بات نہ کہ ،
میں تجھے کیسے چھوڑ سکتا ہوں ، میری اور تیری محبت چکور اور چاند کی سی ہے“۔

گیت

”اب محبت چھوڑی نہیں جا سکتی ،
رانی ! میں تجھے کیسے چھوڑ سکتا ہوں ،
تو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری ہے :
میں تجھے کیسے علیحدہ کر سکتا ہوں ۔
تیرے بغیر کیا جینا ؟
ہم دونوں نے بہت تکلیف اٹھائی ہے“۔

رانی دمونتی

”اب میں اپنے جانی محبوب کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ، میرے پاؤں میں محبت کی زنجیر پڑ چکی ہے ۔
تمھاری بات سنتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے ہیں ۔

تمھارے بغیر کون ھمارے دکھ سکھ کا ساتھی ھوگا ؟
اے بوب ! اگر تم مجھ سے جدا ھو گئے تو میں فوراً جان دے
دوں گی ،
میں تمھاری خاطر شاخیں ، تنے، پھل اور پھول سب کچھ توڑ لائی ھوں۔
اے میرے مہاراج ! اے مالک ! اب تم کو چاھیے کہ ان میں سے
کچھ کھا لو"۔

راجا نل

"رانی! گھبرا نہیں ، اپنے دل میں اطمینان رکھ ۔
ھمیشہ رگھبیر کا نام لیتی رہ ، وہ ضرور ھماری مدد کریں گے"۔

گیت

"پیاری ! رگھبیر کا نام لیتی رہ ،
تجھے کبھی ناکامی نہیں ھوگی ۔
رام دنیا کے کام کرنے والے ھیں ،
ھم نے انھیں سے لو لگا رکھی ھے ۔
مصیبت میں وھی راحت لاتے ھیں ،
ان کے سوا اور کوئی نہیں ھے[۱]"۔

راجا کو جنگل میں پھرتے پھراتے ایک دوست مل گیا ۔
اس نے اس کی بہت تواضع کی ۔ راجا بہت اداس تھا ،
اسے اداس دیکھ کر اس نے راجا کی اور زیادہ تواضع کی ۔
راجا نے پانچ دس راتیں اس کے محل میں گزاریں ۔
راجا کے اس دوست کی رانی نے ایک کھونٹی پر اپنا ھار لٹکایا اور خود
(کسی کام کو) چلی گئی ۔
اس ھار[۲] کو شاید کھونٹی نگل گئی ، کیوں کہ اس کا کچھ پتا نہ
چل سکا ۔
رانی محل میں واپس آئی تو روٹھ کر لیٹ گئی

---

۱ ۔ یہاں تک بھاٹ قدیم کہانی کے مطابق چلتا آیا ھے مگر اب اسے اور
ھی طرح ختم کر رھا ھے ۔
۲ ۔ ھار کا یہ واقعہ ھریش چندر کی کہانی میں ملتا ھے ۔

اور راجا نے خود آ کر اسے اٹھایا ۔

رانی

''تمھارا یہ جو دوست ہے اور اس کے ساتھ جو اس کی عورت ہے ،
اسی عورت نے میرا ھار لیا ھے ، میں نے تمھیں صاف بتا دیا ھے''۔

نل نے جب آ کر ھار کی بات سنی ۔

راجا نل

''تقدیر نے ھماری قسمت میں کیا لکھ دیا ھے ؟''

یہ بات سن کر اس نے بن کی راہ لی
اور پھرتا پھراتا پنگل[1] کے ملک میں چلا گیا ۔

راجا نل

''اے دنیا کے مالک ! تو نے ھمیں کس قدر سخت مصیبت میں مبتلا کر دیا ھے ؟
اس مصیبت میں کوئی ھمارا ساتھی نہیں''۔

گیت

''مصیبت میں کوئی ساتھی نہیں ،
میں ھاتھیوں سے دست بردار ھو چکا ھوں ،
اب میری رھائش جنگلوں میں ھے ،
یہ ھماری قسمت کا کھیل ھے ۔
اے آقا ! ھماری خبر لے ،
ھمیں سخت بھوک لگ رھی ھے ،
ھمارے تن پر کوئی کپڑا نہیں ،
میں راج تج کے تنہا رہ گیا ھوں''۔

رانی دموتنی

''میرے محبوب ! سنو ، میں تم سے عرض کرتی ھوں ۔
قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا ، خواہ لاکھ کوشش کریں ۔

---

۱ ۔ پنگل کے لیے اگلی حکایت کا پیش لفظ دیکھیے ۔

خواہ ہم لاکھ کوشش کریں ، یہی ہماری قسمت کا لکھا ہے ۔
ان مصیبتوں کے اندر رام ہمارے محافظ ہیں ۔
معرفت ، سچائی اور اچھی صحبت اختیار کرو ۔
سچائی نہ چھوڑو ، میں تمھیں سمجھائے دیتی ہوں ۔
اگر تم نے سچائی چھوڑ دی تو دھرم کی اہانت ہو جائے گی ۔
عارف اور درویش دکھ اور سکھ میں کوئی فرق نہیں سمجھتے''۔

راجا نل

''اے وفادار بیوی ! سن ، معرفت بڑی مشکل سے حاصل ہوتی ہے ۔
ہم نے پچھلے جنم میں کیا گناہ کیے تھے ، جو ہم پر یہ مصیبت ڈال دی گئی''۔

گیت

''ہم پر سخت مصیبت آ پڑی ہے ،
اے گردھاری[1] ! ہماری خبر لیجیے ،
اے میری جان سے پیاری محبوبہ ! میری بات سن ،
مصیبت کی بات اور ہے ،
میں تجھ سے سب کچھ کہے دیتا ہوں ،
ہم نے ہوش میں ساری بازی ہار دی ،
پھر اندر نے میرا امتحان لیا[2] ،
برسات نے مجھے بہت دکھ دیا ،
میں غلط بات نہیں کہتا ،
ہار کو کھونٹی نگل گئی ،
کبوتر جو ہمارا شکار تھا ، وہ اڑ گیا ۔
قسمت کا لکھا ٹالے نہیں ٹلتا ''۔

رانی دمونتی

''جو ہونا تھا ہو گیا ، اب دل سے افسوس دور کرو ۔
جو قسمت میں لکھا تھا ، وہی پیش آنا تھا ، الزام کسے دیں ؟

---

۱ ۔ کرشن ، خدا ۔ مرتب
۲ ۔ ظاہر ہے ، بارش برسا کر ۔ مرتب

پیا جی ! کسے الزام دیں ؟ اے میرے مالک ! ہماری قسمت ہی بری ہے ۔
حکومت گئی ، جنگلوں میں آئے ، خدا کا بھید کوئی نہیں پا سکا ۔
یہ ہماری کسی غلطی ہی کا وبال ہے جو اس نو عمری میں مصیبت پڑ گئی ہے ۔
ایک لحاظ سے تو میری قسمت اچھی ہے مالک ! کہ ہم دونوں جنگل میں اکٹھے ہیں ۔
آقا ! اگر میں تم سے بچھڑ جاتی تو یہ زیادہ دکھ ہوتا ۔
اب میری پاک دامنی محفوظ ہے کیوں کہ میں دن رات تمھارے ساتھ رہتی ہوں ۔
اے محبوب ! چلو اب کسی بستی میں چلیں ، جنگل کی رہائش چھوڑ دیں ۔
یہاں ہم ہر وقت آداس رہتے ہیں ، چلو اب کسی بستی میں چل رہیں ۔
ایسا کام کرو جس سے ہمارے دھرم کو نقصان نہ پہنچے ۔
میری یہ بات مان لو ، اب مہربانی سے تم آگے آگے چلو ۔
تم میرے خاوند ہو ، میں تمھارے ساتھ پیچھے پیچھے چلوں گی''۔

راجا نل

''رانی ! سن لے ، یہ پنگل کا ملک ہے ۔
یہاں کی دولت اور حکومت کا مالک اودھ کا راجا ہے ۔
پیاری ، یہ اودھ کی سلطنت ہے اور یہاں کا راجا بہت طاقت ور ہے ۔
اس کے شہر میں دن رات آٹھوں پہر باجے بجتے رہتے ہیں ،
اس کے دربار عام اور خاص دونوں کی بہت دھوم ہے ،
راؤ کی پوری شان و شوکت ہے ، راجا کے سر پر چھتر بھی ہے اور تاج بھی''۔

رانی دموتنی

''تم نے خوب بات کہی ہے ، جو میرے دل میں اتر گئی ہے ۔
مالک نے جو جو مصیبت ڈالی ہے ، اسے ہم نے برادشت کیا ہے ۔

پیا جی ! ہم نے وہ سب برداشت کی ہے ، ہماری یہ عرض سنو ۔
ہم سے کوئی تدبیر بن نہیں آتی ، ہم پر یہ مصیبت مالک نے ڈال رکھی ہے ۔
تم تیلی کے گھر جا کر اس کا کولہو چلاؤ اور یہ بھاری محنت کا کام اختیار کر لو ۔
میں راؤ کے محلوں میں جا کر پنھیاری بن جاتی ہوں''۔

راجا تیلی کے ہاں ملازم ہو گیا اور رانی محل میں ۔
سارا شہر اسے راجا کی پنھیاری کہتا ۔
اس شہر کے سب مرد و عورت اسے راجا کی پنھیاری ہی کہتے تھے۔
راؤ تیلی کا بیل ہانکتا اور دل میں سخت اداس رہتا ۔
راجا کو تین دن ہو گئے ، نہ اس نے کچھ کھایا نہ پیا ۔
نہ تیلی نے اسے پوچھا : ''تم نے کیا کیا کام کیا ؟''
چوتھا دن ہوا تو اس نے کھلی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال لیا ۔
اس پر تیلی نے راجا کو لات ماری اور وہ بھی اس کے منہ سے باہر آ گرا ۔

راجا پنگل

''اے دانا رانی ! یہ کھانا کس نے تیار کیا ہے ؟
اے معرفت کی محافظ ، اوصاف کی کان رانی ! مجھے سچ سچ بتا ۔
مجھے ابھی سچ سچ بتا دے ، اے معرفت کی محافظ اور اوصاف کی کان !
تو میرے محل میں بڑی رانی ہے اور سب سے حسین ہے ۔
اے میری محبت کی دیوانی ! یہ تیرے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں ہے ۔
میں نے تجھ سے جو بات پوچھی ہے ، مجھے اس کے متعلق سب کچھ صاف صاف بتا دے''۔

رانی

''مجھے آج فرصت نہ تھی ، محل میں بہت کام تھا ؛
یہ کھانا اس نے تیار کیا ہے جو تمھاری پنھیاری ہے ۔
راؤ جی ! یہ جو تمھاری پنھیاری ہے ۔ یہی اصل واقعہ ہے

کہ اس غریب نے آج محل میں سارا کھانا تیار کیا ہے ۔
میں آج کچھ تکان سی محسوس کر رہی تھی ، اس لیے میں مجبور
تھی ۔
میں نے یہ کھانا اس عورت کو تیار کرنے کے لیے کہا ، یہی بات میری
سمجھ میں آئی''۔

راجا پنگل

''راجا نل کے محل میں اس کی عورت دمونتی ہے ،
اس نے ایک بار ہمارے لیے کھانا تیار کیا تھا ،
میں نے اس کھانے کا مزہ ایسا ہی پایا تھا ؛
اس اچھی عورت نے بھی آج ایسا ہی کھانا تیار کیا ہے ۔
یا تو یہ کسی راجا کی عورت ہے اور تم اس کا راز نہیں پا سکیں ۔
اس پر کوئی مصیبت پڑ گئی ہے اور اس نے تمھیں نہیں بتایا ہے''۔

''اے حسینہ ! تو کون ہے ؟ ہم سے سچ کہہ ۔
ہم تم سے یہ پوچھتے ہیں کہ تیری ذات کیا ہے ؟
تیری ذات کیا ہے پیاری ؟ ہمیں اپنا حال سنا دے ۔
تو کسی راجا کی بیٹی نظر آتی ہے ، تو پنھیاری نہیں ہو سکتی ۔
مجھے اپنے دل کی اصل بات کھول کر بتا ۔
ہمیں یہ سچ سچ بتا دے کہ تیری ذات کیا ہے ؟''

رانی دمونتی

''میری کہانی مصیبت اور بد قسمتی کی داستان ہے ، آپ سے کیا بیان
کروں ؟
میں نرور گڑھ[1] کے راجا کی رانی ہوں ۔
اے راجا جی ! میں رانی ہوں ، جی ! میری یہ بات سنیے ۔
رام نے ہم پر یہ مصیبت ڈالی ہے اور ہمیں بن باس دلا دیا ہے ۔
وہ راجا نل مہاراج ہیں ، جن کی میں عورت ہوں ۔

---

۱ - نرور گڑھ آج کل گوالیار کا ایک اجڑا ہوا شہر ہے ، جو پرانے
نشادھ[1] کی یادگار ہے ۔

اپنا پیٹ بھرنے کی خاطر آپ کی پنہیاری بنی ہوں ۔
دمونتی میرا نام ہے ، میں نے اپنے خاوند کے ساتھ بن باس لیا تھا ۔
اب میں نے اپنی مصیبت کی ساری داستان آپ کو سنا دی ہے''۔

راجا پنگل

''تمھارا راؤ اس وقت کہاں ہے ؟ اس کے متعلق بھی صحیح صحیح بتا دو ،
رانی جی ! تاکہ ہم ابھی جا کر مہاراج کر لے آئیں ۔
پیاری تاکہ ہم اسے لے آئیں ، ہمیں اس کا پتا دو ۔
ہمیں بہت فکر لگ گئی ہے ، اس میں ذرا دیر نہ کرو ۔
رانی ! ہمیں اپنی داستان بار بار سناؤ
اور اپنا سارا حال احوال اچھی طرح بتا دو''۔

رانی دمونتی

''ہم نے جنگل سے آ کر یہی سوچا
کہ راجا تیلی کا ملازم ہو جائے اور میں آپ کی پنہیاری ہو جاؤں ۔
میں محلوں میں آ کر آپ کی پنہیاری ہو گئی
اور یہاں آ کر آپ سے بد قسمتی اور مصیبت کی داستان بیان کر دی ۔
مالک نے ہمیں جو دکھ دیا ، ہم نے وہ سب برداشت کیا ،
اس کا لکھا ٹالے نہیں ٹلتا''۔

راجا پنگل[1]

''نل راجا مہاراج ! میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں ،
شہر کے اندر چلیے اور اپنا لباس تبدیل کیجیے ،
اپنا لباس تبدیل کیجیے ، میں آپ کا خادم ہوں ۔
میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں کہ میرے ہمراہ چلیے ۔
میری گدی پر بیٹھ کر راج کیجیے ، ہم آپ کے پیش خدمت ہیں ۔
آپ آ کر تیلی کے ہاں ملازم ہو گئے ؟ یہ آپ نے کیا کیا ؟''

---

۱ ۔ راجا نل کے پاس جا کر ۔

راجا نل

''اے رانی! میں تم سے کہتا ہوں کہ جو بچھڑنا اور ملنا برھما نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے ، ہمیں اسی کو برداشت کرنا ہے''۔

گیت

''تقدیر کا لکھا ٹالے نہیں ٹلتا ۔
رانی ! ہماری عرض سن ،
جو سخت مصیبت پڑ گئی تھی ،
ہم نے وہ سب برداشت کر لی ۔
اگر کوئی راجا مجھے یہ تکلیف دیتا
تو میں اسے بھی ہنسی خوشی برداشت کر لیتا ۔
کس سے فریاد کریں ؟
دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں -
قسمت کا لکھا پورا کرنا ہے ۔
اب ہمیں دوبارہ حکومت لے کر کیا کرنا ہے ؟''

راجا پنگل

''جو کوئی اس دنیا میں پیدا ہوا ، دکھ سکھ اس کے ساتھ ہے ۔
قسمت نے رگھو ناتھ[1] کو چودہ برس تک بنوں میں پھرایا''۔

گیت

''رگھو رائے بنوں میں پھرتے رہے ،
ماتا کیوکی نے اسے یہ دکھ دیا ،
رگھو پر سخت مصیبت آئی ،
اس نے بن باس کی تیاری کی ۔
پرھلاد پر بھی مصیبت آئی تھی ،
جسے ہر کوئی جانتا ہے ۔
راجا ! اگر تم پر یہ مصیبت پڑی ہے ، تو یہ کوئی نئی بات نہیں ،
تم اپنے دل سے ساری فکر دور کر دو''۔

---

۱ - رام چندر ۔

راجا نل

''اے رانی ! میں تمھیں اس تکلیف کا حال سناتا ہوں ۔
جب سے ہم قسمت کے مارے جنگل میں آئے ہیں ، ذرا چین نصیب نہیں ہوا''۔

گیت

''رانی ، ذرا چین نہیں !
زندگی مصیبت ہی میں ختم ہو رہی ہے ،
میں نے نرور کا بھاری قلعہ چھوڑ دیا ،
دکھ کے دن صبر سے گزارے ،
اب وہ وقت ہاتھ نہیں آتا ،
کون مصیبت کا ساتھی ہوتا ہے ؟
اس دنیا میں ہر کوئی فانی ہے ،
جو دکھ مجھے دیا گیا ، میں نے اسے برداشت کیا ہے''۔

راجا پنگل

''اس میں غلطی کس کی ہے ؟ آپ یوں ہی افسوس کر رہے ہیں ؟
دکھ سکھ ہر ایک کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ، آپ نے اپنی قسمت کا لکھا برداشت کیا ہے ۔
راؤ جی ! آپ نے اپنی قسمت کا لکھا برداشت کیا ہے ، مصیبت ہر ایک پر آتی ہے ۔
رام چندر نے اپنی عورت سیتا کو چھوڑ دیا اور وہ بن میں جا کر رہنے لگی ۔
بھوک اور پیاس کی شدت سے نڈھال ہو کر وہ بالمیک رشی کے پاس رہی ۔
مہاراج ! اب یہاں بیٹھ کر حکومت کیجیے ، رام آپ کی آمید بر لائیں گے''۔

راجا نل

''دل کی بات دل ہی میں رکھنی چاہیے کیوں کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ۔
قسمت نے ہمیں بن میں لا ڈالا ''۔

گیت

''میری عورت دمونتی کہاں ہے ؟
اس کے بغیر بات نہیں بنتی ،
وہ ہر مصیبت میں میرے ساتھ رہی ہے ،
وہ اپنے قول سے نہیں پھری ۔
میری عورت اپنے خاوند کی بہت وفادار ہے ،
وہ ہمیشہ میری خدمت گزار رہی ،
وہ جو مجھے جان سے عزیز تھی ، اب مجھ سے بچھڑ گئی ہے ،
وہ مجھ سے جدا ہو گئی ہے ،
اب دنیا میں میرا زندہ رہنا بے فائدہ ہے ،
اب یہاں میرا آن جل ختم ہو چکا ہے''۔

راجا پنگل

''دمونتی محل میں ہے ، اس کے پاس چلیے ۔
آرام چین سے حکومت کیجیے ، آداس کیوں ہوتے ہیں ۔
راؤ جی ! آداس ہر گز نہ ہوں ، میں آپ کے سامنے ھاتھ جوڑ کر کہتا ہوں ۔
اے راجا ! اب دل سے فکر دور کیجیے اور میرے ہمراہ چلیے ۔
کرنے والا وھی مالک ہے ، میں آپ کو یہی بات سمجھا رہا ہوں ۔
مہاراجا ! اب اور دیر نہ کیجیے ، میرے ساتھ چلیے ، میں آپ کو اپنے ساتھ لے کے جاؤں گا ''۔
راجا محل میں آئے اور سب کا ملاپ ہو گیا ۔
اپنی رانی کو دیکھ کر راجا رونے لگے ۔
راجا رونے لگے اور راؤ پنگل نے اپنی زبان سے یوں کہا :

راجا پنگل

''ہم دونوں کی عورتیں آمید سے ھیں ، یہ اچھی طرح سے سمجھ لیجیے ۔
راجا ! اگر میرے ھاں بیٹی پیدا ہوئی اور آپ کے ھاں بیٹا پیدا ہوا
تو میں اپنی بیٹی کو آپ کے بیٹے سے بیاہ دوں گا اور میری بیٹی ہماری خواھشات کو پورا کر دے گی''۔

دنیا کے قائم رکھنے والے نے مہربانی کی ، میں ہر وقت آپ کی طرف
متوجہ رہوں گا ۔
شری بھگوان نے پھر دونوں کا ملاپ کرا دیا ۔
مجھ پر دنیا میں نظر کرم رکھیے ۔
آپ نے دمونتی اور راجا نل کا دوبارہ ملاپ کرا دیا ۔
جس طرح چکور چاند کی محبت سے خوش اور مسرور رہتا ہے ،
اسی طرح بہادر اور نیک لوگ آپ کی محبت میں خوشی اور مسرت محسوس
کرتے ہیں آپ کے رازوں کو کون پا سکا ہے ؟
اے ماتا ! میں اس سوانگ کو مکمل کر کے اب تیرے سامنے سر
جھکاتا ہوں ۔
بنسی لال[۱] کہے ہے : اے سب کی ماتا ! چاروں جہانوں میں تیری
حکومت ہے ۔

---

۱ ۔ نظم کا مصنف ۔

حکایت ۳۱

راجا ڈھول کی کہانی

موضع ببیال نزد انبالہ کے دو خاکروبوں کی زبانی

اگرچہ ڈھول کو ہمیشہ راجا نل کا بیٹا بتایا جاتا ہے مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے ، یہ حکایت سابقہ حکایت کے برعکس معروف قدیم کہانیوں سے تعلق نہیں رکھتی ؛ قدیم حکایات کے مطابق نل کے بڑے کا نام اندر سین تھا اور ڈھول سنسکرت کا لفظ بھی نہیں ۔

اس حکایت میں راجا ڈھول اور سنگلدیپ میں واقع پنگل گڑھ کے راجا پنگل کی لڑکی مارون کی محبت کی کہانی بیان کی گئی ہے مگر ان ناموں سے ہمیں کچھ مدد نہیں مل سکتی ۔ پنگالا ایک قدیم نام ہے جس کا تعلق ناگا قوم سے ہے ۔ اگر سنگلدیپ ، سکل دویپ یا ساکا دویپ کی بگڑی ہوئی صورت ہو تو پنگالے کی سلطنت شمالی پنجاب میں ہوگی اور یہی کسی ناگا راجا کے لیے مناسب علاقہ ہو سکتا ہے ۔ ڈھول ، نرور گڑھ یا نل کوٹ (موجودہ نرور واقع ریاست گوالیار جس کا تعلق جیسا کہ پچھلی حکایت میں بتایا جا چکا ہے ، ہمیشہ راجا نل کی حکایت سے رہا ہے) کا رہنے والا تھا ۔ نرور پر صدیوں تک کچھواھا راجپوت حکمران رہے ہیں ۔ اس حکایت سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے ؛ یہاں ڈھول کی بیوی سمّی کچھواھی بتائی گئی ہے ۔

اس حکایت کی زبان میں فارسی الفاظ نسبتاً زیادہ ہیں ——— مگر سب بگڑی ہوئی صورت میں ۔

میں بھوانی[۱] اور ساردا[۲] کے سامنے سر جھکاتا ہوں ، تاکہ وہ میرے
سینے کو علم سے بھر دیں ۔
اپنے ساتھ تین سو ساٹھ سہیلیاں لے کر ،
رانی مارون تالاب پر آئی ۔
اس نے اپنے کپڑے اور جوتا تالاب کے کنارے پر رکھ دیا
اور چھلانگ لگا کر تالاب کے بیچ میں چلی گئی
اور وہاں سے ادھر اُدھر تیرنے لگی ۔
اس کی سہیلیاں باتیں کرنے لگیں ــ سنو تو! وہ کیا کہتی ہیں ؟
''رانی جی مارون ! ہماری بات سنو اور غور سے سنو ،
تیرے باپ کے شہر میں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بیاہی جا رہی ہیں
اور بڑی اپنے سسرال جا رہی ہیں ۔
کیا تیرا باپ مفلس ہے ؟ کیا اس کے ہاں دولت کی کمی ہے ؟''
راج کماری نے کہا : ''ماں کہتی ہے : 'نہ تیرا باپ مفلس ہے نہ
اس کے ہاں دولت کی کمی ہے'
مگر وہ مجھے کہاں بیاہیں ؟ کہاں میری منگنی کریں ؟ مجھے کوئی بر
تو بتلاؤ ۔
ماں کہتی تھی : 'تو سات دن کی تھی ، ڈھول نو دن کا تھا ،
جب نرور گڑھ کے اندر تھالی کٹورے میں تیرا بیاہ کر دیا گیا تھا'
راج کماری سہیلیوں سے پوچھنے لگی ''ڈھول کن گلیوں میں رہتا ہے ،
اس سے ملاقات کیسے ہو ؟''
پاس کھڑی تارون[۳] مارون سے کہنے لگی
''چھوٹا[۴] منہ بڑی بات ہے ، مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے ۔
رنگین پلنگ بچھا کر اس پر پھولوں کی سیج بچھواؤ ،
پھر رانی جی ، مارون جی ! اوپر دوپٹہ اوڑھ کر سو جاؤ ؛
اس طرح راجا کی بیٹی مارون راجا ڈھول کو یاد کرے ،
تو خواب میں اس سے ملاقات ہو جائے گی''۔

---

۱ ، ۲ ۔ ساردا علم کی دیوی سرسوتی ہے ، بھوانی بھی دیوی ہے ۔
۳ ۔ مارون کی بہن ۔ مرتب
۴ ۔ یہ اور اگلی پانچ سطریں الجھی ہوئی سی ہیں ۔ مرتب

رانی مارون محل میں آ گئی ۔
شام ہوئی ، دن ڈھل گیا اور
رانی مارون محل میں آ کر سو گئی ۔
''اے خدا ! اے میرے آقا ! آدھی رات گزر چکی تھی
جب مجھے خواب میں ڈھول ملا ؛ ڈھول۔میرا محبوب ، میرا پیارا۔
وہ مجھے خواب کے اندر ملا''۔
ابھی پہر رات باقی تھی ،
جب کونجوں نے پنگل کی بیٹی کے پاس شور مچایا ۔
رانی کی آنکھ کھل گئی ،
رانی مارون اٹھ کر بیٹھ گئی ،
وہ اپنے آپ سے باتیں کرنے لگی ۔
''اے خدا ! مجھے رات کا خواب نہیں بھولتا''
کونجوں نے شور مچایا ۔
صبح بہت سویرے جب ہر طرف خدا کا نور پھیلا
(تو اس نے اپنی ماں سے کہا)
''پیاری ماتا ! میری عرض سنو !
میں اپنے دل کی بات بتاتی ہوں ۔
میری پیاری ماتا ! مجھے رات کا خواب سونے نہیں دیتا ۔
ان کونجوں نے شور مچا دیا تھا ،
میری پیاری ماتا ! ان کونجوں کو مروا دو
اور[1] تالاب کو پر کرا دو''۔
تارون نے پوچھا ''میری بہن مارون کیا کہتی ہے ؟
میری مارون ! یہ کونجیں کسی اور کی ہیں ،
یہ ہر روز نرور گڑھ جاتی ہیں ،
اس تالاب سے صبح چلی جاتی ہیں ، تم میری بات کیوں نہیں سنتیں ؟
کونجوں کے پروں پر چٹھی لکھ کر بھیج دو ،
یہ جا کر ڈھول کو دے دیں گی''۔
اگلی صبح بہت سویرے جب نور پھیلا ،

---

۱ ۔ تاکہ یہ کونجیں وہاں نہ رہیں ۔ مترجم

رانی مارون نے اپنی سہیلیوں کو بلا لیا ،
تین سو ساٹھ سہیلیاں اور رانی مارون تالاب پر پہنچ گئیں ۔
''اے میری پیاری کونجو ! میری عرض سنو !''
وہ ست جگ کا سنہری دور تھا ، (جب جانور بھی بات کر سکتے تھے)
کونجوں نے یوں جواب دیا
''اپنے دل کا بھید ظاہر کر دے ، رقعہ لکھ کر دے دے''۔
مارون بولی : ''میری پیاری کونجو ! کیا خیال ھے ؟
میری چٹھی راجا ڈھول کے پاس لے جاؤ گی ؟ '
کونجیں کہنے لگیں ''رانی مارون ! ھماری عرض سنو !
سب چٹھیاں لکھ کر ،
ھمارے پروں پر باندھ دو''۔
اس نے چٹھیاں لکھ لکھ کر ان کے پروں کے ساتھ باندھ دیں ،
کونجوں نے اڑان بھری
اور نرور گڑھ میں پہنچ گئیں ۔
ساری کونجیں تالاب کے اندر تیرنے لگیں
مگر ایک بوڑھی کونج پیچھے رہ گئی ،
وہ تالاب کے کنارے پر بیٹھی رھی ۔
بوڑھی کونج دوسری کونجوں سے کہنے لگی
''وہ راجا ڈھول کی چٹھی اسے دکھا دو''۔
یہ سن کر پیاری کونجیں باھر آ گئیں
اور ھاتھ جوڑ کر بوڑھی کونج سے کہنے لگیں :
''ھم نو بار اپنے سر تمھارے پاؤں پر جھکاتی ھیں ۔
اے ھماری بہن ! ھماری چٹھیاں تو پانی میں گل گئیں ۔
اے کونج ! تو ھماری جان بچا ۔
ھماری بات سن ! اب تو راجا کو اپنی چٹھی دکھلا دے''۔
وہ کونج وھاں سے اڑی اور محل میں پہنچ گئی
اور جا کر محل کی منڈیر پر بیٹھ گئی ۔
راجا ڈھول رانی سے چوپڑ کھیل رھا تھا ،
کونج کو دیکھ کر راجا محل کے اندر چلا گیا ۔
جوں ھی وہ تیر کمان لے کر باھر آیا ،

کونج نے چٹھی نیچے گرا دی ،
سمّی[1] کچھواھی نے وہ چٹھی اُٹھا لی
اور اسے جلدی جلدی پڑھ لیا ۔
رانی مارون نے اس میں شعر لکھے تھے ۔
اتنے میں راجا ڈھول بھی آ گیا ،
اسے دیکھ کر رانی نے چٹھی کو آگ لگا دی ۔
راجا نے چٹھی جلتی دیکھ کر رانی سے پوچھا
''سمّی جی کچھواھی ! یہ کس کی چٹھی تھی جسے تو نے جلا دیا ؟
یہ تو کونج نے گرائی تھی''۔
رانی بولی ، (سنو تو ، اس نے کیا کہا ؟) : ''راجا ڈھول جی!
شاید اس گاؤں میں کوئی پیغام لانے والا نہیں ہے ،
جو رانی مارون نے چٹھی لکھ کر
کونج کے ھاتھ بھیجی ہے ۔
کوّوں[2] ھاتھ پیغام ، چڑیوں ھاتھ سلام''۔
یہ سن کر ڈھول کو کچھ تکلیف ھوئی ۔

رانی مارون نے کچھ دیر انتظار کیا ،
پھر اس نے اپنے خاندان کے برھمن کو بلایا ۔
برھمن نے آ کر دعا دی :
''تو خوش رہے ، تیرا خاندان خوش رہے''۔
''دادا ! میری یہ چٹھی لے جا ،
اسے راجا ڈھول کے پاس لے جا ۔
نرور گڑھ میں محبوب کے پاس جا
اور ڈھول پیارے کو ھم سے ملا دے''۔
رانی نے بوڑھے برھمن کو پانچ اشرفیاں دیں ،
بوڑھا برھمن وھاں سے گھر آ گیا
اور اس نے وہ پانچ اشرفیاں اپنی برھمنی کو دے دیں ۔
''لو اس سے اپنا خرچ چلاؤ''۔

---

۱ - راجا ڈھول کی بیوی ۔ مترجم
۲ - محاورہ ہے ، مطلب ہے اس نے مذاق کیا ہے ۔

پھر بوڑھا برھمن منزل بہ منزل روانہ ھوا
اور نرور گڑھ پہنچ گیا ،
وھاں جا کر راجا ڈھول کے محل کی طرف گیا ۔
راجا ڈھول خس کے بنگلے میں تھا ۔
برھمن نے وھاں پہنچ کر راجا ڈھول کو دعا دی
''دادا جی ، برھمن ! کس ملک سے آئے ھو ؟''
''میں پنگل دیس سے نرور گڑھ کو آیا ھوں''۔
پھر اس نے وہ چٹھی راجا ڈھول کو پیش کی ،
راجا ڈھول نے اسے فرفر پڑھ لیا
اور اپنے دل میں بہت خوش ھوا ۔
برھمن کو اپنے محل میں لایا ،
وہ خوشی خوشی قدم اٹھاتا محل کے اندر گیا ۔
راجا رانی سے کہنے لگا :
''پنگل گڑھ سے دادا جی مصر آیا ھے ،
اس کے لیے سرخ پلنگ بچھا دو''۔
راجا یہ کہ کر باھر آ گیا ۔
رانی نے برھمن کے لیے کنویں کے اوپر کچے سوت کا پلنگ بچھوا دیا
اور اوپر سفید چادر بچھا دی ؛
اس کے بعد رانی نے اس برھمن کو بلا لیا
''مہاراج جی ! میری عرض سنو !''
جب برھمن محل کے اندر گیا ،
تو رانی نے اس سے کہا : ''بوڑھے سے برھمن ! میں تجھ سے کہتی ھوں
اس پلنگ پر جا کر بیٹھ جا ''۔
وہ بوڑھا سا برھمن پلنگ پر بیٹھا
تو نیچے کنویں میں گر پڑا ۔
پھر رانی سمّی جی کچھواھی نے وھاں سے وہ پلنگ اٹھوا لیا ،
ڈھول راجا آ کر رانی سے کہنے لگا
''مجھے برھمن کا پتا دو''۔
رانی نے جواب دیا (سنو تو ، اس نے کیا کہا ؟)
''راجا جی ! ڈھولا جی !

وہ تو محل سے بھاگ گیا ہے''۔
یہ سن کر راجا کو بہت افسوس ہوا ۔
وہاں راج کماری ماروں برہمن کا انتظار کر رہی تھی :
''بڈھے برہمن نے واپس آ کر کوئی اطلاع یا خبر نہیں دی ،
راجا نل کے بیٹے ڈھول کا شہر یہاں سے تین سو ساٹھ کوس کے فاصلے پر ہے ۔
کیا خبر برہمن مر گیا ہے یا جیتا ہے ؟''
رانی نے مراثی کو بلایا ،
مراثی آ کر آداب بجا لایا ۔
''میرے باپ کے مراثی ! مجھے اس وقت تیری بہت ضرورت ہے ،
میری ضرورت پوری کر ۔
نل کا بیٹا ڈھول یہاں سے تین سو ساٹھ کوس کے فاصلے پر رہتا ہے ،
مجھے اس ڈھول محبوب سے ملا دے''۔
''پنگل کی بیٹی ماروں ! تو بھیجے گی تو ضرور جاؤں گا
مگر میرے گھر والوں کا کون خیال رکھے گا ؟''
''مراثی ! میں تجھ پر قربان ! یہ لے پانچ اشرفی ،
یہ مراثن کو دے جا ؛
اس سے کہنا کہ وہ احتیاط سے لڑکوں کا گزارا کرے''۔
مراثی کے لڑکے نے وہ پانچ اشرفیاں لے کر
اپنے رنگیلے دوتارے میں ڈال لیں ؛
وہ سوال کرنے والا مراثی
ٹکڑے مانگنے بھول گیا ،
اس نے اپنا بھیک مانگنے والا پیالہ پھینک دیا
اور سیدھا گھر چلا آیا ۔
مراثن اپنے پانچوں ساتوں لڑکوں کو لیے بیٹھی تھی ۔
اس نے مراثی کو دور سے آتے دیکھا
تو تیوری چڑھا لی
اور ماتھے پر کئی بل ڈال لیے ۔
''کس کٹنی نے تم پر اپنا جادو ڈالا ہے جو ٹکڑے مانگنے بھی چھوڑ دیے ؟

آج کے مانگے ہوئے کسے دے آئے ؟ اے میرے ساجن !
ان لڑکوں کا کیا بنے گا ؟‘‘
’’مراثن ! میری بات سنو ، اب ٹکڑے مانگ کر کیوں کھائیں ؟
اب نان پلاؤ اڑاؤ‘‘۔
’’اے میرے ساجن ! اپنی کمائی تو مجھے دکھاؤ‘‘۔
مراثی نے اپنا رنگیلا دوتارا الٹا دیا
اور گھر والوں نے جو دیکھا ، وہ اس سے خوش ہو گئے ۔
مراثی اپنے دل میں سوچتے ہوئے مراثن سے کہنے لگا
’’مجھے رانی مارون ڈھول کے پاس بھیجتی ہے ،
تیری کیا رائے ہے ؟ تو میری بیوی ہے ،
مجھے اپنا دلی مشورہ دے‘‘۔
یہ سن کر مراثن اپنے خاوند کو سمجھانے لگی
’’دیکھو ، میری بات سنو !
تم گھڑی میں جاتے ہوئے پل میں جاؤ
اور رانی کا پیغام وہاں پہنچا کر ، اس کا حکم بجا لاؤ‘‘۔
وہ اپنے دل میں یوں سوچ رہی تھی ، وہ یہ خیال کر رہی تھی
’’اگر یہ گھڑی میں یہاں سے نکلنے والا ہے تو اسے ابھی نکالو ،
اس کے جانے کے بعد میں خوب کھاؤں گی‘‘۔
مراثی نے مراثن کی بات سنی تو کہنے لگا
’’راستے میں شیر ، بھیڑیے اور چیتے ہیں ،
وہ مجھے کھا جائیں گے ۔
مجھے اپنے ہاتھ سے دو روٹیاں پکا دے
تاکہ میں اچھی طرح پیٹ بھر کر کھا لوں‘‘۔
’’اے میرے محبوب ! اے میرے پیارے ! میں تجھے ابھی کھچڑی پکائے دیتی ہوں
اور تجھے خوب اچھی طرح سے کھلا دیتی ہوں‘‘۔
’’ ’کھچڑی کھچڑی‘ کیا کہتی ہے ، کھچڑی لمبا کام ہے ،
اسے کب پکائے گی ؟ کب چولھے پر چڑھائے گی ؟ اور کب میں اسے کھا کر نرور گڑھ کو جاؤں گا ؟
میری مراثن ! میری بات سن ! مجھے اپنے ہاتھ سے دو روٹیاں پکا دے ،

جو کچھ موجود ہے ، ہم اسی سے کام لے لیتے ہیں ۔
اڑھائی سیر چنوں کا آٹا لے آ
اور سوا سوا سیر کی دو روٹیاں پکا دے ،
تھوڑا سا نمک اور پانچ سات پیاز بھی لے آ
اور انھیں (گرم گرم) چولھے سے اتار کر مجھے دے دے''۔
مراثی کے بیٹے نے لقمے توڑ کر منہ میں ڈال لیے ،
ساتھ پیاز ملا لیے ؛
لقمہ مراثی کے منہ میں پھول گیا
اور پیاز کا پانی اس کی آنکھ میں پڑ گیا
'' 'پیاز[1] کھانا تو رونے کے برابر ہے' اے میرے خدا ! اے میرے خدا !''
اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا ،
یہ دیکھ کر مراثن نے مراثی سے کہا
''میرے پیارے سنو تو ! کھانا کھا رہے ہو یا رو رہے ہو''۔
''میری مراثن سن ! 'کھانا ھی بھگوان[2] ہے'۔
مجھے لڑکوں کی جدائی کا خیال آ گیا تھا ،
اب مجھے کونڈی اور ڈنڈا لا دے
اور سرخ مرچیں بھی لے آ ''۔
مراثی نے دیوی[3] اور سرسوتی کا دھیان کیا ،
پہلے ان کو یاد کیا
پھر زور زور سے بھنگ رگڑنے لگا
اور اسے تیار کر لیا ۔
پہلے وہ بھنگ کا پتلا پانی پیتا تھا ؛
اب کے اس نے اسے گاڑھا تیار کیا ،
مراثی نے اس کے چار پانچ پیالے پی لیے
''میری مراثن ! اب حقہ تیار کر کے لا دے
اور ایک کونے میں مجھے چٹائی بچھا دے''۔

---

۱ ، ۲ - یہ محاورے ہیں ۔
۳ - اس گیت کا پہلا مصرع دیکھیے ۔

حقہ پینے سے مراثی کو بھنگ کا نشہ چڑھ گیا
اور وہ مدھوش ہو کر کونے میں جا پڑا ۔
مراثن نے اپنے پانچوں ساتوں لڑکوں کو ساتھ لیا
اور بازار کی سیر کے لیے نکل گئی ۔
وہ گھومتی پھرتی حلوائی کی دوکان پر پہنچ گئی
اور اس نے حلوائی کی دوکان پر ایک اشرفی رکھ دی ۔
''مجھے اچھی مٹھائی دے''۔
اس نے تھوڑی تھوڑی مٹھائی لڑکوں کے ھاتھوں پر رکھ دی
اور باقی سب خود چٹ کر گئی ۔
دوسری بار وہ بھٹیارن کی دوکان پر پہنچی
''میری نگری کی بھٹیارن! مجھے عمدہ ترین کھانا دے''۔
''جو تجھے پسند ھے لے لے ، میری مراثن !''
مراثن نے اس کے تنور پر ایک اشرفی رکھ دی ۔
''میری بھٹیارن ! مجھے نان اور کوفتے دے دے
اور عمدہ زردہ پلاؤ بھی''۔
تھوڑا تھوڑا اس نے لڑکوں کے ھاتھوں پر رکھ دیا
اور باقی سب خود چٹ کر گئی ۔
پھر گھومتی پھرتی گھر جا پہنچی ،
گھر پہنچ کر اس نے اپنا رنگیلا چرخہ لے لیا
اور گھونگھٹ نکال لیا ۔
لمبا گھونگٹ نکال کر خاوند سے یوں کہنے لگی
''تیرے جیسے خاوند کے سہاگ سے تو میں رانڈ ھی بھلی ،
سوت کات کر اپنا پیٹ پالتی ھوں ۔
لے ، اپنے لڑکوں کو سنبھال (میں یہاں سے جاتی ھوں) ''۔
مراثی نے اٹھ کر نہ ھاتھ دھوئے ، نہ کلی کی ،
وہ اپنے دل میں سوچنے لگا
''یہ ھمیشہ پانچوں ساتوں لڑکوں کو بھی سنبھالتی تھی ،
اپنے گھر کو بھی سنبھالتی تھی ،
اب اسے کیا ھو گیا ھے ،
جو ایسی باتیں کرتی ھے''۔

مراثی نے کھونٹی پر سے اپنا رنگ دار دوتارا اتار لیا
اور شہر کی جانب چل دیا ۔
''رانی مارون نے مجھے نرور گڑھ جانے کے لیے کہا ہے ،
اسے کیا جواب دوں گا''۔
مراثی خود ہی سوال کرتا ، خود ہی جواب دیتا
اور اپنے آپ سے یوں ہی باتیں کرتا جاتا :
''آج میں سارنگی کی آواز بھی مدھم کر لیتا ہوں
اور خود بھی مدھم آواز سے گاؤں گا''۔
اس نے سارنگی پر بارہ مٹھی کا تار چڑھا لیا
اور اپنی آواز بھی اس کے مطابق کر لی ۔
پھر مراثی دل میں سوچنے لگا
اور یوں سوچ بچار کرنے لگا ۔
''اے میرے خدا ! اے میرے آقا ! دو مہینے تو میں بنیوں میں
گزار دوں گا
اور دو مہینے گزار دوں گا سیدوں کے پاس ،
دو مہینے شیخوں کے ہاں بسر کروں گا ۔
اے میرے خدا ! چھ مہینے گاتا پھروں گا ،
اگر پنگل کی بیٹی رانی مارون پوچھے گی
تو اسے کوئی من گھڑت جواب دے دوں گا ''۔
منوالیا مراثی بھرے بازار میں پہنچ گیا
اور محبت کا گیت گانے لگا ۔
رانی مارون نے اسے محل کی چھت پر سے دیکھ لیا ،
وہ بال سکھانے کے لیے چھت پر گئی تھی ؛
مراثی کی آواز اس کے کان میں پڑ گئی ،
اس نے اپنی باندی کو بلا کر کہا :
''اپنے ھاتھ میں نو تسمے کا کوڑا لے
اور اس مراثی کے بیٹے کو دو چار کوڑے مار کے
محل کے اندر لے آ''۔
باندی نے ھاتھ میں نو تسمے کا کوڑا لیا
اور مراثی کے پاس پہنچ گئی :

''مراثی کے بچے ! تجھے رانی نے یاد کیا ہے ،
وہ تجھے محلوں میں بلاتی ہے''۔
مراثی چپکے سے اس کے آگے آگے ہو لیا اور محل میں پہنچ گیا ۔
وہاں پہنچ کر اس نے رانی کو سلام کیا اور دعا دی ۔
''مراثی کے بچے ! تیرے بائیں ہاتھ کیا ہے ؟
اور دائیں ہاتھ کیا ہے ؟''
''میرے بائیں ہاتھ لال خاں[1] کا لکڑا پڑا ہے
اور میرے داھنے ہاتھ کوڑا پڑا ہے''۔
''لال خاں کے لکڑے میں پاؤں دے دے ،
تیرے بدن پر کوڑے پڑیں گے''۔
''رانی ماروں ! میں لال خاں کے لکڑے میں پاؤں نہیں دوں گا ،
مجھے کوڑوں سے نہ پٹوا''۔
''میں تو سمجھتی تھی تو آدھا یا ایک تہائی راستہ طے کر چکا ہوگا ،
تو نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے''۔
مراثی نے جواب دیا ''مجھے چٹھی لکھا دے
تاکہ میں جا کر ڈھول کو دے دوں''۔
رانی نے ایک سادہ کاغذ منگایا
اور چھت پر بالا خانے کے سایے میں بیٹھ کر
چٹھی لکھ دی ۔

چٹھی

چڑھتا جوبن یوں چڑھا ، جیسے ساون کے بادل ،
چڑھتے جوبن نے مجھے یوں گھیر لیا جیسے باغ مالی کو گھیر لیتا ہے ۔
میرا جوبن یوں بکھر رہا ہے جیسے ساحل کی ریت ،
آنگن میں باجرا سوکھ رہا ہے ، راجا ڈھول سنو !
زمین پر جوار سوکھ رہی ہے ،
محبوب ڈھول کی رانی اپنے باپ کے گھر میں سوکھ رہی ہے ؛
آم پک گئے ، ان کا رس ٹپک رہا ہے مگر چوسنے والا دور بیٹھا ہے ؛

---

[1] - لال خاں نے مجرموں کو سزا دینے کے لیے کاٹھ مارنے کا طریقہ ایجاد کیا تھا اس لیے کاٹھ کو لال خاں کا لکڑا کہتے ہیں ۔ مرتب

گیہوں کی بالیں بالکل سوکھ گئی ہیں ، آکر اناج بٹور لو ۔
چھاؤں پرانی ہو گئی ہے ، اب بانس سوکھ کر ٹوٹنے کے قریب ہیں ۔
تیرے گھر میں وہ نیچ ذات ہے جو صبح اٹھ کر نہ ہاتھ دھوتی ہے
نہ کلی کرتی ہے ؛
اس کا پیٹ گھڑے کی مانند ہے اور سر ٹوکرے کی طرح ، وہ رانی
ہو کر جنگلوں میں پھل توڑتی پھرتی ہے ،
اس کے مقابلے میں رانی جی مارون ایسی بے مثل حسینہ ہے
جسے پھولوں سے تولا جا سکتا ہے ۔
میں مارون پتلی پتلی اور نازک ہوں ،
صرف اڑھائی چاول کھاتی ہوں“۔
مارون نے چٹھی لکھی ”اے میرے محبوب ! اے میرے محبوب !“
اور مراثی کے ہاتھ میں دے دی
اور سنوالیا مراثی کو دور تک آگے چھوڑ آئی ۔
جب وہ شہر کو واپس آ گئی
تو سنوالیا مراثی باغوں کی طرف چلا گیا
وہ باغوں میں چلتا ہی گیا ،
وہاں اسے مالی کی بیٹی ریوا[1] مل گئی ۔
سنوالیا مراثی شگون کے متعلق خیال کرنے لگا ؛
مالی کی لڑکی کے سر پر ٹوکرا تھا
اور اس میں مختلف پھل پھول تھے ،
اسے امید بندھ گئی ۔
مالی کی بیٹی ریوا جو امید سے تھی ، اس سے مراثی کی ملاقات ہو گئی
تھی ۔
”اب چونکہ میری ملاقات مالی کی بیٹی ریوا سے ہو گئی ہے ،
میں ڈھول کو اپنے ساتھ لے آؤں گا “۔
جب سنوالیا مراثی اور آگے بڑھا
تو اسے ایک گھوڑے والا ملا جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا ،

---

۱ - بھاٹ یہاں حسب معمول بھول رہا ہے ، ریوا رانی مارون کی بڑی باندی تھی ۔

وہ اپنے ساتھ ڈولی میں دلھن لا رہا تھا
''خدا وندا ! میری ملاقات گھوڑے والے سے ہوئی ہے ،
میں ضرور ڈھول کو اپنے ساتھ لاؤں گا ''۔
سنوالیا مراثی منزل بہ منزل چلتا گیا ،
وہ نرور گڑھ کی طرف جا رہا تھا ،
اس نے پکے [1] سوا سو کوس کا فاصلہ طے کر لیا اور چوکی کے قریب
پہنچ گیا ۔
چوکیدار بولا (سنو تو ، اس نے کیا کہا) ''ٹھہر ، راستے کے مسافر!
تو کہاں سے آیا ہے ؟ کہاں جا رہا ہے ؟ ٹھہر جا ، اے راستے کے
مسافر !''
''سن ، چوکی کے سپاہی ! میں پنگل گڑھ سے آ رہا ہوں
اور نرور گڑھ کو جاؤں گا ۔
سنوالیا میرا نام ہے ، سن چوکی کے سپاہی !''
سپاہی بولا : ''سن سنوالیا مراثی ! میں تجھے کہتا ہوں ،
ہمارے شہر میں نہ جا ، دادا سنوالیا !
اس شہر میں ہر گز داخل نہ ہونا ''۔
سنوالیا مراثی نے دیوی اور ساردا کا دھیان کیا ۔
سب سے پہلے اس نے یہی کام کیا ،
پھر اس نے دھر کر رگڑا لگایا
اور بھنگ تیار کر لی ۔
''بہادرو ! ایک ایک پیالا پی لو ،
ایک ایک چسکی لگا لو ، جی !''
وہ سپاہی راستے پر رہنے والے مشٹنڈے تھے ،
وہ سنوالیا سے بھر بھر کر پیالے پینے لگے ۔
اس کے بعد مراثی نے انھیں چرس کا سلفا پلا دیا ۔

---

۱ - مرتب نے لفظ پکے سے پکی سڑک مراد لی ہے اور اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے حالانکہ یہ لفظ کوس کے ساتھ ہے ؛ پکے کوس اور کچے کوس ، پکا کوس ۱½ میل کا ہوتا ہے اور کچا ایک میل کے قریب ۔ مترجم

سلفہ پینے سے سپاھیوں پر بھنگ کا اثر ھونا شروع ھوا
اور وہ نشے میں چور ھو گئے ؛
ان[1] کی چھاتی پر پاؤں رکھ کے سنوالیا دادا وھاں سے گزر گیا
اور نرور گڑھ میں داخل ھو گیا ،
سنوالیا دادا نرور گڑھ کے اندر چلا گیا ۔
شام ھوئی ، دن ڈھل گیا ، چوپائے گھروں کو واپس آنے لگے ،
مراثی بھی چل کر سریا کمھارن کے دروازے پر آ گیا
"اے شہر کی کمھارن ! مجھے آج کی رات یہاں بسر کرنے کی اجازت دے دے ،
کل میں یہاں سے چلا جاؤں گا "۔
"مسافر ! تیرے قربان جاؤں ، گدھوں والے مکان کی دھلیز پر پڑ رہ"۔
جیٹھ اساڑھ کا موسم تھا ۔
"نیچے سے سخت بھڑاس آٹھ رھی ھے ، اف میرے خدا !
اوپر سے گدھوں کی بو آتی ھے ۔
مجھے اچھی جگہ بتائی ھے ! اے شہر کی کمھارن !"
"اس سیڑھی پر سے اوپر چلا جا ، تیرے قربان جاؤں ، اے میرے مسافر !"
سنوالیا دادا سیڑھی پر چڑھ گیا
اور سر شام ھی سو گیا ۔
آدھی رات ھوئی تو راجا ڈھول کا نقارہ بجا ،
وہ شکار کے لیے جنگل کو روانہ ھو رھا تھا ۔
سنوالیا دادا نے بھی اپنا رنگین دوتارا سنبھالا ،
مراثی بولا ــــ (سنو تو ، اس نے کیا کہا ؟) ــــ :

گیت

اے خدا ! میرے خدا ! سن ۔
مارون نے یہ چٹھی لکھی ھے ، راجا نل کے بیٹے ڈھول ، سن !

---

۱ - 'چھاتی پر پاؤں رکھ کر گزرنا' محاورہ ھے ، مراد ھے دلیری سے گزرنا ۔ مترجم

چھت پر بالا خانے کی چھاؤں میں بیٹھ کر ،
اس نے ماتھے پر ھاتھ رکھ کر ، مور کی طرح آنسو بہائے
''وہ ھمیشہ آنے کا وعدہ کرتا ھے ، اس نے اسی طرح بارہ مہینے گزار دیے ،
چھاؤں پرانی ھو گئی ، بانس خشک ھو کر ٹوٹنے لگے ۔
کیا تیرے کاغذ گل گئے یا تیرے پاس سیاھی کی کمی ھے ؟
رانی کو تیرے نام کا بھروسا ھے ، صرف تیرے نام کا سہارا ھے ،
ماروِن جدائی کے صدمے برداشت کر رھی ھے ، جیسے 'کریر' کا درخت تنہائی برداشت کرتا ھے ،
اس[1] کی بانہوں میں فراق کی چوڑیاں ھیں اور تن پر فراق کا لباس ،
آنگن میں باجرا سوکھ رھا ھے ، زمین پر جوار سوکھ رھی ھے ؛
رانی جو پیارے ڈھول کی محبوبہ ھے ، اپنے باپ کے گھر سوکھ رھی ھے ،
نہ وہ ھاتھ دھوتی ھے نہ کلی کرتی ھے ۔
وہ جو نیچ ذات عورت راجا نے اپنے گھر میں ڈال رکھی ھے ،
بھدی ، موٹی اور چوڑی ناک کی ، وہ جنگل میں پھل توڑنے جاتی ھے''۔
جب رانی سمّی جی کچھواھی نے یہ بات سنی ،
وہ اپنے دل میں سوچ بچار کرنے لگی
''اے میرے خدا ! اے میرے مالک !
میں جس مراثی کی تعریف سنتی تھی ،
وہ تو میرے شہر کے اندر پہنچ گیا ''۔
سمّی جی کچھواھی نے زنانہ لباس اتار دیا
اور مردانہ بھیس بدل لیا ،
ھاتھ میں نو تسمے کا کوڑا لیا
اور سریا کمھارن کے گھر پہنچ گئی
''مجھے اس رات کے چور کا پتا دے جس نے رات کے وقت شور مچایا ھے ۔

---

۱ ۔ مرتب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ھے : اس کی چوڑیاں اس کے بازووں کو زیب دیتی ھیں اور اس کا بدن لباس میں بھاتا ھے ۔

میں اسے سولی پر لٹکا دوں گی ۔
اس نے رات کو اتنا شور مچایا ہے کہ راجا ڈھول سو نہیں سکا ۔
''شام کے وقت مجھے یہ مسافر غریب سا نظر آیا ۔
میں نے اس سے کہا : ''اس سیڑھی پر چڑھ جا ، وھاں سے شہر کے
مکان اور دریچے[1] نظر آ جائیں گے''۔
یہ مراثی کا بچہ اس وقت خاموشی سے لیٹ گیا ''
وہ دیکھو ایک سپاھی اوپر چڑھ گیا
اور اس نے سوتے مسافر کو ٹھوکر مار کر جگا دیا ۔
''اے چالاک مسافر ! تو نے رات وہ شور مچایا
کہ راجا ڈھول سو نہ سکا ۔
اب تیرے لیے سولی تیار کر رہے ھیں ،
تو میرے ساتھ چل''۔
''مارون اور راجا ڈھول دونوں کی ایسی تیسی ۔
اے میرے پیارے سپاھی ! اے اچھے سپاھی ! کسی طرح میری جان
بچا لے ؛
مجھے چھوڑ دے''۔
اس پر سپاھی نے کہا : ''اچھا مسافر ! میری بات سن ۔
مجھے اپنی گانٹھ گرہ دکھا دے ۔
تیرے پاس جو پیسا دھیلا ھے ، وہ مجھے دے دے''۔
مراثی نے دو اشرفیاں نکالیں
اور وہ سپاھی کو دے دیں ۔
سپاھی نے مراثی سے دو اشرفیاں لے لیں اور اسے دروازے سے نکال دیا ۔
سپاھی بولا : ''اچھے مسافر !
بھائی ! میری بات سن ،
اب تو یہاں سے بھاگ جا ۔
پیچھے مڑ کے نہ دیکھنا میرے اچھے دوست !''

---

۱ - پنجابی میں اسے دلیچہ لکھا گیا ھے ، مرتب نے اسے غالیچہ سمجھا ھے ؛ میرے خیال میں یہ دریچہ کی بگڑی ہوئی صورت ھے ۔

مترجم

مراثی آگے کو چل دیا ،
اس نے دیوی سے دھیان لگایا ،
دیوی نے اسے آواز دی :
''تم میرے ھوشیار اور پیارے مراثی ہو ،
ذرا اپنا رنگین دوتارا تو کندھے سے آتارو''۔
مراثی اپنا رنگین دوتارا بجانے لگا اور ساتھ گانے لگا :
''میں اس شہر میں امید لے کر آیا تھا ؛
اب نا امید لوٹ رہا ھوں''۔
دوسری طرف سے راجا ڈھول شکار سے واپس آ رھا تھا ۔
ڈھول نے مراثی کی آواز سن لی ۔
''تو کیا گاتا آتا تھا ؟
مجھے بھی وھی گیت سنا دے''۔
''میرے ھوشیار سوار ! تجھے پرائی کیا پڑی ،
تو اپنے کام سے کام رکھ''۔
''تیرا گیت میرے دل کو بہت بھایا ھے ، مجھے وہ دوھرا سنا دے''۔
''میں اس شہر میں امید لے کر آیا تھا ،
اب نا امید لوٹ رھا ھوں''۔
راجا نے اسے بازو سے پکڑ کر گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور محل کی طرف چل دیا ۔
مراثی کو دیکھ کر رانی اپنے دل میں متفکر ھوئی ۔
راجا نے گھوڑا اصطبل میں باندھا اور محل کے اندر آ گیا ۔
راجا محل کو چلا آئے ، راجا محل کو چلا جائے ۔
راجا ڈھول نے رانی سے کہا : ''میری رانی جی !
اسے پلنگ بچھا دو ،
اسے اچھا کھانا دو ،
اسے خوب اچھی طرح سے نہلاؤ''۔
یہ سن کر رانی نے خوب صورت پلنگ بچھایا ،
صندل کی چوکی منگائی ،
دھی اور عطر منگایا ۔
وہ مراثی اپنا بدن مل مل کر نہانے لگا

اور اللہ[1] کا نام لینے لگا ۔
رانی مارون نے جو پوشاک دی تھی ،
وہ مراثی نے خود پہن لی ۔
رانی نے چنوں کا اڑھائی سیر آٹا گوندھا
اور سوا سوا سیر کی دو روٹیاں پکائیں ۔
ساتھ چٹکی بھر نمک اور دو پیاز بھی رکھ دیے
اور اسے چوکے[2] سے نیچے بٹھا کر یہ کھانا اس کی طرف سرکا دیا ۔
رانی مراثی سے یوں کہنے لگی :
''لے ، یہ کھانا کھا لے''۔
مراثی نے لقمہ توڑ کر منہ میں ڈالا ،
لقمہ اس کے منہ میں پھول گیا ، پیاز کا پانی اس کی آنکھوں میں پڑ گیا ۔
'پیاز کھانا رونا ہے'۔ اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا ۔
سمی کچھواھی پوچھنے لگی : ''کھانا کھاتے ہوئے روتا کیوں ہے ؟
مجھے اپنے دل کا راز بتا دے''۔
مراثی بولا : ''رانی جی !
'بھوجن ھی بھگوان ھے' میری رانی جی !
میں کھانے کی وجہ سے نہیں روتا ، میری دانش مند رانی !
میں تو مارون کی قسمت کو روتا ھوں ۔
میری رانی سنگلدیپ کی حسینہ ھے ، اسے پھولوں سے تولا جا سکتا ھے ۔
وہ پتلی اور نازک سی ھے ، صرف اڑھائی چاول کھاتی ھے ۔
راجا ڈھول بارہ کھانے کھاتا ھے ، اس کے ھاں بارہ کھانے پکتے ھیں ۔
میں نے اس کے بارہ کھانوں کی شہرت سنی تھی ، یہاں تو ایک ھی کھانا دیکھا ۔
رانی مارون یہ نہ کھا سکے گی ، اے میرے خدا ! اے میرے خدا !
یہ کھانا تو کھایا نہیں جاتا''۔

---

۱ ۔ اب تک مراثی کو ھندو بتایا گیا ھے ، اب اس نے اللہ کا نام لینا شروع کر دیا ھے ۔ مرتب
۲ ۔ ھندوؤں کے کھانا کھانے کی مخصوص جگہ ۔ مترجم

مراثی نے چار پانچ لقمے لیے ،
باقی روٹی اپنے کھیس[1] میں ڈال لی ۔
اور وہ چالاک خس کے بنگلے میں آ گیا ۔
اس نے جا کر راجا کو سلام کیا ، دعا دی
اور اس کے گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا ۔
مراثی نے اپنے کھیس میں ھاتھ ڈالا
اور وہ ٹکڑے نکال کر راجا کے سامنے رکھ دیے ۔
"ھماری حسین رانی حسن میں بے مثل ھے ،
اسے پھولوں سے تولا جا سکتا ھے ؛
میری رانی نازک اور ھوشیار ھے ،
وہ صرف اڑھائی چاول کھاتی ھے ۔
میں نے سنا تھا راجا ڈھول بارہ قسم کے کھانے کھاتا ھے ،
اس کے ھاں بارہ کھانے پکتے ھیں ۔
میں نے تو آپ کی یہ صفت سنی تھی
لیکن یہاں میں نے ایک ھی کھانا دیکھا ھے ۔
رانی سمی نے مجھے یہ کھانا دیا ھے
جو مجھ سے کھایا نہیں جاتا"۔
مراثی نے راجا کو وہ چٹھی دے دی ۔
اس نے چٹھی دیکھتے ھی فرفر پڑھ لی
اور اداس ھو کر محل کی طرف چل دیا
اور محل کے اندر آیا ؛
آ کر پلنگ پر لیٹ گیا ، وہ آ کر پلنگ پر لیٹ رھا ۔
سمی کچھواھی بولی : "سن راجا ڈھول جی !
تو آج بولتا کیوں نہیں ؟
آج تو نے منہ دوسری طرف کیوں کر لیا ھے ؟
تو کیوں ناخنوں سے زمین کرید[2] رھا ھے ؟

---

۱ - اوڑھنے کا موٹا کپڑا ۔ مترجم
۲ - ٹوٹی چارپائی پر لیٹ جانا اور ناخنوں سے زمین کریدنا اظہار غم کا پرانا پنجابی طریقہ ھے ۔ مرتب

کون سی رانی تیرے من میں بسی ہے ؟ اور کسے تو نے اپنے من سے اتار دیا ہے ؟''

''اے میری رانی ! میں نے تیری طرف پیٹھ نہیں کی ،
نہ میں ناخنوں سے زمین کرید رہا ہوں ۔
رانی مارون میرے من میں بسی ہے اور سمی کو میں نے بھلا دیا ہے''۔
سمی بولی : ''اے عیار راجا ! تو نے یہ کیا کہا ؟
کنویں میں کنکر پھینکے گئے اور رنگ میں بھنگ ڈالا گیا ۔
میرا چالاک محبوب سیج کا لطف اٹھاتا ہے
اور ہماری طرف پیٹھ کر کر کے سوتا ہے''۔
راجا ڈھول بولا : ''میری رانی ! سنو ،
میری سمی جی کچھواہی ، نہ ہاتھ دھوئے ، نہ کلی کرے ،
میرے گھر میں نیچ ذات عورت ہے ۔
اے سمی کچھواہی ! تو موٹی اور بھدی ہے
اور تیرا قد پست ہے ،
اور وہ رانی مارون بے مثل حسینہ ہے
جسے پھولوں سے تولا جا سکتا ہے ۔
وہ پتلی اور نازک سی ہے ، جو صرف اڑھائی چاول کھاتی ہے''۔
''لمبا[۱] جسم کیا ہے ، لمبی تو کھجور ہوتی ہے ۔
جو اس پر چڑھ جائے ، وہ میوہ چکھ لیتا ہے ، جو گر جائے وہ چکنا چور ہو جاتا ہے ۔
نہ اس کی چھاؤں میں پرندے بیٹھ سکتے ہیں ، نہ اس کے پھل تک ہر شخص پہنچ سکتا ہے''۔
''اے میری رانی ! تیرا پیٹ گھڑے کی مانند ہے اور سر ٹوکرے کی طرح
اور تو جنگلی پھل توڑنے کا شوق رکھتی ہے''۔

صبح سویرے جب نور پھیلا

---

۱ - مرتب نے اسے کہاوت سمجھا ہے اور خطوط وحدانی میں رکھا ہے ۔ اس کے خیال میں اس کا پچھلے اشعار سے کچھ تعلق نہیں ۔ مجھے یہ صاف رانی سمی کا جواب معلوم ہوتا ہے ۔ مترجم

اور راجا ہاتھیوں کی طرف گیا ،
وہ ست جگ کا اچھا دور تھا ؛
تن اور من دونوں بات کر سکتے تھے ۔
''پنگل کی بیٹی مارون یہاں سے تین سو ساٹھ کوس کے فاصلے پر ہے
اور مجھے اس سے ملنے کا شوق ہے''۔
وہاں بلخ [۱] بخارے کے ہاتھی کھڑے راتب کھا رہے تھے ۔
بہادر ڈھول نے ان سے کہا : ''مجھے رانی سے ملنے کا شوق ہے''۔
ہاتھیوں [۲] نے کہا : ''راجا ڈھول جی ! عماریوں کو کس کر باندھ دو
اور ہمارے ماتھوں پر سیندھور کی بندیاں لگا دو ۔
ہم قلعے [۳] اور شہر کی فصیلیں توڑ دیں گے''۔
راجا ڈھول نے کہا : ''ہاتھیوں کے مہاوتو ! تمہارا کیا خیال ہے ؟
ان کی زنجیریں اور بیڑیاں کاٹ دو
اور کھو کھلے بانس مار مار کر
انہیں طویلے سے باہر نکال دو ؛
انھوں نے میرا کہا نہیں مانا''۔
پھر راجا دوسری بار طویلے میں آیا ۔
اب کے وہ اونٹوں کے پاس پہنچا :
''اے پیارے اونٹو ! میری عاجزانہ گزارش سنو !
تم ساری رات کھڑے کھاتے ہو ،
پنگل گڑھ میں راجا پنگل کی بیٹی مارون ہے،
مجھے اسے ملنے کا شوق ہے''۔
اونٹوں نے جواب دیا : ''نل راجا کے ڈھول ! تمھیں کیا کہیں ۔

---

۱ - قیمتی ہاتھی مراد ہے ، ورنہ بلخ بخارے سے ہاتھی نہیں آتے ۔
۲ - مرتب کے خیال میں یہ الفاظ فیل بانوں نے کہے ہیں مگر فیل بان راجا کو عماری باندھنے کے لیے نہیں کہہ سکتے ۔ اوپر ست جگ کا ذکر بھی آیا ہے جس میں جانور اور بے جان بھی بول سکتے تھے ۔ مترجم
۳ - ہاتھیوں نے جانے سے انکار کیا اور بتایا کہ ان کا کام قلعے اور فصیلیں توڑنا ہے ، سفر طے کرنا نہیں ۔

ہمارے اوپر کجاوے کس کر باندھ دو
اور ان کے اوپر خریطے لاد دو۔
ہمیں گن گن کر روٹیاں دے دو ، ہم ساڑھے تین کوس فی دن کی رفتار
سے چلتے جائیں گے''۔
''اے ساربانو ! تم ان کا ساز و سامان اتار لو
اور کھوکھلے بانس مار مار کر
انہیں تھان سے باہر نکال دو''۔
راجا نل کا بیٹا افسردہ خاطر ھو کر آگے چل دیا ۔
راستے میں مارون کے گھر کا ایک اونٹ کھڑا تھا ۔
وہ راجا سے کہنے لگا :
''آپ نے ھاتھ میں گھنگرو کیوں لیے ھیں ؟
آپ کے ھاتھ میں رسی کیوں ھے ؟''
''میرے اونٹ بھبولی ! یہ گھنگرو کس کے گلے میں باندھوں ؟
یہ رسی کس کے گلے میں ڈالوں؟''
''میرے گلے میں گھنگرو باندھیے ،
میرے گلے میں رسی ڈالیے''۔ اونٹ بولا ۔
راجا کہنے لگا : ''لیکن میں لنگڑے اونٹ پر ، جو تین ٹانگوں سے چلتا
ھے ، وھاں کیسے پہنچوں گا ؟''
''آپ تین ٹانگوں پر نہ جائیے ، میں چاروں ٹانگوں سے چلوں گا'' اونٹ
نے جواب دیا ۔
ڈھول کہنے لگا : ''بھبولی اونٹ ! میری بات سن ،
مجھے اس کی نشانی اور ثبوت لا کے دکھا''۔
''میں رات کے پہلے حصے میں پنگل گڑھ کی سیر کروں گا
اور دوسرے حصے میں پان کے پتے چرنے لگوں گا
اور رات کے تیسرے حصے میں تالاب سے پانی پیوں گا
اور چوتھے حصے میں واپس نرور گڑھ پہنچ جاؤں گا''۔
ڈھول بولا : ''بھبولی اونٹ جی !
مجھے نشانی اور ثبوت لا دے''۔
راجا کی بات سن کر اونٹ نے یوں جواب دیا :
''میرے اوپر کجاوا باندھ کر ''ٹنڈیں'' لاد دو ، جی !''

اس کے اوپر کجاوا باندھ کر ٹنڈیں لاد دی گئیں اور اوپر ایک اندھا آدمی بٹھا دیا گیا۔

وہ رات کے پہلے پہرے میں پنگل گڑھ پہنچ گیا ،
دوسرے پہرے میں اس نے وہاں باغوں میں پان کے پتے چر لیے۔
اونٹ کہنے لگا : سن بھئی اندھے حافظ !
تو اب یہ پان حفاظت سے رکھ لے ،
بھائی اندھے حافظ ! ان سے کجاوے بھر لے''۔
رات کے تیسرے پہر اس نے سرور تالاب سے پانی پی لیا۔
''اس نے پانی کے اندر غوطہ لگا دیا اور اپنی ہمت دکھا دی[۱]۔
پھر وہ بھبولی اونٹ حافظ کو سمجھانے لگا :
''میں نے تجھے اپنی قوت کا ثبوت دے دیا ہے ، تجھے پنگل کا ملک دکھا دیا ہے''۔
حافظ بولا ، (اس نے کیا کہا): ''تو نے مجھے ساری رات خراب کیا ہے ،
تو نے یوں ہی پانی میں غوطہ لگا کر ٹنڈیں پر کر لی ہیں''۔
حافظ تھا تو اندھا ، مگر چالاک بن گیا ،
اب رات کا چوتھا پہر شروع ہوا۔ اے میرے خدا ! اے میرے خدا !
اور اونٹ واپس نرور گڑھ کے اندر پہنچ گیا۔
صبح بہت سویرے ، جب نور پھیلا ، راجا اونٹ کے پاس آیا۔
راجا نل کا ڈھولا اپنے دل میں سوچتا تھا :
'میں اونٹ کو جہاں چھوڑ گیا تھا ، وہیں موجود ہے'۔
راجا کا بیٹا چل کر اونٹ کے پاس آیا۔
''میرے بھبولی اونٹ ! مجھے نشان اور ثبوت دکھا دے''۔
بھبولی اونٹ نے کہا : ''راجا ! میری بات سنو ،
اندھے حافظ سے پوچھ لو''۔
حافظ بولا : ''اس نے مجھے رات کو بہت خوار کیا ہے ،
اس بھبولی اونٹ نے !''
بھبولی اونٹ بیٹھ کر راجا کو نشانی دکھانے لگا۔
راجا ڈھول نے پان کی بیل بھی دیکھ لی اور پانی بھی دیکھ لیا۔

---

۱ - اور اس طرح وہ ٹنڈیں بھر لیں۔ مترجم

راجا ڈھول اونٹ سے یوں کہنے لگا :
''نرور گڑھ سے پنگل جانے کی تیاری کر لو ، جی !''
اونٹ بولا ، (اس نے کیا کہا) : ''سنو راجا نل کے بیٹے !
تم میری بات سنو ؛
میں آج سفر سے بہت تھکا ماندہ آ رہا ہوں،
میرا کجاوہ اتار دو ،
میں اپنا علاج خود بتا دیتا ہوں ،
مجھے ہلدی اور دودھ چینی ملا کر پلا دو
اور مجھے سرور تالاب میں نہلا دو ؛
مجھے پندرہ دن اس میں نہلاؤ ۔
میرے ہوشیار راجا ! میرے لیے موتیوں جڑی جھول بنوا لو
اور میرے دوست ! میرے سر کے لیے بھی سامان زینت تیار کراؤ''۔
راجا نے اونٹ کی شان بنا دی ،
اس کے لیے زیب و زینت کی تمام چیزیں مہیا کر دیں ،
اس کی دم پر ہیرے اور پنے جڑ دیے ،
جیسے اس کی اپنی جڑاؤ کہان تھی ۔
وہ اسے دودھ پلانے لگے اور اسے نہایت عمدہ روٹی دیتے ،
اونٹ اپنا راتب کھانے لگا ۔
چالاک رانی سمی کو بھی خبر پہنچی
کہ اونٹ کو تیار کیا جا رہا ہے
اور راجا اس پر سوار ہو کر پنگل دیس جائے گا ۔
رانی سمی نے اپنے بتیس زیور پہنے
اور سولہ سنگار کیے ،
مانگ سیندھور سے بھری ، بال بال میں موتی پروئے ۔
اس نے سرخ دکہنی ساڑھی پہنی اور اونٹ کے پاس گئی ۔
''تجھے کریر کی چھاؤں میں باندھوں گی ، تجھے پان کے پتے کھانے کو
دوں گی''۔
''میں آج تیرے پان کے پتے کھاؤں ، جی !
ہر روز وہی جنڈ کریر ہے ،
میں گدلا پانی پیتا ہوں

اور بچا کھچا چارا کھاتا ہوں''۔
''میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں ، میرے بھبولی اونٹ !
اور تیرے پاؤں پر سر جھکاتی ہوں ۔
جس وقت ڈھول تجھے جانے کے لیے طلب کرے ،
اسے جواب دے دینا''۔
''میں ڈھول کو قول دے چکا ہوں ، اے سمی کچھواھی ! سن لے ،
اس لیے میں تو اسے ضرور لے کے جاؤں گا''۔
''میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں ، تو میرا آقا ھے ،
اسے ضرور جواب دے دینا''۔
''اگر میں نل راجا کے بیٹے کو جواب دوں
تو وہ مجھے ضرور داغ دے گا''۔
سمی بولی ، اس نے دوبارہ اونٹ سے کہا :
''میں تیرے معمولی داغوں پر میٹھا تیل لگاؤں گی''۔
سمی کچھواھی وھاں سے محل میں واپس آ گئی ۔
آدھی رات ہوئی تو راجا ڈھول کی آنکھ کھل گئی ۔
نل راجا کے بیٹے نے اونٹ کا ساز و سامان لیا
اور اونٹ کے پاس آ گیا ۔
بھبولی اونٹ راجا کو دیکھ کر بلبلانے لگا
اور فوراً لنگڑا بن گیا ۔
نل راجا کا ڈھولا اونٹ سے بات کرنے لگا ،
اس نے اونٹ سے کہا :
''میں تو تجھے تندرست چھوڑ گیا تھا ، بھبولی اونٹ !''
''جب میں گھبرا کر اٹھا ، جی !
تو میری ٹانگ کولھے سے اتر گئی''۔ اونٹ نے بہانہ کیا ۔
اس وقت منڑالیا مراثی کہنے لگا :
''میرے راجا ! اس کی بات کیوں سنتے ھو ،
دو تین لوھے کے ٹکڑے منگوا لو
اور بڑا سا انگیٹھا سلگا لو ؛
جب انگیٹھا اچھی طرح سلگ جائے ،
اس میں وہ لوھے کے ٹکڑے رکھ دو''۔

جب اونٹ نے یہ دیکھا ، اس نے بہت شور مچایا ۔
سمی نے شور سنا تو 'میرے خدا ، میرے خدا' کہتی
اونٹ کے پاس دوڑی آئی :
سمی کچھواھی چل کے اونٹ کے پاس آ گئی
اور راجا ڈھول سے کہنے لگی :
''یہ شور کیوں مچا رکھا ہے ؟
مجھے اپنے دل کی بات بتا دے''۔
''میں بھبولی اونٹ کو اچھا بھلا چھوڑ کے گیا تھا ،
اب اس کی ٹانگ کولھے سے اتر گئی ہے ،
میں اسے داغ رہا ھوں ،
میں اس اونٹ کو ضرور داغوں گا''۔
سمی کہنے لگی : ''اے راجا ! اے میرے ڈھول ! سنو ،
میری عرض سنو ، میں عرض لے کے آئی ھوں ۔
میرے باپ کے تین سو ساٹھ اونٹ ھیں ،
تم کمھار کے گدھے کو داغ دو ،
اونٹ کی ٹانگ اچھی ھو جائے گی''۔
یہ سن کر راجا نے گدھا منگا لیا ۔
مراثی نے اسے پکڑ کر نیچے گرا دیا ،
گدھے کی ٹانگ داغی گئی ،
اونٹ نے ٹانگ ٹیک دی ۔
راجا وھاں سے محل میں آ گیا ،
رانی اسے سمجھانے لگی ،
رانی نے پہرہ لگا دیا ۔
دن کے پہرے دار مقرر کر دیے ،
رات کے وقت وہ راجا کو اپنی کمر سے باندھ لیتی ۔
ایک دن راجا ڈھول سنوالیا دادا سے کہنے لگا :
''رات کو وہ مجھے اپنے پٹکے سے باندھ کر سوتی ہے ۔
آج مجھے آدھی رات کو جگا دینا ، سنوالیا دادا !
اس وقت ھم جانے کی تیاری کر لیں گے''۔
مراثی سر شام سو گیا

اور صبح سویرے تک سوتا رہا ۔
صبح سویرے اٹھ کر راجا ڈھول کے پاس آیا ۔
''جی میں سر شام سو گیا تھا مگر اب آنکھ کھلی ھے''۔
اگلے دن ابھی راجا سویا ھی تھا
کہ مراثی سر شام ھی اس کے پاس پہنچ گیا ۔
پاس ھی اس کی رانی سو رھی تھی
اور اس نے راجا کو اپنے پٹکے سے باندھ رکھا تھا ۔
سنوالیا دادا نے اپنا پیش قبض (خنجر) نکالا
اور وہ پٹکا کاٹ دیا ۔
اس نے اپنے رنگین دوتارے کی کنجی نکالی
اور رانی کے منہ سے راجا کی انگشتری نکال کر اس کے منہ میں کنجی ڈال دی ۔
پھر دونوں اونٹ کے پاس آ گئے ۔
بھبولی اونٹ کو مضبوط رسی پہنائی
اور اس کے اوپر بانات کا کپڑا بچھا دیا ۔
اونٹ کے اوپر نل راجا کا بیٹا ڈھول بیٹھ گیا
اور نرور گڑھ سے چل دیا ؛
وہ پنگل گڑھ کی طرف روانہ ھوا ۔
ابھی رات کا پہلا پہر تھا ـــ میرے خدا ، میرے خدا !
کہ وہ رانی کی بیریوں تک پہنچ گئے ۔
راجا کے بیٹے نے کچے کچے بیر پھینک دیے
اور پکے پکے کھا لیے ۔
اس کے بعد راجا ڈھول نے اونٹ کو دوڑا دیا ۔
راجا ڈھول کو راستے ھی میں آدھی رات ھو گئی ۔
وہ پنگل گڑھ کو جا رہے تھے ۔
نل راجا کا بیٹا سرور تالاب پر پہنچ گیا ،
وہ سرور تالاب میں گئے ، جی !
اور وھاں سے اونٹ کو پانی پلایا ۔
اسے پانی پلا لیا ، جی !
ابھی ایک پہر رات باقی تھی ، اے میرے خدا ! اے میرے خدا !

اور وہ پنگل گڑھ میں پہنچ گئے ۔
صبح سویرے نور پھیل گیا ، اے میرے خدا ، اے میرے خدا !
جب وہ پنگل گڑھ میں داخل ہوئے ۔
وہ نل راجا کا ڈھولا باغوں میں چلا گیا ۔
ننوا دھوبی رانی مارون کے کپڑے دھو رہا تھا ۔
ننوا بولا (اس نے کیا کہا) : ''اے اونٹ کے سوار !
اونٹ کو آہستہ سے چلاؤ ، جی !
تاکہ رانی مارون کی پوشاک خراب نہ ہو ، اے اونٹ کے سوار!''
اس نے ننوا دھوبی کو سونے کا ایک ٹیکا دے دیا ۔
راجا نے اس کی بات سن کر اس سے کہا :
''مجھے وہ پوشاک دکھا دے''۔
ننوا دھوبی نے وہ پوشاک اٹھا کر اسے دکھا دی ،
اس نے وہ کپڑے اسے دکھا دیے ۔
راجا بولا : ''اے دھوبی کے بیٹے ننوے ! سن ،
اب مجھے رانی بھی دکھا دے''۔
ننوا بولا (اس نے کیا کہا) : ''اے اونٹ کے سوار !
مجھے کیا انعام دے گا ؟''
''دھوبی کے بیٹے ! رانی مارون سے ملاقات کرا دے
اور منہ مانگا انعام لے''۔
''اپنا اونٹ مجھے دے دینا ، اے اونٹ کے سوار !
میں تجھے رانی سے ملا دوں گا ''۔
وہ ست جگ کا نیک دور تھا ، اے میرے خدا ! اے میرے خدا !
جان دار اور بے جان سب باتیں کرتے تھے ۔

جوں ھی پو پھٹی ، اے میرے خدا ! اے میرے خدا !
وھاں سمی کچھواھی کی آنکھ کھل گئی ۔ وہ بولی :
''میری پہلی دشمن تو پروا ھوا ھے ، اے میرے خدا !
اور میری دوسری دشمن نیند بن گئی
اور تیسرا دشمن سنوالیا مراثی ھے
جو میرے منہ میں دوتارے کی کنجی دے گیا ''۔

سمی کچھواھی وھاں سے چل کے آئی
اور بیریوں کے پاس پہنچ گئی ۔
''یہاں سے راجا ڈھول گزرا ھے ؟ میری پیاری بیریو !
مجھے بتا دو''۔
''نل راجا کا بیٹا پکے پکے بیر کھا گیا ھے
اور کچے بیروں کا یہاں ڈھیر لگا گیا ھے''۔
پھر سمی کچھواھی سرور تالاب کے پاس پہنچی ۔
''بھائی سرور تالاب ! کیا راجا ڈھول یہاں سے گزرا ھے ؟''
سرور تالاب بولا (اس نے کیا کہا ؟) ''سمی کچھواھی !
وہ تو پنگل دیس میں پہنچ گیا ھے''۔
''اونٹ پر بجلی گرے ! اونٹ کے سوار کو کالا ناگ ڈس جائے !
میرا جی نہیں لگتا ، باغوں میں اداس کھڑی ھوں ۔
ڈھول پردیس چلا گیا ھے ، آج کس سے بات کروں ؟''
سمی جی کچھواھی روتی جا رھی تھی ،
وہ محل میں واپس آ گئی ۔

آدھر ننوا دھوبی اونٹ لیے جا رھا تھا ،
وہ اپنے گھر کی طرف آ رھا تھا ۔
ننوے دھوبی نے اونٹ کو لا کے چرخے سے باندھ دیا ۔
دھوبن اس سے پوچھنے لگی :
''میرے محبوب ! ایسا بھونڈا جانور کہاں سے لے آئے ؟
جسے دیکھنے سے مجھے ڈر لگتا ھے''۔
یہ بات سن کر بھبولی اونٹ ناراض ھو گیا
اور چرخہ لے کر وھاں سے چل دیا
اور باغوں میں راجا ڈھول کے پاس پہنچ گیا ۔
وہ راجا سے کہنے لگا (اس نے راجا سے کیا کہا) :
''ڈھول ! تجھے ننوے دھوبی نے کیا کہا تھا ؟
مجھے اپنے دل کی بات بتا دے''۔
اونٹ نے راجا کو دھوبی کی بہت سی باتیں بتائیں ۔
پھر کہا : ''اب میں چرخہ لے کر تمہارے پاس آ گیا ھوں''۔

راجا نے بھبولی اونٹ کا زین پوش اتارا
اور اسے نیچے بچھا لیا ۔
مالی کی لڑکی ریوا پانی لینے کے لیے آئی ،
وہ کنویں کی طرف جا رہی تھی ،
ریوا نے اونٹ سے کہا : ''تیرے کمر پوش کا کیا فائدہ ؟ تیرے گلے
کی زنجیر کس کام کی ؟
جب تو پکے ہوئے انگور چھوڑ کر جنڈ کریر کھا رہا ہے''۔
''مالی کی بیٹی ریوا ! سن ، میں تیرے پکے ہوئے انگور نہیں کھاؤں گا ،
میرا روز کا کھاجا جنڈ کریر ہے''۔
''اے اونٹ کے سوار ! تو کہاں سے آیا ہے ؟ کہاں جائے گا ؟
مجھے سچ سچ بتا دے''۔
''مالی کی بیٹی ریوا ! سن ، میں نرور گڑھ سے آ رہا ہوں
اور پنگل گڑھ میں آیا ہوں ۔
ریوا ! سن ، میرا نام ڈھول ہے''۔
''اے اونٹ کے سوار ! یہاں سے اونٹ نکال لے ،
اس نے میرا باغ پامال کر دیا ہے ،
وہ سارے پودے اور درخت کھا گیا ہے ۔
اس نے باغ برباد کر دیا ہے''۔
ڈھول نے جواب دیا (اس نے کیا کہا ؟) : ''اے مالی کی بیٹی ریوا !
تو میری بات سن ۔
تو ذات کی مالن ہے ، مالی کی بیٹی ریوا !
بری بات منہ سے نہ نکال ۔
میں راجا ڈھول ہوں ، مالی کی بیٹی ریوا ! سن ،
تجھے مار مار کر تیری کھال اتار دوں گا''۔
یہ سن کر ریوا نے جواب دیا :
''اے اونٹ کے سوار ! میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں ،
تیرے پاؤں پر سر رکھتی ہوں ،
ہم راجا کے رکھوالے ہیں ، سن راجا ڈھولا !
ہمارے کہنے کا برا نہ مان''۔
ڈھول نے کہا : ''مالی کی بیٹی ریوا ! سن ،

تو مجھے محل کے بھید بتا دے''۔
وہ مالی کی بیٹی ریوا اسے اپنے محل کے بھید بتانے لگی ۔
اس نے اسے اپنے مکان کی نشانی بتلا دی ۔
''اے اونٹ کے سوار ! سیدھی گلی آنا ،
وہاں ایک نیم کا پیڑ بھی ہے''۔

شام ہوئی اور دن ڈھل گیا
اور مویشی اپنے گھروں کو واپس آنے لگے ۔
نل راجا کا بیٹا وہاں سے چل کر بستی میں آیا ؛
وہاں گلی میں عورتیں دھان کوٹ رہی تھیں ؛
وہ سر جھکا کر دھان کوٹ رہی تھیں ۔
''اے دھان کوٹنے والی عورتو !
مجھے ریوا کی گلی بتلا دو ، جی !''
''اے اونٹ کے سوار ! ہم سر جھکائے دھان کوٹتی ہیں ،
ہم دھان کوٹنے پر مجبور ہیں ۔
نیم والا گھر اس کا مکان ہے ، اے اونٹ کے سوار !
تو خود جا کر دیکھ لے ۔
اگر تو ہمارے پاس رہے تو ہم تیرے لیے کھچڑی پکائیں گے
اور اگر تو جانا چاہے تو تجھے مزے دار کھیر کھلائیں گے''۔
''تنگ گلی ، غلیظ مکان ، میں یہاں ٹھہر نہیں سکتا ''۔ راجا نے انکار کر دیا ۔
''آنکھوں میں رس بھر لو ، لوگوں کو جھک مارنے دو''۔ عورتوں نے اسے نصیحت کی ۔
راجا نل کا بیٹا اونٹ پر سوار ہو کر چل دیا ۔
راجا نل کے ڈھولے نے اونٹ کو بٹھلا دیا
اور اونٹ سے نیچے اتر آیا ۔
اس نے بھبولی اونٹ کو نیم کے پیڑ سے باندھ دیا ،
اس نے اسے نیم کے پیڑ کے ساتھ باندھ دیا ۔
صاف ستھرا دالان تھا ، پیچھے ایک کمرا تھا ،
ریوا نے اس میں پلنگ بچھا رکھا تھا ۔

''راجا نل کے بیٹے ڈھول ! خوش و خرم آؤ ، بار بار آؤ !
جاؤ ، جا کر پلنگ پر بیٹھ جاؤ''۔
ریوا کا خاوند ، مالی وہاں آ گیا ،
وہ پانی گرم کر رہی تھی۔
اس نے صندل کی چوکی بچھا دی
اور دھی اور عطر منگا لیا ۔
اس نے اپنے خاوند کے سر پر دھار باندھ کر پانی ڈالا ۔
وہ بولا : ''تمھاری گڑوی کہاں ہے ؟ تمھارا گوڑا کہاں ہے ؟
تالاب کہاں ہے ؟ پانی کہاں ہے ؟
تو کہاں نین لگا رہی تھی؟''
مالن نے جواب دیا : ''یہ رہی گڑوی ، یہ رہا گھڑا ،
یہ رہا تالاب ، یہ رہا پانی ۔
میری 'نتھ' میرے ہار میں الجھ گئی تھی ، میں اسے سلجھا رہی تھی''۔
مالی کا لڑکا نہا دھو کر فارغ ہوا ،
پھر اس نے کھانا کھایا
اور وہ باغوں کی طرف چل دیا ۔
مالی کی لڑکی ریوا ڈھول کے پاس آئی
اور ساری رات اس سے چوپڑ کھیلتی رہی ۔

اگلے دن صبح ہوئی ،
ریوا بولی : ''راجا ! میری بات سنو ،
تم نولکھے باغ چلو ، میں رانی مارون کو وہیں لائی ہوں''۔
یہ سن کر نل راجا کا بیٹا اونٹ پر سوار ہو گیا
اور باغ کی طرف چل دیا ۔
ریوا مالن محلوں کی طرف آئی ،
وہ محلوں میں پہنچ گئی ،
وہ مارون سے باتیں کرنے لگی :
''راجا نل کا ڈھولا نرور گڑھ سے آ گیا ہے ،
وہ اس وقت نولکھا باغ میں ہے ؛
اپنی باندی کو بھیج دو ، وہ سہیلیوں کو بلا لائے''۔

ماروں کی تین سو ساٹھ سہیلیاں
محل میں آ گئیں ۔
ماروں نے ان سے کہا : ''میری سہیلیو ! سنو ،
تم میری بات کیوں نہیں سنتیں ؟
تم سب ایک جیسی صورت بناؤ ، ایک جیسا لباس پہنو
اور سب مل کر باغ کی سیر کو جاؤ''۔
رانی ماروں باغ کی طرف روانہ ہوئی ،
وہ باغ میں آ گئی ۔
ریوا بولی : ''اے اونٹ کے سوار ! سن ،
تو میری بات کیوں نہیں سنتا ؟
اے اونٹ کے سوار ! تو کس ملک سے آیا ہے ؟
مجھے اپنے دل کے راز سے آگاہ کر ۔
''میں نرور گڑھ سے آیا ہوں ، اے خوب صورت ہار والی حسینہ !
میں نل راجا کا بیٹا ڈھول ہوں ، ماروں کے پاس آیا ہوں ۔
یہ کس راجا کے باغ ہیں ؟ اے خوب صورت ہار والی حسینہ!''
اس نے جواب دیا : ''یہ پنگل راجا کا شہر ہے ، یہ رانی ماروں کا باغ ہے ۔
اے اونٹ کے سوار ! یہاں سے اونٹ نکال لے ،
اس نے ہمارا باغ برباد کر دیا ہے ۔
اے اونٹ کے سوار ! سن لے ،
تیری طرح کے کئی ڈھول یہاں آ چکے ہیں''۔
''اے مالی کی لڑکی ! سن ، میرے جیسا ڈھول اور کوئی نہیں ،
میں نل کوٹ کا راجا ہوں''۔
راجا ڈھول بولا (اس نے کیا کہا ؟)
''اے رانی کی سہیلی ! مار مار کر تیری کھال ادھیڑ دوں گا ۔
آٹھ کنوئیں ، نو باؤلیاں ، سولہ سو پانی بھرنے والیاں !
راؤ کا بیٹا پوچھتا ہے : تم کن بانکوں کی عورتیں ہو ؟''
''آٹھ کنوئیں ، نو باؤلیاں ، اونٹ کے سوار ! سنو ،
ہم سولہ سو پانی بھرنے والیاں ہیں ۔
اے اونٹ کے سوار ! ہم وہ عورتیں ہیں ،

جن کے خاوند تیرے جیسے بانکے ہیں؟"
"تیرا گھڑا کاہے کا ہے ؟
تیرا ڈول کاہے کا ہے ؟
اے پانی بھرنے والی ! تیری رسی کاہے کی ہے ، اینڈوی کاہے کی ہے ؟
اے رانی ! تیری قیمت کیا ہے ؟"
اے اونٹ کے سوار ! سن ، میرا گھڑا سونے کا ہے ،
میرا ڈول چاندی کا ہے ،
میری اینڈوی میں موتی جڑے ہیں ، اے گھوڑے کے سوار !
ریشم کی ڈوری ہے ،
لاکھ سونے کے ٹکے میری قیمت ہے"۔
"اے پانی بھرنے والی ! سن ، مٹی کا تیرا گھڑا ہے ،
سڑے ہوئے چمڑے کا تیرا ڈول ہے ،
گھاس پھوس کی اینڈوی ہے ، اے پانی بھرنے والی !
پھوٹی کوڑی تیری قیمت ہے"۔
یہ سن کر مالی کی بیٹی ریوا کہنے لگی :
"اے اونٹ کے سوار ! تیرا بایاں پائنچا بھیگ رہا ہے ،
اپنا بایاں پائنچا سنبھال"۔
راجا نے اپنا پائنچا اٹھا لیا ،
سب نے کنول کا نشان دیکھ لیا ۔
ریوا بولی (اس نے کیا کہا ؟) : "راجا میری بات سن ،
ان سہیلیوں میں سے مارون کو پہچان لے"۔
ڈھول کہنے لگا : "اے پانی بھرنے والیو ! سنو ،
تم میری بات سن لو ۔
میں اونٹ پر سوار ہو جاتا ہوں ، اے پانی بھرنے والیو !
تم سب میرے سامنے سے گزرو ،
میں مارون کو پہچان لوں گا"۔
نل راجا کا بیٹا اونٹ پر سوار ہو گیا ،
ماروں کی تین سو ساٹھ سہیلیاں
اونٹ کے پاس سے گزریں ۔
جب رانی ماروں اونٹ کے پاس آئی ،

اونٹ منہ سے جھاگ گرانے لگا۔
راجا ڈھول بولا : " تین سو ساٹھ سہیلیو !
تم میری بات سنو ، جی ؛
آخری سے پہلی ماروں ہے"۔
سہیلیوں نے کہا : "راجا ہماری بات سن ،
تیرے اونٹ کی کیا قیمت ہے ؟
تیری جان کی کیا قیمت ہے ؟"
ڈھول نے جواب دیا : "اے سولہ سو پانی بھرنے والیو ! کیا پوچھتی ہو ؟
اس کا جواب دیتا ہوں ، ذرا غور سے سننا ۔
"یہ اونٹ نو لاکھ کا ہے ، اے ساری سہیلیو ! سن لو ،
اٹھارہ لاکھ کی میری جان ہے"۔
سہیلیوں نے کہا : "اے اونٹ کے سوار ! سن ،
تو ہماری بات کیوں نہیں سنتا ؟
دو کوڑی کا تیرا اونٹ ہے ، اے اونٹ کے سوار !
اور تین کوڑی کی تیری جان ہے"۔
"مالی کی بیٹی ریوا ! سن ، تو ذات کی مالن ہے
مگر تو بڑے سخت جواب دیتی ہے"۔
ریوا بولی : "راجا ! تو مجھے بار بار مالی کی بیٹی کیا کہتا ہے ،
تو مجھ سے کیسے بات کرتا ہے ۔
اپنے اونٹ کو راجا پنگل کے دربار میں لے جا
اور تیر مار کر کٹورے کو نیچے گرا دے
اور وہاں سے یہ شرط جیت کر پھر یہاں آ ۔
یہ شرط جیت کر پھر کالے باغوں میں جانا
اور وہاں سے ناگ کو مار کر آنا ،
وہاں سے آ کر پھر خس کے بنگلے میں بیٹھ جانا ۔"
نل راجا کا راج کمار اونٹ پر سوار ہو کر چل پڑا
اور کچہری کی جانب روانہ ہوا ۔
اس نے اپنا ترکش اور تیر نکالا ، پہلے نشانہ باندھا ،
پھر کٹورے پر تیر چلا دیا ؛

کٹورا نیچے دربار میں آ گرا۔
راجا نل کے بیٹے نے کسی کو دوسرا سلام نہ کیا ،
وہ اسی طرح دربار کے درمیان کھڑا رہا ۔
پنگل راجا بولا : ''اے اونٹ کے سوار ! سن ،
اب اسی طرح اونٹ پر بیٹھ کر کالے باغوں میں چلا جا ۔
اے اونٹ کے سوار ! تیرے جیسے کئی ڈھول یہاں آتے ہیں''۔
نل راجا کا ڈھولا اونٹ دوڑاتا گیا
اور کالے باغوں میں پہنچ گیا ؛
نل راجا کا بیٹا کالے باغوں میں آ گیا۔
وہ باغ کے دروازے میں داخل ہو گیا
اور اس نے وہاں ڈیرا لگا دیا ۔
آدھی رات گزر گئی ، اے میرے خدا ! اے میرے خدا !
اس وقت وہاں سے وہ سانپ نکلا ،
راجا ڈھول کی آنکھ کھلی گئی ،
اس نے تلوار سے اس کے چار پانچ ٹکڑے کر دیے ۔
پھر نل راجا کے ڈھولے نے ان ٹکڑوں پر اپنی ڈھال رکھ دی ۔
صبح ہوئی ، نور پھیلا ۔ اے میرے خدا ! اے میرے خدا !
تو ڈھول خس کے بنگلے کی جانب روانہ ہوا ۔
نل راجا کا ڈھولا خس کے بنگلے میں آیا ،
وہ باغوں میں سے وہاں پہنچ گیا
اور وہاں جا کر سو گیا ۔
شام ہوئی ، دن ڈھل گیا ۔ اے میرے مالک ! اے میرے مالک !
تو نل راجا کا بیٹا وہاں سے چل کر کنویں پر آ گیا ۔
پہلے وہ نہایا دھویا ، پھر اس نے اپنے ماتھے پر تلک لگایا ، اس کے بعد
خدا کے سامنے اپنا سر جھکایا :
پھر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا ۔
نل راجا کے بیٹے کو اس طرح پہر بھر رات گزر گئی ؛
تب شیربان نے پنجرے کا دروازہ کھول دیا ۔
شیر سیدھا خس کے بنگلے کی طرف آیا ۔
نل راجا کے بیٹے نے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف دھیان کیا ۔

نل راجا کے ڈھولے نے تلوار کا ایک ھی وار کیا
اور شیر کے دو ٹکڑے کر دیے ۔
ابھی ایک پہر رات باقی تھی ۔ اے میرے خدا ! اے میرے مالک !
شیرنی بھی اس طرف کو آئی ۔
رانی مارون محل میں بیٹھی دیکھ رھی تھی ۔
سہیلی بولی : ''رانی جی ! مارون جی !
وہ اسے سوتے کو مار دے گی ۔
رانی مارون ! اس شیرنی کو مار دو''۔
رانی مارون کمند کے ذریعے محل سے نیچے آتری
اور باغوں میں پہنچ گئی ۔
رانی مارون نے تلوار سونت لی
اور دوسرے ھاتھ میں ڈھال لے لی ۔
رانی مارون نے پہلے پیدا کرنے والے کی طرف دھیان کیا ،
پھر سونت کر تلوار جو ماری
تو شیرنی کے دو ٹکڑے کر دیے ۔
اس کے بعد رانی کمند کے ذریعے اوپر چڑھ گئی
اور محل میں آ گئی ۔

صبح ھوئی ، نور پھیلا ۔
سہیلی بولی : ''رانی مارون ! سنو ،
میں اس ڈھولا کو جگا کر محل میں لاتی ھوں''۔
وہ سہیلیوں کے ساتھ باغ میں گئی ۔
سہیلیاں بولیں : ''نل راجا کے ڈھولا !
تو ھماری بات کیوں نہیں سنتا ؟
تو بہت سویا ھے ، آٹھ اب جاگ ۔
اپنا اونٹ تیار کر ، اے نل راجا کے ڈھول !
اے راجا ! کچھری میں چل ،
ھنگل راجا کے پاس جا اور اس سے دو باتیں کر''۔
نل راجا کے ڈھولے نے اپنے اونٹ کو خوب سجایا

اور جوتش[1] روپ کا دھیان کر کے اس پر سوار ہو گیا ۔
راجا نل کا راج کمار اونٹ پر سوار ہو کر آ گیا ،
پنگل راجا کی اسی کچہری میں ۔
راجا ڈھولا وہاں جا کر آداب بجا لایا ۔
پنگل بولا : ''سن ، ڈھولا مہاراج !
کس دیس سے تو آیا ہے ؟ تیرا نام کیا ہے ؟''
''میں نرور گڑھ سے آیا ہوں ، راجا ڈھولا میرا نام ہے ۔
راجا پنگل! میں سنگلدیپ کو آ گیا ہوں
کیوں کہ مجھے رانی سے ملنے کا شوق تھا ۔
راجا پنگل ! راستے میں جتنی سرکاری چوکیاں تھیں :
میں ان سب کو مار کے آیا ہوں ۔
راجا پنگل ! میں تیرا حکم بجا لایا ہوں ؛
اب مجھے بتا ، تیرا کیا خیال ہے ؟''
''نل راجا کے بیٹے ! اپنے پاؤں پر سے کپڑا اٹھا
تا کہ میں نشانی دیکھ لوں''۔
راجا نل کے بیٹے نے کپڑا اٹھا لیا ،
راجا پنگل نے اس کے پاؤں پر کنول کا نشان دیکھ لیا
اور ماتھے میں چاند ۔
راجا پنگل بولا : ''راجا ڈھولا ! محل کے اندر جا''۔
نل راجا کا بیٹا محل میں آیا ،
اس نے اونٹ کو باغوں میں چھوڑ دیا ۔
نل راجا کے ڈھولے نے نہا دھو کر تلک لگایا ،
پھر پیدا کرنے والے کے سامنے اپنا سر جھکایا ۔
اپنے پانچوں کپڑے پہن لیے
اور پانچوں ہتھیار لگا لیے ۔
تب وہ نل راجا کا ڈھولا خلوت خانے کی طرف چلا گیا ۔
وہ تو خلوت خانے میں چلا گیا ، جی !

---

۱ - شو ۔

رانی کی جو بڑی سہیلی تھی ، ہیرا مالی کی بیٹی ،
اس کا نام ریوا تھا ۔
اس نے بتیس زیورات پہنے
اور مارون بن کر راجا ڈھول کے پاس آئی ۔
جوں ہی نل راجا کا بیٹا سیج پر بیٹھا ،
مالی کی بیٹی ریوا نے پیتل کا چراغ روشن کیا
اور راجا کی طرف چل دی ۔
اس کی خدمت میں پہنچ کر پہلے اس کے ارد گرد پھری ،
پھر اس کے پاؤں کی طرف کھڑی ہو گئی ۔
راجا نے سرھانے کی طرف منہ کر لیا ۔
وہ ھاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگی :
''میں تیری تمنا لے کر آئی ہوں''۔
''اے مالی کی بیٹی ریوا ! سن ، میں راجا کا بیٹا ہوں ،
مجھے راجاؤں کے سے کام کرنے ہیں''۔
راجا ڈھول نے یہ بات کہی
تو مالی کی بیٹی ریوا ، اپنے دل میں اداس ہو گئی
اور رانی کے پاس آ گئی ۔
''یہ ڈھول بارہ راجاؤں کا سردار ہے ،
یہ کسی کی بات نہیں سنتا ''۔
مارون بولی : ''اے سنار کی لڑکی ! تو بتیس زیور پہن لے
اور ڈھول کے پاس جا ''۔
سنار کی لڑکی بتیس زیور پہن کر
ڈھول کے پاس آئی ،
سنار کی لڑکی سیج پر آ گئی ۔
اس کی صورت دیکھ کر راجا نل کے بیٹے نے کہا :
''رانی کی سہیلی ! اپنا بھلا چاھتی ہے تو یہاں سے چلی جا ،
تو محل سے باہر نکل جا''۔
سنار کی لڑکی شرمسار ہو کر واپس
رانی کے پاس آ گئی ۔
''رانی مارون ، سن ! وہ راجپوت کا بیٹا ہے ،

وہ کسی کی بات نہیں مانتا ''۔
صبح جب ہر طرف نور پھیل گیا ۔ اے میرے خدا ! اے میرے خدا !
وہ تارون کہنے لگی :
رانی تارون نے بتیس زیور پہنے
اور ڈھول کے پاس آئی ۔
رانی تارون بولی : نل راجا کے بیٹے !
تو بات کیوں نہیں سنتا ؟
میں تین دفعہ تیرے پاس آ چکی ہوں ،
تیرے پاس ، جی ، جی !''
''تم سب سہیلیاں سنگلدیپ کی حسینائیں ہو ،
تم سب کی ایک جیسی صورت ہے ۔
جو چٹھی تم نے مجھے لکھ کر بھیجی تھی ،
وہ سنا دو ، تب میں جانوں گا کہ تم مارون ہو ''۔
تارون بولی : سن ، راجا ڈھولا !''
— وہ راجا سے یوں کہنے لگی —
''ہم راجپوتوں کی بیٹیاں ہیں ،
ہم راز فاش نہیں کرتیں ۔
تیرے دیس کا چلن ناپسندیدہ ہے ،
وہاں کے لوگوں کی چال گنواروں کی سی ہے ۔
اب راجپوتوں کی بیٹیاں
کیسے تیرے پاس آئیں ؟''
''اپنا لکھا ہوا کوئی شعر سنا دو ،
تب میں مان جاؤں گا کہ تم مارون ہو ؛
پھر میرے دل کو اطمینان ہو جائے گا''۔
رانی تارون اداس ہو کر لوٹ گئی ۔
تارون نے کہا : ''اے سہیلیو ! سنو ،
یہ راجا کا بیٹا نہ تلوار چلانے میں چوکتا ہے ،
نہ تیر چلانے میں ۔
وہ ہم سب سے ایک ہی جیسا سلوک کرے گا۔
بہن مارون ! تو بتیس زیور پہن لے

اور سولہ سنگار کر لے''۔
رانی مارون پیتل کا چراغ لے کر
راجا ڈھول کے پاس آ گئی ۔
رانی مارون نے اس کی طرف یوں دیکھا جیسے پیاسا کنویں کو دیکھتا ہے ۔
مجھے تیرے نام کا سہارا ہے ، مجھے تیرے نام کا آسرا ہے ۔
تین سو ساٹھ جوان ڈھول بن کر آئے
مگر میں نے انہیں باغ سے نکلوا دیا ''۔
وہ کلیجا تھام کر راجا کے پاس بیٹھ گئی ۔
وہ تو سیج پر بیٹھ گئی ، جی !
اور اس نے چوپڑ بچھا دیا ۔

نل راجا کا بیٹا خلوت خانے میں بیٹھ گیا ،
وہ دونوں خلوت خانے میں چلے گئے ۔
ڈھول نے کہا : ''رانی میری بات سنو ،
چلو ، اب نرور گڑھ کو چلیں ''۔
صبح ہوئی ، نور پھیلا تو وہ اپنی ماں اور سہیلیوں سے مشورہ کرنے لگی ۔
اس کی ماں نے کہا : ''دان[1] جہیز لے لو اور ڈھول کے ساتھ چلی جاؤ ''۔
راجا ڈھول اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا
اور نرور گڑھ میں پہنچ گیا ۔
نرور گڑھ میں نقارے بجنے لگے
اور شہر میں ہر طرف خوشیاں منائی گئیں ۔

---

۱ ۔ بیٹی کو جہیز دینا راہ خدا میں خرچ کرنا تصور ہوتا ہے ، اس لیے اسے دان کہتے ہیں ۔ مترجم

حکایت ۳۲

چتوڑ کا راجا رتن سین

ریاست کپورتھلہ کے ایک بھاٹ کی زبانی

یہ حکایت علاءالدین خلجی کے چتوڑ کے مشہور حملے (۱۳۰۳ء) کی بہت مسخ شدہ صورت ہے ۔ اس بارے میں تسلیم شدہ راجپوت کہانی ٹاڈ نے راجستھان جلد اول کے صفحہ ۲۰۲ پر حسب معمول اپنے مبالغہ آمیز انداز میں پیش کی ہے ۔

مختصر کہانی یوں ہے : رانا لاکم سین کے عہد میں علاءالدین نے مندرجہ ذیل حالات میں چتوڑ پر حملہ کیا ، رانا کے چچا بھیم سین نے ہمیر سنگھ سسوڈیا کی بیٹی پدمنی سے شادی کی ، علاءالدین نے پدمنی کے حسن کے متعلق سنا اور اسے حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ، اس نے بھیم سین کو گرفتار کر کے اس کی رہائی کی شرط یہ رکھی کہ وہ پدمنی کو پیش کرے ، طے یہ پایا کہ پدمنی اپنی سہیلیوں کے ساتھ جائے گی اور وہ سب بند ڈولیوں میں ہوں گی ؛ سات سو ڈولیاں بھیجی گئیں مگر ان سب میں مسلح سپاہی تھے اور کہار بھی مسلح تھے ، بھیم سین کو نصف گھنٹے کا موقع دیا گیا تاکہ وہ پدمنی کو الوداع کہہ سکے ، وہ اس موقع پر چتوڑ کی طرف بھاگ گیا ۔ آدھر ان راجپوتوں نے جو ڈولیوں میں تھے ، پدمنی کے رشتہ داروں بادل اور گورا کے تحت علاءالدین کے سپاہیوں پر حملہ کر دیا اور سخت جنگ ہوئی جس کے نتیجے کے طور پر علاءالدین کو محاصرہ آٹھانا پڑا ۔ یہ واقعہ ۱۲۷۵ء کا بیان کیا جاتا ہے جو ناممکن ہے کیوں کہ علاءالدین ۱۲۹۵ء میں تخت پر بیٹھ

تھا اور اس نے چتوڑ ۱۳۰۳ء میں فتح کیا تھا ۔

بعد میں فرخ نگر کے نواب موسیٰ خاں بلوچ نے بھی بھرت پور کے راجا رنجیت سنگھ (۱۷۶۸ء تا ۱۸۰۶ء) کے حکام سے اپنا علاقہ واپس لینے کے لیے ڈولیوں کا یہی طریقہ کامیابی سے استعمال کیا ۔ اس نے ایک بڑی بارات کی ڈولیوں کو مسلح سپاہیوں سے بھر دیا اور قلعہ شاہ جہاں آباد نامی میں جو فرخ نگر سے آٹھ کوس کے فاصلے پر ہے ، پہنچ گیا ؛ قلعے میں اس وقت رنجیت سنگھ کی سپاہ تھی ، سپاہی مصنوعی برات دیکھنے کے لیے خالی ہاتھ باہر آ گئے اور اس طرح آسانی سے شکست کھا گئے ، نواب نے اس قلعے پر قبضہ کر لیا اور اپنی وفات تک وہاں قابض رہا ۔

پدمنی یا مشہور عالم پدماوتی کی کہانی ۔ بہت سے مقبول عام ادب کو جنم دیا ہے ۔ فارسی نظم میں ''قصہ پدماوتی'' تصنیف حسن غزنوی اور ہندی نظم میں تصنیف ملک محمد جائسی کے علاوہ فارسی نثر میں یہی کہانی تحفۃالقلوب کے نام سے رائے گوبند نے ۱۶۵۲ء میں لکھی جسے ۱۷۹۶ء میں میر ضیاءالدین عبرت اور غلام علی عشرت نے آردو میں ترجمہ کیا ۔

راجا رتن سین پسر راجا چتون سین والیٔ چتوڑ گڑھ کا قصہ

کہا جاتا ہے کہ غوری[1] بادشاہ کے عہد میں راجا رتن سین چتوڑ کا حکمران تھا ، ان دونوں کے درمیان دریائے راوی کے کنارے چتوڑ گڑھ کے مقام پر لڑائی ہوئی جس میں غوری بادشاہ نے راجا رتن سین پر فتح پائی اور چتوڑ گڑھ پر قبضہ کر لیا ۔ یہ چار سو برس[2] پہلے کا واقعہ ہے ۔

---

۱ ۔ غوری کی جگہ خلجی پڑھا جائے ۔

۲ ۔ چھ سو برس زیادہ صحیح ہوگا ۔

''میں اپنے مالک اور کنواری دیوی کی عبادت کرتا ہوں''۔
رتن سین شال اوڑھے اپنے تخت پر بیٹھا تھا ،
لاکھے شاہ دیوان نے جھک کر نذر پیش کی
''مجھے خوب صورت پدمنی دے دو ، میں اسے اپنی عورت بناؤں گا''۔
یہ سن کر رتن سین اس طرح غصے میں آیا جیسے اس پر کسی نے تلوار
سے وار کر دیا ہو ۔
''اے بنیے ! دور ہو جا ۔ کیا تو ہماری برابری کرتا ہے ؟
کیا برہمن اور بنیے ہی سب عورتوں کو بیاہ لے جائیں گے ؟
اب جب میں سنگلدیپ جاؤں گا تو تجھے وہاں سے ایک بنیا عورت
لا دوں گا''۔
وہ معزز دیوان قلعے سے باہر چلا گیا ،
اس نے قلعے سے باہر جا کر اس معاملے پر غور کیا ،
پھر دیوان لکھے شاہ بھورے[1] کے پاس پہنچا ۔
پہلے اسے ہاتھ جوڑ کر سلام کیا ، پھر اس کے سامنے سر جھکایا
''تو بھی راجا شام کا بیٹا ہے اور تو باقی سب سے بد تر ہے ۔
تو نے راجا کے ہاں جنم لے کر کیوں اپنے نام کو بدنام کیا ہے ؟
راجا سنگلدیپ سے پدمنی بیاہ کر لایا ہے
اور اس کی دولت کے متعلق کیا بیان کروں ؟ تو نے کیوں اس سے
حصہ نہیں لیا ؟''
بھورا یہ بات سنتے ہی کہنے لگا
''ہم بھائی ہیں تو ایک جیسے مگر ہماری قسمت مختلف ہے ۔
اگر میں اس سے پدماوتی چھین لوں تو اس میں ہم سب کی بے عزتی
ہے''۔
اس نے بھی معزز دیوان کو اپنے قلعے سے باہر نکال دیا ،
پھر اس معزز دیوان نے اپنے کپڑے گیروے رنگ میں رنگ لیے اور
گلے میں الفی[2] پہن لی
اور اٹک پار کر کے کابل پہنچ گیا ۔

---

۱ - رتن سین کا بھائی ۔
۲ - بغیر بازوؤں کے قمیص جو فقیر پہنتے ہیں ۔

وهاں غوری بادشاہ اپنا دربار لگائے بیٹھا تھا ،
دیوان لکھے شاہ نے جھک کر نذر پیش کی
''اے غوری بادشاہ ! حملہ کر دے ، اس وقت موقع ہے''۔
غوری بادشاہ نے فوراً پوچھا
''چتوڑ کا قلعہ کتنا بڑا ہے ؟ وهاں کی آبادی کیا ہے ؟''
''اے بادشاہ ! اس قلعے کی بنیادیں بارہ کوس میں پھیلی ہوئی ہیں
اور چتوڑ میں تین لاکھ شمشیر بند سپاہی ہیں ،
چودہ سو توپیں اس قلعے کی حفاظت کے لیے ہیں
اور وهاں بہت سے مہاجن ، بنیے اور بڑے بڑے ساہوکار بستے ہیں
جو موتی ، جواہرات اور سونے کی مہروں کا بیوپار کرتے ہیں''۔
یہ سن کر بادشاہ دل میں حیران ہوا
''اے الہ دین ، اے علاؤالدین !
پرائی عورت کے لیے اپنا دین ہاتھ سے نہ دے''۔
''چتوڑ کے راجا بڑے دلیر ہیں
وہ ہمارے سپاہیوں کو کاٹ کاٹ کر ان سے گھوڑوں کے زین بھر دیں گے''۔
یہ بات غوری بادشاہ الہ دین سے اس کے سرداروں نے کہی -
یہ سن کر لکھے شاہ نے فوراً جواب دیا
''تم چتوڑ پر حملہ کر دو ، تمہارے لیے بڑا اچھا موقع ہے''۔
بادشاہ نے نوبت بجوا دی ،
ساٹھ لاکھ مغل سپاہی تیار ہو گئے
اور وہ منزل بہ منزل چلتے ہوئے چتوڑ گڑھ پہنچ گئے -
تب غوری بادشاہ نے چٹھی لکھوائی ،
شرفو قاضی نے خوب سوچ سمجھ کر چٹھی لکھی
''اے کابل[1] کے بادشاہ ! سنو ، کیوں عقل گنوا دی''۔

---

۱ - مرتب لکھتا ہے کہ یہ بھاٹ کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ کابل کا بادشاہ تو لکھا رہا ہے - میرے خیال میں یہ الفاظ قاضی خط لکھنے سے پہلے بادشاہ کو کہ رہا ہے تاکہ وہ اب بھی اس ارادے سے باز رہے - مترجم

قاضی نے خط کے اوپر قرآن (پاک) کے الفاظ لکھے اور نیچے ہندوؤں کے
متبرک الفاظ تحریر کیے ،
پھر لکھا ''میں تمھاری ملاقات کے لیے ـــ تمھارے نیار حاصل کرنے
کے لیے آ رہا ہوں ،
مجھے سنگلدیپ کا راز بتا دو تاکہ میں اس پر حملہ کروں
اور اس سر زمین کے حکمران کو گرفتار کر کے لاؤں''۔
یہ (چٹھی) سنتے ہی رتن سین نے کاغذ منگوایا
اور خوب سوچ سمجھ کر اس کا جواب لکھوایا
''کابل کے بادشاہ سنو ! تم نے کیوں عقل گنوا دی ؟
معلوم ہوتا ہے کہ دلی کے چغلخور تمھیں گمراہ کر رہے ہیں ۔
اے بادشاہ ! اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو واپس چلے جاؤ''۔
یہ سن کر بادشاہ نے اسے دھمکی دی
''ملنا ہے تو آ کے مل لے ورنہ میں حملہ کرتا ہوں''۔
رتن سنگھ نے اپنی گھوڑی پر ساز ڈالا
اور سوار ہو کر غوری بادشاہ کے ڈیرے پر پہنچ گیا ؛
وہاں سامنے غوری بادشاہ بیٹھا تھا ، راجا نے اسے جھک کر سلام کیا ۔
بادشاہ نے ہنس کر جواب دیا اور اسے اپنے پاس جگہ دی
اور بساط منگا کر اس سے شطرنج کھیلنے لگا ۔
پھر اسے بازو سے پکڑ کر اپنے خیمے کے اندر لے گیا ،
وہاں اس کے پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ڈال دیا
اور اس کے دیوان ابھے رام کو دھکے مار مار کر وہاں سے نکلوا دیا ۔
ابھے رام دیوان قلعے کے اندر آ گیا ،
رتن سین کی ماتا نے گھر کے دروازے پر آ کر اس سے دریافت کیا
''بھائی ! ہمارا رتن سین کہاں ہے ؟''
یہ سن کر ابھے رام بلند آواز سے رونے لگا ، اس نے کہا
''راجا اور میں روتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور غوری
بادشاہ نے شادیانے بجائے ۔
اس نے تیرے بیٹے کو گرفتار کر لیا ہے اور اب نوبت بجوا رہا ہے''۔
رتن سین کی ماں کواڑوں سے لگ کر رونے لگی
''سنگلدیپ کی عورت کہاں ہے؟ سنگلدیپ کہاں ہے؟ تو کیسی بیاہی آئی ؟

تو بد قسمت آئی ، تو اپنے ہمراہ کوئی خوشی کا پیغام نہ لائی ۔
اب جس طرف کو تیرا جی چاہتا ہے ، چلی جا''۔
ساس کے یہ الفاظ سن کر پدمنی زار و قطار رونے لگی ،
وہ ڈولی میں بیٹھ گئی اور اس نے ڈولی کے پردے گرا دیے ،
اس نے ہاتھ میں خنجر لیا اور کمر باندھ لی
اور منزل بہ منزل چلتی ہوئی شوجی کے مندر پہنچ گئی ،
شوجی سے اجازت لینے کے بعد وہ اپنے دیور کے پاس آئی ،
اس کو ہاتھ جوڑ کر سلام کیا ، پھر اس کے سامنے سر جھکایا
''دیور ! نہ میری گود میں کوئی بیٹا ہے ، نہ کوئی بیٹا اتنا بڑا ہے جو میری انگلی پکڑ کے چل سکے ۔
میرا محبوب مجھ سے دور ہے ،
میرے راجا کو قید سے چھڑا لا ، تو مجھے شرم اور غیرت والا نظر آتا ہے''۔
یہ سن کر بھورے نے اپنا دل سخت کر لیا
''بھاوج نزدیک یا دور جہاں تیرا جی چاہے ، چلی جا ۔
اس نے میرے باپ کا سر کاٹ دیا تھا اور چیلیں اس کا بدن کھا گئی تھیں ،
اب میں تجھے غوری بادشاہ کے سپرد کر دوں گا''۔
یہ سن کر بھورے کی ماں اس کے پاس آئی
''میں تیری عمر کا پٹا لکھوا کر نہیں لائی تھی ،
میں نے تجھے پیدا ہوتے ہی زہر کی گانٹھ کیوں نہ دی ، تاکہ تو اسی وقت مر جاتا''۔
''ماتا ! تو اس وقت کو کیوں بھول گئی جب اس نے تجھے رانڈ کر کے بٹھا دیا تھا ۔
جب اس نے میرے باپ کا سر کاٹ کر اسے چیلوں کے سامنے پھینک دیا تھا ،
اب میرا دشمن داؤ میں پھنس گیا ہے تو تو اسے چھڑوا دینا چاہتی ہے''۔
''بیٹا ! گنہ گار کے ساتھ نیکی کرو ، دنیا میں بھلائی پاؤ گے''۔
یہ سن کر بھورے نے ماں سے کہا ''ماتا ! میری بات سن !

ایسے راجا کو تو میں خود بادشاہ کے ھاتھوں گرفتار کرا دوں''۔
ماں نے اسے ھاتھ جوڑ کر سلام کہا اور اس کے سامنے سر جھکا کر
کہا
''راجا ! تو رنگین چرخہ لے لے اور اس کے سامنے سرخ پیڑھے (چوکی)
پر بیٹھ جا ،
میرے چرخے کے سامنے بیٹھ جا اور نتھ گھڑوا کر ناک میں ڈال لے ۔
تو میری چوڑیاں پہن لے اور مجھے اپنے ھتھیار لا دے ،
میں ھتھیار باندھ کر غوری بادشاہ سے لڑنے کے لیے جاتی ھوں ۔
ھاتھیوں سے ھاتھی بھڑ جائیں گے اور سروں کے پرخچے آڑیں گے ۔
اگر تجھے چڑھائی کرنی ھے تو کر ورنہ صاف جواب دے دے''۔
یہ طعنہ سن کر بھورے کو غیرت آئی ،
بھورے اور بادل نے چوک میں دربار لگایا ،
بدنی اور بدن سنگھ بھی وھاں آئے اور اپنی باتوں سے سب پر
چھا گئے ۔
منڈن شاہ بھی وھاں پہنچ گیا جو بڑا دولت مند اور خوش بخت ساھوکار
تھا
''میرے پاس سونے کے باون تھیلے ھیں میں وہ سب پیش کرتا
ھوں ۔
میرے راجا کو قید سے چھڑا لاؤ ، خواہ میری ساری دولت خرچ
ھو جائے''۔ منڈن شاہ نے کہا ۔
راجا کی گرفتاری کی خبر سن کر منڈن شاہ بھورے کے پاس آیا ،
پہلے اسے ھاتھ جوڑ کر سلام کیا ، پھر اس کے سامنے سر جھکا دیا ۔
منڈن بھورے سے کہنے لگا
''کوئی تدبیر لڑاؤ ،
سولہ سو ڈولیاں سجاؤ ، ان کے اندر ھتھیار بند سپاھی بٹھا دو ،
ڈولیاں اندر رکھ دو اور کسی کو اس راز سے آگاہ نہ کرو ۔
مانا اور پونا لوھاروں کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ ،
ان کی چھاتیوں پر انار اور لیمو رکھ کر انھیں عورتیں بنا دو
اور ان کے سروں پر لمبے بال لگا کر ان میں موتی پرو دو''۔
اس طرح سولہ سو ڈولیاں تیار کر لی گئیں ، پھر شو سے اجازت لی گئی ۔

''جنھیں اپنی عورتیں پیاری ھیں ، وہ یہیں سے واپس ھو جائیں ۔
ھمارے ساتھ وہ چلیں جنھیں دو دھاری تلوار باندھنی ھے''۔
یہ سن کر بہادروں نے اتنے زور سے نعرے لگائے
کہ وہ غوری بادشاہ کے ڈیرے تک سنے گئے ۔
اس پر شرفو قاضی نے فوراً کہا
''تم دین دنیا کے بادشاہ ھو ، تم مجازی خدا ھو ،
ان ڈولیوں میں نہ پدمنی ھے نہ اس کی سہیلیاں ۔
ڈولوں کے بانس دوھرے ھوئے جاتے ھیں اور کہار ھانپ رھے ھیں''۔
یہ سن کر بادشاہ نے جواب دیا
''ڈولیوں کی جانچ پڑتال مجھ پر چھوڑ دے''۔
پدماوتی روتی ھوئی ڈولی سے باھر آئی
مگر جب اس نے رتن سین کو دیکھا تو خوش ھو گئی اور کہنے لگی
''رتن سین کو میرے پاس ڈولی کے اندر بھیج دو''۔
بادشاہ راجا کے پاس آیا
اور اس نے قفل تڑوا کر اس کے قید خانے کا دروازہ کھلوا دیا ۔
راجا شیر کی طرح قید سے نکلا ،
ڈولیوں کو دیکھ کر راجا کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ھو گئیں
''میرے جیتے جی انھوں نے ڈولیاں کیوں دیں ؟ کیوں اپنی عزت
خاک میں ملا دی ؟
کیا وہ اس وقت مجھ سے اپنے باپ کی موت کا بدلہ لینا چاھتا ھے ؟''
یہ سن کر بھورے نے فوراً کہا
''اب تیری لاڈلی مانان اور پونان غوری لے جائے گا ،
وہ دونوں ڈولیوں میں بیٹھ کر آ گئی ھیں''۔
یہ سنتے ھی رتن سین سمجھ گیا ،
وہ ڈولی کے اندر چلا گیا اور اس نے پردے گرا دیے
اور مانان اور پونان لوھار سے اپنی بیڑیاں کٹوائیں ۔
اس وقت شرفو قاضی نے پھر کہا
''ڈولی کے اندر سے 'ٹھک ، ٹھک' کی آواز آ رھی ھے اور زور سے
ھتھوڑا چل رھا ھے ،
راجپوت کی بیڑی کاٹی جا رھی ھے ، قسمت کا لکھا پیش آنے والا ھے''۔

رتن سین فوراً اپنی گھوڑی کے پاس پہنچ گیا
اور رکاب میں پاؤں رکھ کر اس پر سوار ہو گیا ،
اس نے جلدی جلدی کوڑے مار کر گھوڑی کو سرپٹ دوڑا دیا ۔
وہ اسے آوازیں دیتے رہے کہ واپس آ جاؤ
مگر وہ معزز راجپوت اپنے قلعے کے اندر پہنچ گیا ۔
یہ سن کر بھورے نے اپنی گھوڑی کی باگیں موڑ دیں
اور غوری بادشاہ کے ڈیرے کے سامنے جا کر رکا ۔
اس نے آواز دی اور ڈولیوں میں سے سورما نکل آئے
اور غوری بادشاہ کے ڈیرے پر سخت لڑائی شروع ہو گئی ۔
سنسناتی اور کڑکتی ہوئی گولیاں پے درپے چلنے لگیں
اور لوگ اس طرح گرنے لگے جیسے پانی کے سامنے کائی گرتی ہے ۔
پانچ ہزار آدمی کھیت رہا ، ان کی گنتی نہ ہو سکی ،
اکیلا بھورا لشکر کے درمیان کیا کر سکتا تھا ؟
وہ گھوڑی دوڑا کر میدان کے بیچ پہنچ گیا
”تم میں سب سے بہادر کون ہے ؟ فوج کی آرائش کون ہے ؟“
اور اس نے الہ دین علاؤ الدین کو زخمی کر دیا
اور ہاتھی سے نیچے پھینک دیا ۔
اب غوری بادشاہ نے کمان ہاتھ میں لی
اور ارجن کی طرح بڑھ بڑھ کر تیر چلانے لگا ۔
اس نے بھورے کنور کو ایسا تیر مارا جو اس کے بدن سے پار ہو گیا
اور وہ زخموں سے چور گھوڑے سے نیچے گر گیا ۔
راجا رتن سین آہ و بکا کرنے لگا ،
فوجیں نعرے مارتی ہوئی اندر داخل ہو گئیں ۔
غوری بادشاہ نے اذان[1] کہی ، پھر نماز ادا کی ،
ایک کروڑ دیوتا ایک ہی بار بھاگ گئے
اور غوری بادشاہ نے سارا قلعہ فتح کر لیا ۔

---

۱ ۔ ہندو قلعے میں اذان اور نماز سخت خوفناک سمجھی جاتی ہیں ۔
مرتب

یہ سن کر پدماوتی نے اپنے بدن میں برچھی ماری
اور چتوڑ کی سب عورتوں نے جان دے دی ۔
غوری بادشاہ نے ہر چند تلاش کی مگر اسے کوئی عورت نہ ملی ۔
''لکھے شاہ دیوان جھوٹا تھا ، پدماوتی کہیں نہ نظر آئی''۔
اس نے چتوڑ پر قفل ڈالا اور وہاں سے چل دیا ۔
چھت بنور[1] پہنچ کر اس نے ڈیرے ڈال دیے ،
وہاں بادشاہ کو موت آ گئی اور اس کا مقبرہ بنا دیا گیا ۔

---

۱ ۔ غالباً اس سے ضلع راولپنڈی کا علاقہ چھچھ مراد ہے ، جیسے بھاٹ نے چتوڑ کو راوی کے کنارے لا کھڑا کیا تھا ویسے علاؤ الدین نے ۱۳۱٦ء میں دھلی میں وفات پائی تھی اور وھیں مدفون ھوا تھا ۔

حکایت ۳۳

سرون اور فریجن کی کہانی کے متعلق تین مختلف روایات

جیسا کہ اسے اضلاع دھلی اور کرنال میں بیان کیا جاتا ھے ۔

یہ ایک مشہور کہانی ھے جو دھلی ، گوڑ گاؤں ، کرنال ، حصار اور رھتک کے اضلاع میں بہت مشہور ھے اور عام طور سے گائی جاتی ھے ۔ یہ اس لحاظ سے خاص طور پر دلچسپ ھے کہ اسے گذشتہ پچاس برس کے دوران کے سیاسی مقاصد کے پیش نظر گھڑا گیا ھے اور اب یہ مستقل عوامی حکایات میں شمار ھونے لگی ھے ۔

فریجن ، فریدن ، فریجر اور پھریجن سب مسٹر ولیم فریزر کے نام کی بگڑی ھوئی صورتیں ھیں ۔ مسٹر فریزر دھلی کے مغل شاھنشاھوں کے دربار میں پولیٹیکل ایجنٹ تھے ، انھیں ۲۲ مارچ ۱۸۳۵ء کو نواب لوھارو کے اشارے پر قتل کر دیا گیا ۔ اس قتل کی عدالتی تحقیقات ھوئی اور شہادتوں کی بنا پر نواب مذکور کو ۳ اکتوبر ۱۸۳۵ء کو پھانسی دے دی گئی ۔ نواب کمزور کردار کا انسان تھا اور اس کے مرنے کا سب سے زیادہ رنج دربار دھلی کی طوائفوں کو ھوا جو اس کے تحفوں پر پلتی تھیں ۔ اس کی موت کے کچھ عرصے بعد ان عورتوں نے نواب کی مدح میں گانے گانے شروع کر دیے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسٹر فریزر کے ایک زمیندار یا کاشت‌کار کی بیوی سرون سے تعلقات کی یہ سرتا پا بے بنیاد کہانی انھیں عورتوں کی من گھڑت ھے ۔

سر ولیم سلیمین نے اپنی کتاب ''ایک[1] ہندوستانی افسر کی گپ شپ اور یادداشتیں'' جلد دوم مطبوعہ ۱۸۸۴ء کے صفحہ ۲۱ پر مسٹر فریزر کے قتل کا واقعہ بالتفصیل بیان کیا ہے؛ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وزیر علی کے متعلق بھی جس نے مسٹر چیری اور دوسروں کو ۱۷۹۸ء میں بنارس کے مقام پر قتل کیا تھا، درباری طوائفوں نے انھیں وجوہ کی بنا پر اسی قسم کے گیت گانے شروع کر دیے تھے -

صحیح واقعہ یہ ہے کہ مسٹر فریزر ھی نے نواب شمس الدین خاں والئی لوھارو کو پالا پوسا تھا مگر جب وہ بڑا ھوا تو اس قدر اوباش اور عیاش نکلا کہ مسٹر فریزر کو اس سے سخت مایوسی ھوئی اور اس نے نواب کو اپنے گھر جہاں وہ شروع سے کھلم کھلا آتا جاتا تھا، آنے سے منع کر دیا - نواب اس پر اس قدر برھم ھوا کہ اس نے اپنے ایک پرانے ملازم کریم خاں اور اس کے ایک ساتھی آنیا کو مسٹر فریزر کے قتل پر مامور کیا - ۲۲ مارچ ۱۸۳۵ء کو قاتلوں کو موقع مل گیا؛ اس رات گیارہ بجے جب مسٹر فریزر راجا کرشن گڑھ کی دعوت سے واپس آ رھا تھا، کریم خاں نے اسے گولی سے ھلاک کر دیا - آنیا کو کہیں سے پتا چل گیا کہ نواب قتل کا ثبوت مٹانے کی خاطر اسے بھی مروا دینا چاھتا ھے اس لیے وہ نواب کے پنجے سے نکل بھاگا ـــــ اگرچہ قدرے مشکل کے ساتھ - بعد میں اسی آنیا نے مسٹر سائمن فریزر کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور مسٹر کالون جج کی عدالت میں قتل کے جملہ حالات بیان کیے - نتیجہ یہ ھوا کہ نواب اور کریم خاں دونوں کو پھانسی کی سزا ملی -

ایک اردو کتاب تاریخ مخزن پنجاب مرتبہ مفتی غلام سرور قریشی سکنہ لاھور، مطبوعہ ۱۸۷۷ء کے صفحہ ۲۶ پر مسٹر فریزر

---

1 - "Rambles and Recollections of an Indian officer."

کے قتل کا واقعہ یوں لکھا ہے :-

نواب شمس الدین خاں نواب احمد بخش خاں والئی لوہارو کے جانشین ہوئے ۔ شمس الدین خاں کے دو اور بھائی تھے — امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں ، وہ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق ریاست کے حصے کے دعویدار تھے ۔ مقدمہ مسٹر فریزر ایجنٹ دھلی کے سامنے پیش ھوا ، مسٹر فریزر نے گورنمنٹ کو یہ رپوٹ بھیجی کہ وصیت کے مطابق تینوں بھائیوں کو برابر کا حصہ ملنا چاھیے ۔ نواب شمس الدین خاں نے اس سے یوں انتقام لیا کہ اکتوبر ۱۸۳۵ء میں اسے اپنے آدمیوں سے مروا ڈالا ۔ تحقیقات کے بعد جو ایک سال تک ھوتی رھی ، نواب مذکور پر الزام ثابت ھو گیا اور اسے پھانسی کی سزا دی گئی ۔ نیز فیروز پور میں اس کی جو جائداد تھی اسے ضبط کر کے ضلع گوڑ گاؤں میں شامل کر دیا گیا ۔

سر ولیم سلیمن کا یہ خیال ہے کہ ریاست کی تقسیم کے متعلق حکومت کی کاروائی کا تعلق قتل کی سزا سے نہ تھا ۔

مسٹر فریجر کے قتل کی کہانی

(پہلی روایت)

ایک کسان مسمی مان سنگھ سکنہ موضع ناگدھو ضلع کرنال نے ۲۲ فروری ۱۸۸۱ء کو یہ کہانی سنائی ۔

ایک نہایت خوبرو نوجوان امی چند جو موضع گھگیانہ ضلع کرنال[1] کا رھنے والا تھا ، کسی جرم میں ماخوذ ھو گیا اور اس نے قید کی سزا پائی ۔ پھر اسے بطور قیدی اسی ضلع میں ایک نہر[2] پر جو کھودی جاتی تھی ، کام کرنے کے لیے بھیج دیا گیا ۔ ایک روز اتفاق

---

۱ ۔ یہ گاؤں ضلع دھلی میں ہے ۔ مرتب

۲ ۔ ان نہروں کو لارڈ ھیسٹنگز نے ۱۸۱۷ تا ۱۸۳۰ء میں مکمل کرایا تھا ۔ مرتب

سے مسٹر فریجر کام کا معائنہ کرنے کے لیے باہر گیا اور اس نے امی چند کو دیکھا تو اس نے قیدیوں کے میٹ سے کہا ''کس قدر افسوس ہے کہ ایسے خوب صورت نوجوان کو بطور قیدی کھدائی پر لگا دیا گیا ہے''۔ وہ نوجوان کے حسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے میٹ سے یہ بات بار بار کہی[۱] ۔ آخر میٹ نے اسے جواب دیا ''اپنی بہن کے مقابلے میں اس کا حسن تو کچھ بھی نہیں''۔ یہ سن کر مسٹر فریجر نے اس کی بہن کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا ، اس نے اسی رات امی چند کو بلایا اور اس سے وعدہ کیا کہ اگر تو اپنی بہن کو لے آئے تو نہ صرف تجھے رہا کر دیا جائے گا بلکہ انعام بھی دیا جائے گا ۔ امی چند تیار ہو گیا اور مسٹر فریجر نے اسے رہا کر دیا اور ساتھ ایک گھوڑا اور ایک ملازم بھی دیا ؛ امی چند اپنے گاؤں کو روانہ ہو گیا ۔

امی چند گھر پہنچا تو اس کے دوست اسے دیکھ کر بہت حیران ہوئے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ ابھی اس کی مدت قید ختم نہیں ہوئی مگر امی چند نے انہیں یہ کہ کر ٹال دیا کہ میں نے ایسی خدمات سر انجام دی ہیں کہ مجھے وقت سے پہلے رہا کر دیا گیا ہے اور اصل حقیقت ان سے چھپائے رکھی ۔

پھر وہ اپنی ماں کے گھر گیا مگر وہاں اپنی بہن کو نہ پایا کیوں کہ وہ اپنے خاوند کے ہاں گئی تھی ۔ وہاں سے وہ اپنی بہن کے سسرال پہنچا اور وہاں جا کر اس سے کہا کہ ماں سخت بیمار ہے بلکہ مرنے کے قریب ہے اور وہ تجھ سے ملنا چاہتی ہے۔ اس کے خاوند نے اسے میکے جانے کی اجازت نہ دی ۔ امی چند نے علاحدگی میں بہن سے کہا کہ اگر تو اسی رات نہ پہنچی تو اپنی ماں سے ملاقات نہیں کر سکے گی ؛ چنانچہ ان کے درمیان یہ طے پایا کہ بہن شام کے وقت فلاں کنوئیں پر پانی لینے کے بہانے جائے ، امی چند بھی وہاں پہنچ جائے اور اسے اپنے ساتھ لے جائے۔

دونوں بھائی بہن مقررہ جگہ پر ملے اور امی چند نے اسے اپنے

---

۱ ۔ یہ مشرقی طریق ہے ، انگریزوں کی عادت کے بالکل بر خلاف ۔

مرتب

پیچھے گھوڑے پر بٹھا لیا اور اسے ماں کے پاس لے جانے کی بجائے سیدھا مسٹر فریجر کے خیمے میں لے گیا جو وہاں کھدائی کے کام کے پاس ھی نصب تھا ۔

عورت گھر نہ پہنچی تو اس کے خاوند نے فوراً اندازہ کر لیا کہ اسے امی چند ساتھ لے گیا ھے، وہ اسی وقت اپنی ساس کے ھاں پہنچا تو اسے تندرست پایا ۔ ساس نے بتایا کہ میں نے نہ بیٹے کو دیکھا ھے نہ بیٹی کو ۔ تھوڑی سی پوچھ گچھ سے آسے معلوم ھو گیا کہ امی چند بہن کو مسٹر فریجر کے پاس لے گیا ھے ۔

وہ غصے سے پاگل ھو گیا ؛ پہلے وہ اپنے گاؤں کو گیا ، وھاں سے اس نے اپنے تین چار دوست ھمراہ لیے ، پھر وہ سب مسٹر فریجر کے خیمے میں پہنچ گئے ۔ وھاں اس کی بیوی سرون موجود تھی ، اس نے مسٹر فریجر کی خدمت میں عرض گزاری کہ آپ نے غلط کام کیا ھے مگر فریجر نے اسے کیمپ سے باھر نکلوا دیا ؛ چنانچہ وہ گھر چلا آیا ، پھر اس نے موقع پا کر مسٹر فریجر کو قتل کر کے اس سے اپنی بیوی کے اغوا کا بدلہ لے لیا ۔

سرون اور فریدن کا گیت

(دوسری روایت)

دھلی کی ایک روایت کے مطابق

فریدن ، پانچوں پیر منا کر ،کلکتہ جیسی دور دراز جگہ سے گھوڑے پر
سوار ھو کر روانہ ھوا ۔
دم کٹا گھوڑا اور بوڑھا فریدن سرون کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے ،
پانچ دن وہ دھلی میں رھا اور چھٹے دن گھگیانہ گاؤں میں پہنچ گیا ۔
سفید کنوئیں پر میخیں گاڑ کر خیمے نصب کر دیے گئے ،
چپڑاسیوں نے ایک ایک گلی چھان ماری مگر سرون نہ ملی ۔
امی چند مویشی چرا رھا تھا ، انھوں نے اس کی مشکیں کس لیں اور
اسے پکڑ لائے ۔

''فریدن ! مجھے رہا کر دو ، میں سرون کا پتا بتلاتا ہوں''۔

سرون بڑی گلی سے نکل کر چھوٹی گلی میں داخل ہوئی اور وہاں سے باجرے کے کھیت کی جانب گئی ؛

سرون کو باجرہ کاٹتے پکڑ لیا گیا ، درانتی اس کے ہاتھ میں تھی ، اس کے سر پر پیڑھا تھا ، بغل میں چرخہ اور ساتھ پونیاں لٹک رہی تھیں ۔

ہاتھ میں پیالہ ، پیالے میں کنگھی ، وہ نائن کے ہاں دوڑی گئی

''میرے بال جلدی جلدی گوندھ دے ، ظالم مجھے لیے جا رہا ہے ۔
آؤ بہنو ، آؤ سہیلیو ! مجھے مل لو ، پھر ملنے کا موقع ہاتھ نہیں آئےگا ''۔

اس نے انگلی سے اس کا پہنچا پکڑا اور پھر ہودے میں بٹھا لیا ۔

ہاتھی کے ہودے میں بیٹھی ہوئی وہ ٹپ ٹپ آنسو بہاتی جاتی تھی

''اے میرے شہر گھگیانے ! تو ہمیشہ آباد رہے مگر خدا کرے امی چند کبھی آباد نہ ہو''۔

اس نے وہ ساری رات صبح تک تارے گنتے گزاری ۔

فریدن نے پانچ پیروں کی جو منت مانی تھی ، اس کے مطابق فوجوں میں شیرینی تقسیم کر دی گئی

''میری سرون! اب لہنگا پہننا چھوڑ دے اور سایا[۱] پہننا شروع کر دے ۔
میری سرون ! اب اوڑھنی چھوڑ دے اور ٹوپی پہننی شروع کر دے ۔
میری سرون ! اب انگیا پہننی چھوڑ دے اور پیٹی کوٹ پہننا شروع کر دے ۔
میری سرون ! اب پیڑھی چھوڑ کر کرسی پر بیٹھنا شروع کر دے''۔

''اے ماتم کیے گئے ! تو ٹوپی پہننا چھوڑ کر پگڑی باندھنا شروع کر دے ۔
اے ماتم کیے گئے ! تو پتلون پہننا چھوڑ کر دھوتی باندھنا شروع کر دے ۔
اے ماتم کیے گئے ! تو کوٹ پہننا چھوڑکر مرزئی پہننا شروع کر دے ۔
اے ماتم کیے گئے ! تو بوٹ پہننا چھوڑ کر جوتی سے محبت پیدا کر ۔
اے فریدن ! گٹ مٹ بولی چھوڑ کر سیدھی زبان بولنا شروع کر دے''۔

---

۱ ۔ سکرٹ ۔

سرون اور پھریجن کا گیت

(تیسری روایت)

یہ روایت فارسی رسم‌الخط میں لکھے ہوئے ایک خوش خط قلمی مسودے سے لی گئی ہے۔ یہ مسودہ ۱۸۷۲ء میں نواب شمش‌الدین خان کے بھتیجے مرحوم نواب علاؤالدین احمد خان والیٔ لوھارو نے مسٹر دلمیرک کو بھیجا تھا۔ یہ نواب مرحوم کے اپنے ھاتھ کا لکھا ھوا ھے اور اس کے ساتھ تقریباً ۲۶ انگریزی میں لکھے ھوئے حاشیے بھی ھیں کیوں کہ موصوف خاصا ادبی ذوق رکھتا تھا۔

(۱)

پھریجن پانچوں[1] پیروں کی منت مان کے، کلکتے سے سارا فاصلہ طے کر کے آیا،
پانچ دن وہ دھلی میں ٹھہرا، چھٹے دن گھگیانے[2] میں آ گیا؛
اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وھاں آیا تھا۔

(۲)

اس نے سفید کنویں پر میخیں گاڑ دیں اوراپنے خیمے لگوائے،
امی چند کو حقہ پیتے پکڑ لیا اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں؛
اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وھاں آیا تھا۔

(۳)

انھوں نے امی چند سے کہا ’’ایک چیز تیری ھے جو کسی اور کی نہیں‘‘۔
’’جو میری چیز ھو وہ میں تمھیں دے سکتا ھوں پھریجن! دوسرے کی چیز نہیں دے سکتا‘‘۔
اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وھاں آیا تھا۔

---

۱ - نواب کہتا ھے پانچ پیر یہ ھیں: خواجہ قطب‌الدین بختیار کاکی، خواجہ معین‌الدین چشتی اجمیری، شیخ نظام‌الدین اولیا، نصیرالدین ابوالخیر عبداللہ ابن عمر بیضاوی، سلطان ناصرالدین محمود۔

۲ - بقول نواب یہ گاؤں دھلی کی سونی پت سب ڈویژن میں ھے۔

(۴)

''اگر تو مجھے سرون کے راز سے آگاہ کر دے تو تمھیں انعام میں ھاتھی دوں گا ''۔

گھر کے بھیدی نے بھید بتا دیا ''سرون باجرے میں ھے''۔

اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وھاں آیا تھا ۔

(۵)

بوڑھے پھریجن نے اپنے گھوڑے پر سوار ھو کر باجرے کا کھیت روند ڈالا ،

اس نے سرون کو باجرہ کاٹتے ھوئے پکڑ لیا ، درانتی اس کے ھاتھ میں تھی ۔

اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وھاں آیا تھا ۔

(۶)

اس نے اسے ھاتھ سے پکڑ کر گھوڑے پر بٹھا لیا ، اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو جاری تھے ،

اس نے باجرے کے پانچ کیارے کاٹے تھے مگر چھٹا نہ کاٹ سکی ۔

اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وھاں آیا تھا ۔

(۷)

''تیرے باپ کو چودھری بنا دوں گا ، تیرے بھائی کو تھانیدار کر دوں گا ''۔

''مجھے اپنے چچوں اور تاؤں سے مل لینے دو ، امی چند سے میں نہیں ملوں گی''۔

اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وھاں آیا تھا ۔

(۸)

''امی چند سے بھی ملنا ھو تو مل لو ، پھر موقع نہیں ملے گا ''۔

اس کے ھاتھ میں کٹورا تھا ، کٹورے میں کنگھی اور وہ نائی کے گھر جا رھی تھی ۔

اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وھاں آیا تھا ۔

(۹)

''اے نائی کی بیوی ! میرے بال آلٹے سیدھے گوندھ دے ! میں پھر

تیرے پاس نہیں آؤں گی''۔
اس نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر ہودے میں بٹھا لیا ، وہ ہرنی کی طرح رو رہی تھی ۔
اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وہاں آیا تھا ۔

(۱۰)

شام سے آدھی رات ہوئی ، آدھی رات سے صبح ہوئی ، اس نے ساری رات تارے گن گن کر کاٹ دی
''سرون ! اب پیڑھی پر بیٹھنا چھوڑ دے اور کرسی پر بیٹھنا سیکھ''۔
اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وہاں آیا تھا ۔

(۱۱)

''سرون ! اب لہنگا پہننا چھوڑ دے اور سکرٹ پہننا شروع کر دے''۔
آگے سنار کی بیٹی تھی ، پیچھے منہار کی اور بیچ میں سرون تھی ۔
اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وہاں آیا تھا ۔

(۱۲)

''میں تجھے پانچ مہروں کا جھومر بنوا دوں گا جو تیری پیشانی پر جگمگائے گا ۔
اسی مہروں کی 'نتھ' بنوا دوں گا جس کا نگینہ چمکے گا ''۔
اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وہاں آیا تھا ۔

(۱۳)

''میں تجھے اسی گز کا لہنگا سلا دوں گا جو تیرے بدن پر خوب صورت معلوم ہوگا ''۔
''تو نے میرے پانچوں بھائیوں کی پگڑیاں[۱] اتار دی ہیں جو پھر باندھی نہیں جا سکیں گی''۔
اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وہاں آیا تھا ۔

(۱۴)

بڑے بھائی نے بہن کو دے دینے کا وعدہ کر لیا تھا مگر چھوٹا نہ مانا ؛

---

۱ - بے عزت کر دیا ہے ۔

پانچ گاؤں کے لوگوں کو اس نے اپنا هم خیال بنا لیا مگر امی چند نے
اس کا کہنا نہ مانا ۔

اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وهاں آیا تھا ۔

(١٥)

سرون چھوٹی گلی سے نکل کر بڑی گلی میں چلی گئی ،

گلی گلی میں چپڑاسی تلاش کرنے لگے اور گھر گھر میں تھانیدار پہنچ
گئے ۔

اللہ جانے وہ کیوں پانچوں پیروں کی منت مان کے وهاں آیا تھا ،

پھربجن پانچوں پیروں کی منت ماننے کے بعد کالکتے سے سارا فیصلہ طے
کر کے آیا تھا ۔

حکایت ۳۴

پورن بھگت

ریاست پٹیالہ کے بعض جاٹوں کی زبانی

یہ کہانی ''راجا رسالو کی حکایات'' کا پہلا حصہ ہے ، اس میں اس کتاب کی پہلی کہانی ''راجا رسالو کے کارنامے'' سے پہلے کے واقعات بیان کیے گئے ہیں ۔ ان دونوں حکایات کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ پنجاب میں راجا سالبھان اور اس کے دو روایتی بیٹوں راجا رسالو اور پورن بھگت کے متعلق جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں ، انہیں بالکل گڈ مڈ کر دیا گیا ہے ۔ یہ حکایات کا ایسا مجموعہ ہے ، جس میں ان تینوں میں سے کسی ایک کو ہیرو بنا دیا جاتا ہے ؛ ہیرو بنانا بالعموم حکایت بیان کرنے والے بھاٹ کی مرضی پر موقوف ہوتا ہے ۔ ان حکایات کی حکایات سندباد سے گہری مشابہت مندرجہ ذیل نظم سے بھی ظاہر ہوتی ہے ۔

راجا رسالو کے عہد کو یقین سے متعین کرنا ابھی تک ممکن نہیں مگر میرے خیال میں اب اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ہندو حکایات میں رسالو وہ راجا تھا جس نے ۷۰۰ء میں پہلے مسلمان حملہ آوروں کا مقابلے کامیابی سے کیا ۔ مسلمان مورخ اسے رنبال ، ریتل یا زنبیل وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں ۔ اس نظریے کے متعلق مزید حقائق میرے مضمون ''راجا رسالو'' مطبوعہ کلکتہ ریویو بابت ۱۸۸۴ء صفحہ ۳۹۰ میں ملیں گے ۔

گیت پورن بھگت پسر راجا سالواہن سکنہ سیالکوٹ

گورکھ ٹلے[۱] سے اپنا سنکھ بجاتا ہوا روانہ ہوا ،
اس کے ساتھ باون سو ظاہر اور باون سو مخفی چیلے تھے ،
اس کے پاس راکھ تھی جسے وہ بدن پر مل لیتا تھا ،
ان کے پاس ہرنوں کی کھالیں تھیں اور ان جوگیوں کی چوٹیاں ہوا میں
لہرا رہی تھیں ۔
وہ جوگی سیالکوٹ کے راجا سنکھ کے باغ میں آ اترے ،
سوکھے ہوئے بن ہرے ہو گئے اور تالاب پانی سے بھر گئے ،
وہ آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئے اور انہوں نے دھونی رما دی ،
وہ گورو کے قدموں سے دھیان لگا کر سخت ریاضت میں مشغول
ہو گئے ۔
رام نے وہاں رونق لگا دی ، آبادی ہو گئی ، بازار بن گئے ،
کیا راجا ، کیا سردار ، سب گورو گورکھ کے سامنے ماتھا ٹیکنے کے لیے
وہاں آنے لگے ۔

راجا دل میں رام کا خیال کر کے محل سے روانہ ہوا ،
اس نے پہلے گورو کے قدموں پر سر جھکایا پھر ہاتھ باندھ کر عرض
کی
"آپ دنیا کو نجات دلانے کے لیے آ گئے ہیں ، مجھے بھی کامیابی سے
ہم کنار کر دیجیے ۔
پہلے کانوں سے آپ کے متعلق سنا تھا ، اب آپ کو آنکھوں سے دیکھ
لیا "۔

---

۱ - ضلع گوجرانوالہ ۔ مرتب

ٹلہ لفظ ٹیلہ سے بگڑا ہوا ہے جس کے معنی اونچی جگہ یا پہاڑی
کے ہیں ۔ ضلع گوجرانوالہ میں ٹلہ شمالی پہاڑوں میں ایک جگہ بتائی
جاتی ہے ، جو گورکھ ناتھ سے مخصوص ہے ۔ یہاں ایک مثل
مشہور ہے کہ ٹلہ سے بادل چڑھیں تو وہ کھونٹی سے گائے بھی
کھولنے نہیں دیتے ، اتنی جلدی بارش ہو جاتی ہے ۔ مترجم

گورکھ نے جواب دیا ''میں تجھے سچی بات بتائے دیتا ہوں ،
تیری اولاد دور جگہ ہے ، وہ جگہ بہت دشوار گزار ہے ۔
اودے[1] نگر ایک شہر ہے ، چوڈھال وہاں کے راجا کا نام ہے ،
اگر تو اس کی بیٹی اچھراں بیاہ لائے تب تیرے ہاں اولاد ہوگی''۔

راجا نیک نیت کے ساتھ اپنے قلعے سے روانہ ہوا ،
اس نے فوجیں باہر بلوائیں اور دربار لگا کر بیٹھ گیا ،
اس نے برھمنوں کو گائیں اور سونا خیرات میں دیا ۔
''میں اودے نگر کو جا رہا ہوں ، خدا میری عزت رکھے''۔
راجا بڑے میدان کے اندر بیٹھ کر چوپڑ کھیلنے لگا ،
وہ اپنے چاروں بھائیوں سے چوپڑ کھیلنے لگا ، وہ دیانت داری سے کھیلتا رہا ۔
وہ بارہ مانگتے تو انہیں چھ پڑتا ، چھ مانگتے تو چار پڑتا ،
اس نے چاروں بھائیوں[2] سے بازی جیت لی ، بھائی ہار گئے ۔

''اے[3] نیلے گھوڑے کے سوار ! ہماری طرف بھی نظر کر ؛
اگر تو نیک دل سالواھن ہے تو مجھ طغیانی میں بہتے ہوئے کو کنارے پر لگا دے ،
مجھے اس مصیبت سے بچا لے ، میں تیرے بہت سے کام سنواروں گا ۔
میرا خاندان اور قبیلہ تباہ ہو چکا ہے ، ہمیں اس تباہی سے نجات دلا ''۔
راجا نے جھینگر کو پانی سے نکال لیا اور اسے ندی سے پار لے گیا ۔
جھینگر نے راجا سے کہا ''میری بات سنو !
اگر تم اودے نگر کو جا رہے ہو تو میری مونچھ کا یہ بال ساتھ لے لو ،

---

۱ - شمالی پنجاب میں بہت سے شہروں کا یہی نام بتایا جاتا ہے ۔ مرتب
۲ - یہاں لفظ بیر ہے جس کے معنی بھائی ہیں ۔ مرتب نے اسے پیر سمجھا ہے ۔ ظاہر ہے چار پیروں سے چوپڑ کھیلنا مضحکہ خیز ہے ۔ مترجم
۳ - منظر بدلتا ہے ۔ اب جھینگر راجا کو مدد کے لیے پکار رہا ہے ۔ مرتب

اگر کہیں مشکل پیش آ جائے تو مجھے یاد کر لینا ''۔

راجا پہلی چوکی پر پہنچ گیا ، وہاں انھوں نے تل اور چاول ملا کر
بکھیر دیے ،
راجا سوچ میں پڑ گیا ، آخر اس نے جھینگر کو یاد کیا ،
وہ فوراً آ گئے اور راجا کے پاس پہنچ گئے ۔
''تمھیں کیا مشکل پیش آ گئی ہے ؟ ہم ابھی تمھارا کام سنوار دیں''
انھوں نے پوچھا ۔
تلوں اور چاولوں کو چن کر الگ الگ رکھ دیا گیا ، ان میں سے ایک
بھی دانہ کم نہ ہوا ۔
راجا نے چوکی کی شرط جیت لی اور وہ آگے دروازے پر پہنچ گیا ۔
اس نے نوبت بجائی اور دربار میں خبر پہنچ گئی
اور سپاہی بھاگتے ہوئے شہر سے باہر آئے ۔

''اچھراں[1] حسین عورت ہے ، وہ اپنے بالوں کو صندل سے معطر کرتی
ہے ،
کئی راجا جن کے سروں پر قضا کھیل رہی تھی ، اپنے اپنے وطن چھوڑ
کر آئے ،
اس نے ان کے سر کاٹ لیے اور ان کے دھڑوں کو پاؤں تلے روند دیا ۔
اگر تو اپنا بھلا چاہتا ہے تو اپنے ملک کو واپس چلا جا ''۔
''اے بے وطن نوجوانو ! کیوں روتے ہو ؟ رب کے آگے عرض کرو ۔
یا تو میں رانی سے بیاہ کروں گا ، ورنہ تمھارے ساتھ آ ملوں گا ،
اگر میں نے رانی سے بیاہ کر لیا تو تم میں جان ڈال دوں گا ۔
میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں اور تم سے سچی بات کہتا ہوں''۔

رات کے پہلے پہر سالواہن نے کہا ''اے دوست دیے ! بات سن ۔
رانی تو بات نہیں کرتی ، تو ہی کچھ کہہ ۔

---

۱ - یہ الفاظ ان راجوں کے مردہ بدن کہ رہے ہیں جو اچھراں سے
بیاہ کی کوشش میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے ۔ مترجم

تیری شہرت سن کر ہم دور سے آئے ہیں ،
تو آونچے طاقچے پر بستا ہے اور تجھے 'پیتل سوز' کہتے ہیں''۔
''جب میں مٹی تھا اور زمین کا حصہ تھا ، اس وقت مجھ پر گائیں چرتی
تھیں ۔
پھر میں کمھار کے ھاتھ آیا ، اس نے مجھے بہت سنبھال کر رکھا ۔
جب میں بسنتر[1] گورو سے ملا تب میری عمر بڑھ گئی ۔
اس کمھار کو شاباش کہو جس نے مجھے گورو سے ملا دیا ۔
اگر تم عقلمند راجا ہو تو اچھراں سے بیاہ نہ کرنا ،
اور راجا اپنے دیوں میں گھی جلاتے ہیں ، یہ مجھ میں تیل ڈالتے ہیں''

رات کے دوسرے پہر سالواهن نے کہا ''اے دوست گڑوے ! بات سن !
رانی تو بات نہیں کرتی ، تو ہی کچھ کہہ ۔
رات تو آرام سے بسر کریں ، دن کو بے شک وہ موت کے گھاٹ آتار
دیں ۔
میں ھاتھ باندھ کر عرض کرتا ھوں : رانی کو بلا دے''۔
گڑوے نے اس کا یوں جواب دیا ''میں سخت شاکی ھوں ،
میں سنیر پربت میں رہتا تھا ، یہ مجھے وھاں سے نکال لائے ،
پھر مجھے کاریگر نے گھڑا اور چوکیدار نے مجھے پودے میں چھپا کے
رکھا ۔
اس نے مجھے کبھی رگڑ کر صاف نہیں کیا ، یہ رانی بہت پھوھڑ ہے ۔
اگر تم عقلمند راجا ھو تو اچھراں سے بیاہ نہ کرنا ،
میں ھاتھ باندھ کر عرض کرتا ھوں یہی میری گزارش ہے''۔

اب رات کا تیسرا پہر ھوا ۔ ''اے گلے کے ھار ! تو میری بات سن !
رانی تو بات نہیں کرتی ، تو ھی کچھ دعا سلام کہہ''۔
خوب صورت ھار بولا ''میں سخت شاکی ھوں ،
میں سولہ یوجن آونچا رہتا تھا ، پھر ایسے گرا جیسے پہاڑ سے ندی گرتی
ہے ۔

---

[1] ۔ آگ ۔

پہلے جوھری کے بیٹے نے مجھے پرکھا ، پھر سنار نے بیٹھ کر مجھے تیار کیا ۔
رانی اچھراں سے بیاہ نہ کرنا ، وہ 'آدم کھانی' عورت ہے ،،۔

رات کے چوتھے پھر راجا نے پلنگ سے کہا ''اے دوست پلنگ ! سن ،
رانی تو بولتی نہیں ، تو ھی کچھ بات چیت کر''۔
''ایک ساھوکار نے سمندر پار سے صندل خریدی ،
کاری گروں نے مجھے تیار کیا ، پھر نواڑ سے بن دیا ۔
وہ گدھوں کی طرح مجھ پر لیٹتی ہے ، اس کا وزن چار من ہے ۔
اے راجا ! اگر تم دور اندیش ھو تو ایسی عورت سے بیاہ نہ کرنا''۔

برھمنوں نے وید پڑھے اور خاندان کی تعریف میں گیت گائے ،
سہیلیوں نے خوشی کے گیت گائے اور رانی کی خوب آرائش کی ۔
اس نے رانی اچھراں سے بیاہ کر لیا اور شہر سے باھر آ گیا ۔
انھوں[1] نے ھاتھ باندھ کر عرض کی ''ھمارے رب نے ھماری امید پوری کی ھے ۔
باقی راجا مرغابیاں ھیں اور تو راجا شہباز ہے ،
ھم بندھے ھوؤں کے بندھن چھڑا دے ، تیری عمر دراز ھو ،
جب تک جیتے رھیں گے ، تیرے گن گائیں گے ،
ھم ھاتھ باندھ کر عرض کرتے ھیں ، ھمیں دشمنوں سے نجات دلا ''۔

سورج نکلا اور ھر طرف روشنی پھیل گئی ،
رانی نے پیپے کے تالاب پر نہانا شروع کیا ،
جوں ھی اس نے سورج دیکھا ، پورن اس کی کوکھ میں آ کر بیٹھ گیا
''مجھ پر گورو کی مہربانی ھو گئی ، رب نے میری آس پوری کر دی ،
میں تھال کو موتیوں سے بھروں گی اور اوپر گھی ڈالوں گی ،
میرا جی چاھتا ہے کہ میں پنڈتوں اور برھمنوں کو بلاؤں ''
''اے پنڈت ! پتری نکال ، میرے دل کو تسکین نہیں

---

۱ - مقتول راجے راجا سالواھن سے کہہ رہے ھیں ۔ مترجم

اور مجھے کتاب دیکھ کر بتا کہ میرے ھاں لڑکا ھوگا یا لڑکی ؟''
برھمن نے منہ سے رام کا نام لے کر اسے یوں جواب دیا ،
اس نے دیوی کا نام لے کر پتری کھولی :
''تیرے ھاں ایسا بیٹا پیدا ھوگا جیسے آجنائی کے ھاں ھنومان پیدا ھوا تھا ،
تیرے ھاں ایسا نیک بیٹا پیدا ھوگا جیسے جسرتھ کے ھاں رام پیدا ھوا تھا ،
ایسا بیٹا پیدا ھوگا جیسے ھرناکس کے ھاں پرھلاد ھوا تھا ،
ایسا بیٹا پیدا ھوگا جیسے لنکا میں راون ھوا تھا ؛
وہ نیک ، جنگجو اور بہت بہادر ھوگا ،
وہ دنیا کے چاروں اطراف جائے گا مگر اپنے دھرم اور ایمان کو قائم رکھے گا ؛
اسے پیدا ھوتے ھی تہ خانے میں ڈال دینا ، ساتھ دایہ بھیج دینا ،
ورنہ یا تو وہ خود مر جائے گا یا ماں باپ کو مار ڈالے گا[۱] ''۔

پورن پیدا ھو گیا ، اس وقت (پرندے) باغوں کی طرف واپس آ رہے تھے[۲]۔
نوبتیں بجنے لگیں ، سارے دربار نے خوشی منائی ،
برھمنوں کو گاؤں اور گائیں دان میں دی گئیں ،
سب لوگوں نے راجا سالواھن کو مبارک باد پیش کی -

پریہت[۳] راجا بچپن میں شکار کھیلنے کے لیے گیا ،
وھاں اس نے ایک مرے ھوئے سانپ کو اٹھا کر ایک سادھو کے گلے میں ڈال دیا ،
راجا استیک رشی کے کہنے سے تجھے سانپ نے مار ڈالا ھے ۔

---

۱ - یہاں رسالو کے حالات کو پورن سے خلط ملط کر دیا گیا ھے ۔
۲ - مغرب کے وقت ۔
۳ - معلوم ھوتا ھے یہ اشعار مشہور ھونے کے باعث یوں ھی رکھ لیے گئے ھیں ۔ مرتب

وہ ھاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا ''یہی میری دعا ھے ۔
جلمیجا نے یگیہ رچایا اور اٹھارہ فوجیں نابود کر دیں ۔
ایک تاچھک بچ گیا جس نے دمونتر کو سار دیا ۔
پورن بھگت کا باغ ایسا سر سبز کر کہ اس کی خوشبو بہشت تک پہنچے ۔
اے راجا ! اگر تو سارے جہان کی دعوت کرے گا تو ایسا نہ ہو کوئی بھوکا برھمن[1] تجھے بد دعا دے دے''۔

پورن کو تہ خانے سے نکالا گیا ، ساری دنیا میں خبر پھیل گئی ،
نوبتیں بجنے لگیں اور دیر تک بجتی رھیں ،
مینہ کھل کر برسا اور پورن نے غسل کیا ،
جلپا[2] دیوی خوش ھوئی اور بھگوان راضی ھوئے ۔
''اسے پانچوں کپڑے پہناؤ اور اس کے کاندھے پر سبز کمان رکھو ،
گھوڑا تیار کر کے لاؤ ، ساتھ زین بھی ھو اور کمان بھی''۔
وہ باپ کی کچہری میں پہنچا اور اس نے جھک کر سلام کیا ،
باپ نے لاکھوں روپے بانٹ دیے اور گاؤں کے گاؤں خیرات میں دے دیے۔

''تو پری ھے یا فرشتہ ؟ یا کوئی خوفناک بلا ؟
تو آدھی رات کے وقت چیختی ھے ، تو کسے اپنا دکھ سناتی ھے ؟
تو کس راجا کا راج کمار ھے ؟ یا کس آدمی کی عورت ھے ؟
یہ پورن بھگت کا باغ ھے ، یہاں سے تو پرندہ بھی اڑ کر نہیں گزر سکتا ؛
مجھے سچی بات بتا دے ، میں تجھے اپنے ساتھ لے چلوں گا ،
تو مجھے اپنے دل کے راز سے آگاہ کر ، میں تیرا دکھ دور کر دوں گا''۔
''نہ میں پری ھوں ، نہ فرشتہ ، نہ کوئی خوفناک بلا ھوں ،
میں اندر راجا کی اپسرا ھوں ، لوناں میرا نام ھے ؛
ایک دن پریاں پیپے[3] کے تالاب پر نہانے کے لیے آئیں ،

---

۱ ۔ ایسا برھمن جو مدعو ھونے سے رہ گیا ھو ۔ مرتب
۲ ۔ جوالا مکھی ۔ مرتب
۳ ۔ پیپا ایک چمار بھگت تھا اور راجا سالواھن کے باغ کا مالی تھا ۔ مترجم

نیک دل نے باغ لگوایا مگر پاپی نے اس میں بینگن لگا دیا ،
میرا دامن بینگن سے چھو گیا ، میرا بدن بوجھل ہو گیا ،
سب پریاں اڑ کر چلی گئیں ، میں اڑ نہ سکی ۔
اے پیپے ! مجھے دھرم کی بیٹی بنا لے اور اپنے ساتھ لے چل ،
مجھ سے غلطی ہو گئی ہے ، اب تو میرا دھرم ایمان بچا لے"۔
پیپے نے اسے یوں جواب دیا "میں سچ بتاوں ،
میرے گھر میں ایک حاسد بیوی ہے جو سخت بد خلق ہے ،
وہ تجھے میری بیٹی نہیں سمجھے گی بلکہ اپنی سوکن سمجھ لے گی ،
اگر تو خیریت چاہتی ہے تو اسی راستے واپس لوٹ جا "۔
لوناں بولی : "میں تجھے بتائے دیتی ہوں ،
میرے ساتھ کی پریاں اڑ گئی ہیں ، میں اڑ نہیں سکتی"۔
پیپے کو مجھ پر ترس آ گیا ، وہ مجھے ساتھ لے کے چل دیا ،
اس کے گھر میں دو چار عورتیں تھیں ، انہوں نے مجھے سو سو گالیاں دینی شروع کیں ۔
"پیپے ! تیرا پیپا بج گیا ہے مگر کوئی تیرے راز کو سمجھ نہیں سکا ،
تو باغ کی رکھوالی کرتا تھا اور ہمیشہ عبادت میں لگا رہتا تھا ،
تو ان کے مال پر آنکھ رکھتا ہے جن کی قسمت بری ہے ۔
راجا سالواھن کو پتا چل گیا تو وہ تجھے فوراً برطرف کر دے گا ،
تو جہاں سے اس عورت کو اغوا کر کے لایا ہے ، اسے وہیں چھوڑ آ ،
ورنہ اسے چھپا کے رکھ تاکہ لوگ اسے دیکھنے نہ پائیں "۔
پیپے نے بیل بوٹوں والی ایک رنگ دار چادر تانی[1] ،
"یہ میری دھرم کی بیٹی ہے اور میں اس کا باپ ہوں ،
اگر میں اس کی طرف بری نگاہ سے دیکھوں تو میرے بدن کو آگ لگ جائے "۔
پھر اس نے ہاتھ باندھ کر عرض کی : "میرے دھرم کو آلودہ نہ کرنا "۔

---

۱ - منہ بولی بیٹی بنانے کی رسم یوں ادا کی جاتی ہے کہ ایک رنگ دار چادر تان کر پہلے اس کے نیچے لڑکی کو بٹھایا جاتا ہے اور پھر اعلان کیا جاتا ہے کہ آج سے یہ میری بیٹی ہے ۔ مرتب

پیپے نے لوناں کے لیے ایک الگ مکان بنوایا ،
وہ اکیلی مکان میں رہتی تھی اور اس کا جی نہیں لگتا تھا ۔
''نہ یہاں کوئی شہر ہے ، نہ قصبہ ؛ نہ گاؤں ،
نہ یہاں کوئی ہماری بہن ہے ، نہ ماں ''۔
چمار کے گھر میں ایک صندل کا درخت تھا جس کے نیچے بیٹھ کر وہ ہمیشہ کام کرتا تھا ۔
وہ اسے کہنے لگی : ''تو اندر پور چھوڑ کر یہاں اس کونے میں آ کھڑا ہوا ہے ،
اس کونے سے بو آتی ہے اور یہاں کچا چمڑا چیرا جاتا ہے ۔
اے صندل کے درخت ! بتا تو سہی تجھ پہ کیا مصیبت آئی ؟ بھگوان نے کیوں تجھے بھلا دیا ؟
اے صندل ! میں تجھ سے پوچھتی ہوں ، تیرے من میں کیا ہے ؟
تو کیوں اندر پور چھوڑ کر اس گاؤں میں آ بسا ؟''
صندل نے اسے یہ جواب دیا : ''میں تجھے بتائے دیتا ہوں ،
راجا اندر کا دربار سجا ہوا تھا ، سب دیوتا وہاں موجود تھے ؛
پیپا میرے نیچے بیٹھا مالا پھیر رہا تھا ، اس نے مجھے یہ کہہ کر پھسلا لیا :
'میرے گھر میں گنگا بہ رہی ہے ، تمہیں وہاں لگا دوں گا'۔
چماروں کو نہ بتانا ورنہ وہ مجھے کاٹ کر حوض میں بھگو دیں گے ،
دیکھنا انھیں پتا نہ چل جائے ، میرا پردہ رکھنا ۔
اگر تم نے میرا راز فاش کیا تو پھر ہمارا اور تمھارا فیصلہ خود خدا کی عدالت میں ہوگا ۔
ہم نے رب کا کیا نقصان کیا تھا جو وہاں سے یہاں نیچے آ گرے''۔

لوناں پانی لینے کے لیے نکلی اور کنوئیں پر آئی ؛
راجا پانچوں کپڑے پہنے اور پانچوں ہتھیار سجائے ،
قلعے سے نکلا اور شکار کے لیے روانہ ہوا ۔
اس کے ساتھ دولت سے لدی ہوئی خچریں تھیں ، وہ اس کنوئیں پر آ کر بیٹھ گیا ۔
''اے کنوئیں کے اندر آہستہ سے رسی ڈالنے والی ! تیرے بھائی جیتے رہیں !

ہم پانی کے پیاسے ہیں ، ہمیں کٹورا بھر کے پانی پلا دے "۔
"اے نیلے گھوڑے کے مالک ! اے نیلے گھوڑے کے سوار !
تیرے ترکش پر موتی ٹکے ہوئے ہیں اور تیری کہان پر ہیرے جڑے ہیں ،
میں چماروں کی بیٹی ہوں ، ہم نیچ ذات لوگ ہیں ۔
(میرے ہاتھوں پانی پی کر) تو اپنے چھتیس[1] دھرم خراب کرے گا اور اپنے خاندان کو بٹہ لگائے گا "۔
اس راجا نے اسے یوں جواب دیا "اب میری بات بھی سن لے ،
مٹی میں سے سونا مل جاتا ہے ، زہر امرت ہو جاتا ہے ،
نیچ ذات عورت میں عقل مل جاتی ہے اور یہ تینوں باتیں ممکن ہیں ۔
ہم تیری شہرت سن کر دور سے چل کر آئے ہیں ،
میرا کہنا مان لے اور راجا کی رانی ہو جا ،
بیٹھ کر حکومت کرنا ، کوئی تیرے برابر نہ ہوگا "۔
"تو نے کپاس کے سرخ پھول کو پسند کیا اور اپنی ساری سمجھ گنوا دی ۔
تو صرف پھول کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا ، پھل کے متعلق کچھ خیال نہ کیا ۔
میں اندر کے اکھاڑے کی اپسرا ہوں ، تو سمجھ نہیں سکا ۔
میں یہاں بھول کے آ گئی ہوں اور میری ساری زندگی تباہ ہو گئی ہے ،
مجھے گھی دکھایا گیا مگر پینے کو تیل بھی نہیں دیا گیا ۔
تجھے پرائی کیا پڑی ہے ؟ تو یہاں سے گھوڑا لے جا "۔
"کیا تو ڈھول کی ماروں ہے؟ یا وہ سیتا ہے جسے رام نے گم کر دیا تھا؟
کیا تو جنک کی بیٹی ہے ؟ تو کس راجا کی لڑکی ہے ؟"
"نہ میں ڈھول کی ماروں ہوں ، نہ وہ سیتا ہوں جسے رام نے گم کر دیا تھا ،
نہ میں جنک کی بیٹی ہوں ، نہ کسی راجا کی لڑکی ہوں ۔
میں اندر کے اکھاڑے میں رہتی تھی جیسے راون کے ہاں سیتا رہتی تھی "۔

---

۱ - راجپوتوں کی چھتیس شاہی نسلوں کی طرف اشارہ ہے ۔ مرتب

''راجا تمھارے پاس چل کر آیا ہے ، اپنے مہمان کی عزت کرو ،
جو گھر پر آئے اسے بیٹھنے کے لیے کہو اور چارپائی بچھا دو ۔
راجا سالواھن تم سے بیٹی کا رشتہ مانگتا ہے ، اسے دے دو ''۔
''میں بیٹی کا رشتہ نہیں دوں گا ، خواہ کچھ ہو جائے ''۔
راجا نے چٹھی لکھی اور وہ پیپے کے پاس پہنچی ؛
پیپے نے اسے پڑھا تو پھاڑ کر پھینک دیا ۔
''اگر تو فوجیں چڑھا لائے اور ساٹھ توپیں لے آئے
اور مجھ سے جنگ کرے ، پھر بھی میں بیٹی کا رشتہ نہ دوں ''۔
پیپے نے کئی ہزار جوتے چھیدنے والے ''سوئے'' اکٹھے کر لیے ۔
''میں بیٹی کا رشتہ نہ دوں گا ، جنگ ہوتی ہے تو ہونے دو ''۔
لوناں کہنے لگی : ''میری بات سن لے ،
کیوں جنگ کے لیے تیاری کرتا ہے ؟ کیوں یوں ہی ذلیل ہوتا ہے ؟
راجا سالواھن کو میرا رشتہ دے دے ، ورنہ کوئی چمار مجھے بیاہ کے لے
جائے گا ''۔
پیپا کہنے لگا : ''بیٹی خود ہی تیار ہو گئی ہے ''۔
پیپے نے برھمن کو بلایا اور شادی کی تیاریاں شروع کر دیں ۔
''راجا سالواھن کو بلاؤ اور اس سے اس کا بیاہ کر دو ''۔

پیپے نے شادی کی تاریخ مقرر کی اور راجا کو بلا بھیجا ؛
برھمنوں نے وید پڑھے اور دو مختلف گوتوں کو آپس میں ملا دیا ۔
راجا نے رانی سے بیاہ کر لیا اور اسے سرخ ڈولی میں بٹھا کے لے آیا ،
لڑکیوں نے خوشی کے گیت گائے اور وہ دونوں (آگ کے گرد) چار بار
گھومے ۔
راجا اسے بیاہ کے اپنے شہر کی طرف چل دیا ،
پیپے نے بیٹی کی ڈولی جاتے دیکھی تو مارے غم کے آہ و فغاں کی ۔

راجا اپنی فوجوں سمیت جنگل میں سے گزر رہا تھا ،
گنجے چرواہے نے اسے بآواز بلند پکار کر کہا :
''دائیں طرف تلیر بول رہا ہے اور بائیں جانب کالا کوا ،
جسے تو بیاہ کے لیے جا رہا ہے وہ تجھے جوتوں کی جگہ بٹھائے گی ۔

جب میں ماں کے پیٹ میں تھا ہمارے دروازے پر مخنث ناچ رہے تھے ،
اسی وجہ سے میری ٹانگ لنگڑی رہ گئی ہے اور میرے سر پر بال نہیں
آ گ سکے ۔
اگر میں صحیح سالم پیدا ہو جاتا تو دنیا سکھی نہ بستی ،
جہاں سے تو اسے بیاہ کے لایا ہے ، وہیں چھوڑ آ ''۔

لوناں[1] باندی سے کہنے لگی : ''تو جلدی سے شہر میں جا ،
کوئی ایسا آدمی ڈھونڈ کے لا جو مجھ جیسا ہو ،
راجا سالواہن بوڑھا ہے ، یہ میرے کام کا نہیں ''۔
ہیرا باندی وہاں سے چلی اور شہر میں پہنچ گئی ،
اس نے پورن کا چہرہ دیکھا تو غش کھا کر گر پڑی ،
پھر جلدی سے آٹھ کر لوناں کے پاس آئی ۔
''پورن تجھ سے بھی حسین ہے ، وہ تیرے لیے موزوں بر ہے ،
وہ تیری سوت کا بیٹا ہے مگر ہے بہت حسین ''۔

لوناں سر شام لیٹ گئی اور محل میں اندھیرا چھا گیا[2] ۔
''کیا تو نے پیپے بھگت کے متعلق کوئی افسوس ناک خبر سنی ہے ؟
کیا تیرا کوئی بھائی فوت ہو گیا ہے ؟
کیا کوئی تجھ سے بری طرح پیش آیا ہے ؟ یا کسی نے تجھے گالی دی
ہے ؟
اگر کسی نے تیری طرف آنگلی سے اشارہ کیا ہو تو اس کی آنگلی
کٹوا دوں ،
اگر کسی نے گالی دی ہو تو اسے پھانسی پر لٹکا دوں ؛
مجھے اپنے دل کی بات صحیح صحیح بتا دے ''۔
لوناں راجا سے کہنے لگی : ''سچی بات بتاؤں ؟
تو نے اچھراں سے بیاہ کیا تو اسے سرخ ڈولی میں ڈال کے لایا ،
کیا میں کم تر رانی ہوں جو مجھے تو نے محل سے باہر نکال دیا ہے ؟

---

۱ - اب وہ اپنے نئے گھر میں پہنچ چکی ہے ۔
۲ - اس نے چراغ روشن نہ کیے اور اس طرح اپنے غم کا اظہار کیا ۔

پورن سب کو سلام کرنے کے لیے آیا مگر اس نے مجھے ، جو اس کی
ماں ہوں ، بھلا دیا ہے ۔
اگر وہ مجھے آ کر سلام کر لے تب میں زندہ بچتی ہوں ورنہ اپنے تئیں
خنجر مار لوں گی ''۔
راجا نے لوناں سے کہا : ''تو اٹھ کر اپنی حالت درست کر ،
رنگین پلنگ بچھا دے اور پھولوں کی سیج تیار کر
تا کہ ہم خاوند بیوی آرام سے رات گزاریں ؛
کل،جب میں دربار جاؤں گا تو پہلے پورن کو بلاؤں گا ،
کل سورج نکلنے پر وہ تجھے دھرم کی ماں بنا کر سلام کرے گا ''۔

دوسرے دن راجا نے ملازم بھیج کر پورن کو بلا لیا ،
''اونچے محل میں تیری ماں بیٹھی ہے، جا اور اسے سر جھکا کر سلام کر''۔
اس نے باپ کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا اور اسے 'دنیا کا آقا' کہا ؛
پھر ماں کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے بتایا :
''میں ماتا لوناں کے اونچے محل میں جا کر اس کے سامنے آداب بجا
لاؤں گا ''۔
اس کی ماں اچھراں نے سنا تو کہا : ''اس شہر کے نو دروازوں میں
آؤ جاؤ مگر دسویں کی طرف نہ جانا ؛
دسویں دروازے کی طرف تیری سوتیلی ماں لوناں کا محل ہے جو تجھ سے
دشمنی رکھتی ہے ،
وہ تجھے خوش شکل دیکھ کر اچانک مار گرائے گی ۔
راجا ابھی کل اسے بیاہ کے لایا ہے ، ابھی راستہ بھی میلا نہیں ہوا
لیکن وہ سارے کپڑے اتار کر اور بال کھول کر نہاتی ہے ؛
وہ اندر کے اکھاڑے کی اپسرا ہے ، وہ خوفناک بلا ہے ،
وہ تجھے بیٹا نہیں سمجھتی ، اپنا خاوند بنانا چاہتی ہے ۔
انسان کا بدن قیمتی چیز ہے ، یہ بار بار نہیں ملتا ''۔
''پورن بھگت وہاں جا رہا ہے ، اسے وہاں جانے سے نہ روک ۔
اگر ماں ڈائن بھی ہو تو وہ اپنے بیٹے کو نہیں کھائے گی
اور اگر ماں مجھے کھانے کے لیے آئے گی تو میں اس کے سامنے سر جھکا
دوں گا ۔

بیٹوں کو اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے کوئی شرم نہیں ،
تو میری جنم کی ماں ہے اور وہ دھرم کی ماں ہے ۔
میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں ، مجھے اپنی ماں کے پاس جانے سے
نہ روک''۔

پورن بھگت کو جاتے دیکھ کر کالا کوا یوں بولا :
''میرا کہنا مان لے ، آگے قدم نہ رکھنا ۔
جو بات تیری ماں اچھراں کہہ رہی تھی ، اسے یاد رکھ ۔
تو یوں ہی مارا جائے گا اور کوئی تجھ سے انصاف نہیں کرے گا ''۔
''اے پہاڑیوں کے سیاہ کوے ! میرے سر پر چکر نہ کاٹ ،
تجھے پرائی کیا پڑی تو اپنی نبیڑ ؛
مجھے ماں نے خاص طور سے بلایا ہے ، میں اس کے ہاں کھانا کھانے
کے لیے جا رہا ہوں ؛
میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں ، اے کالے کوے ! تو مجھے
کیوں روکتا ہے ؟''

پورن نے اسے ''رام رام'' کہا اور جھک کر آداب بجا لایا ۔
اس نے ہاتھ باندھ کر عرض کی ''ماتا ! میں پورن تعظیم بجا لاتا ہوں''۔
''مجھے 'ماتا' نہ کہہ ، میں تیری ہم عمر ہوں ، یہ بات سمجھ لے ۔
تو عاشقوں کی طرح اس سیج سے لطف اندوز ہو اور میرا دکھ سکھ کا
ساتھی بن ۔
میں رنگین سیج بچھاتی ہوں ، اوپر بہت سے پھول ڈالوں گی ،
کمان زوروں پر ہے ، اسے کھینچ کر لطف اٹھا ''۔
پورن نے جواب دیا : ''اگر میں تمھاری سیج پر پاؤں رکھوں تو جل کر
بھسم ہو جاؤں گا ۔
میرا باپ تمھیں بیاہ کے لایا ہے ، تم میری دھرم کی ماں ہو ۔
اچھراں میری جنم کی ماں ہے اور تم میری دھرم کی ماں ہو ۔
اگر ماں بیٹے میں ایسے تعلقات ہو جائیں تو دنیا تباہ ہو جائے ''۔
''میں نے کب تجھے اپنی کوکھ میں اٹھایا ہے ؟ کب اپنی گود میں
کھلایا ہے ؟

کب تو نے میرا دودھ پیا ہے ؟ تو مجھے کیسے اپنی ماں کہتا ہے ؟
تو میرا خاوند ہے ، میں تیری عورت ہوں ، ہم دونوں ہم عمر ہیں ؛
میں تیرے سامنے جھولی پھیلائے کھڑی ہوں ، میری جھولی میں خیرات
ڈال دے''۔

''گناہ کا برتن پھینک دو ، دھرم کے برتن سے غسل کرو ۔
تالابوں کے پاس جوھڑ ہیں ، قصبوں کے پاس گاؤں ،
بادشاہ[1] کے بغیر عزت نہیں ، گورو کے بغیر نجات نہیں ، بیٹوں کے بغیر
نام باقی نہیں رہتا ۔
میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں ، میری نیکی میں گناہ کی آمیزش
نہ کرو''۔

''اچھا ہوا تو آ گیا ، ہمارا نصیبہ جاگ اُٹھا ؛
جب سے تو محل میں داخل ہوا ہے ، گھی کے چراغ جل رہے
ہیں
جیسے تنور سے شعلہ اُٹھتا ہے اور بجھائے نہیں بجھتا ، (یہی میری حالت
ہے) ۔
اگر تو سالواھن کا ڈر رکھتا ہے تو تجھے مار کر پھنک دوں گی
اور تیرے باپ کو زھر دے کر اسے بھی جان سے مار دوں گی ۔
(اگر تو میری بات مان لے تو) ساحل پر جتنے جہاز آئیں گے ، سب کا
مال تجھے دلوا دوں گی ۔
اے نوجوان پورن ! تو اپنے سر سے ذرا اشارہ تو کر دے ،
میں رنگین سیج تیار کروں اور اس پر خوب صورت پھول بچھاؤں ۔
تو کیوں میری سیج پر آنا قبول نہیں کرتا ، جنت میں پہنچ جائے گا ۔
میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتی ہوں ، میرا بنا بنایا کھیل خراب نہ
کر''۔

''اے ماتا ! کیوں دھرم کی جڑ کاٹتی ہو ؟ کیوں اپنے ہاتھوں سے
پاپ کا بیج بوتی ہو ؟
نیکوں کی نیکی رہنے دو ، تمھارا اس سے کیا بگڑتا ہے ؟''
''میں نیکوں کو نیک نہیں رہنے دوں گی ، اچھی طرح سمجھ لے''۔

---

۱ - یہ مشور کہاوت ہے جسے یوں ہی شامل کر لیا گیا ہے ۔

"جب پورن کی نیکی ختم ہو گئی اس وقت گنگا کا پانی بھی سوکھ جائے گا ،
جب پورن کی نیکی ختم ہو گئی اس وقت دنیا بھی ختم ہو جائے گی ۔
میں گورکھ ناتھ کا چیلا اور جنم کا فقیر ہوں ،
تم مجھے تیرتے ہوئے کو ڈبونا چاھتی ہو ، تم میرے کردار کو داغدار کرنا چاھتی ہو ۔
اے ماتا ! میں ھاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں ، فقیروں کی یہی ریت ھے"۔
"میں نے تجھے پیغام بھیج کر بلایا ھے ، اب تو میرے محل کے اندر آ گیا ھے ،
اب جب کہ تو میرے محل میں آ گیا ھے ، خود ھی میری سیج پر بھی آ جا ؛
ھم عمروں کا آپس میں ملنا قدرت کی نظروں میں گناہ نہیں ۔
یا تو سیج میری پر آنا قبول کر ورنہ میں تجھے تباہ کر دوں گی"۔
"ماتا ! تم نے مجھے دعوت کا پیغام دے کر بلایا اور میں نے تمھارے پیغام کی عزت کی ۔
نہ کہیں دھؤاں نظر آتا ھے ، نہ آگ ، نہ کوئی کھانے کا انتظام ھے ؛
کھانا کھانے کی جگہ کہاں ھے ؟ کھانا کدھر پک رھا ھے ؟
محل سونا پڑا ھے اور خالی ڈیوڑھیاں کھانے کو دوڑتی ھیں ،
آسمان سے گولیاں برس رھی ھیں ، وہ کسی طرف بچ کر نہیں جانے دیتیں ؛
جو بات اچھراں ماتا نے کہی تھی ، وہ درست نظر آ رھی ھے"۔
"تو پاؤں میں جوتا پہن کے میرے محل میں آ گیا ھے ؛
میں اندر راجا کی اپسرا ہوں ، میں خوفناک بلا ہوں ،
میں تیرے ھاتھ پاؤں باندھ کر تجھے پھنکوا دوں گی ،
تو میرا کہنا کیوں نہیں مانتا ، میں تجھے جان سے مروا دوں گی"۔
"ماتا ! میں ھاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں ، میں تم سے سچی بات کہتا ہوں ؛
راون پہ کیا گزری ؟ اس نے سونے کی لنکا لٹا دی ،

سنگھ رشی[1] کو عورت نے جنگل میں گھیر لیا اور وہ اپنی فقیری بھول گیا ،
شمس[2] تبریز ملتان میں مارے گئے ، ان کی کھال میں بھس بھروا دیا گیا ۔
کیا کنواں ، کیا پانی کا گھڑا ، کیا تالاب ، کیا گڑھا !
سب کا پانی ایک ہے ، تم نے اپنا دل غلط جگہ پر لگایا ہے ؛
اگر تم گائے پر گدھا چڑھا دو تو تمھیں خدا کے دربار میں کوئی جگہ نہیں ملے گی ؛
البتہ ایسے فعل سے آسمان و زمین دونوں کے کنارے مل جائیں گے''۔
''تو میری بات نہیں مانتا ، یہاں سے بھاگ کر کدھر جائے گا ؟
میں تجھے بھاگنے نہیں دوں گی ، گرفتار کر کے واپس منگوا لوں گی ،
میں تیرے جیسے کئی نوجوان تباہ کر چکی ہوں ،
میری بات مان لے ورنہ تجھے باندھ کر الٹا لٹکا دوں گی''۔
پورن نے زبان سے رام کا نام لیا اور بآواز بلند رونے لگا ۔
''ماتا ! آخر ہم دونوں نے رب ایشور کی عدالت میں حاضر ہونا ہے ، وہاں فیصلہ ہو جائے گا ،
سچے بہشت میں مزے لوٹیں گے ۔ جھوٹے دوزخ میں جائیں گے ۔
نفسانی[3] خواہشات میں پڑے ہوئے کی گورو عورت ہے ، لالچی کا گورو روپیہ ہے ؛

---

۱ ۔ غالباً وشوامتر کی کہانی کی طرف اشارہ ہے جسے ایک پری نے بہکا دیا تھا ، سنسکرت لفظ سڑینگا ہے ۔ مرتب

۲ ۔ شمس تبریز مولانا رومی کے پیر تھے ، ان کے بیٹے علاءالدین محمود نے انھیں قونیہ میں ۱۲۴۷ء میں ایک کنویں میں گروا کر مروا دیا تھا ۔ یہ بھی مشہور ہے کہ ان کی کھال کھنچوا دی گئی تھی اور وہ اس کے بعد چار دن اپنی کھال ہاتھوں میں لے کر پھرتے رہے ۔ ملتان کے ایک شیعہ خاندان نے جو ان کی اولاد میں سے ہیں ، ۱۷۸۷ء میں وہاں ان کا مقبرہ بنوایا ۔ مرتب

۳ ۔ یہ بھگت کبیر کا دوہا ہے جو پندرھویں صدی میں ہوئے ہیں ۔ شاعر اسے یہاں اپنی بات مؤثر بنانے کے لیے لے آیا ہے ۔ مرتب

کبیر کے گورو سنت ھیں اور سنتوں کے گورو رام ھیں ۔
اے ماتا ! میں ھاتھ باندھ کر عرض کرتا ھوں ، میری نیکی اور ایمان
قائم رھنے دو''۔

''اے میرا باندی ! آٹھ اور سارے قفل چڑھا دے ،
سارے دروازے بند کر دے ، پورن جانے نہ پائے ۔
پورن کا سر کاٹ دے اور اسے کسی گڑھے میں پھنکوا دے ،
یہ میرا کہنا نہیں مانتا ، اسے زندہ نہ چھوڑنا''۔

پورن بھگوان کو یاد کر کے سیڑھیوں پر چڑھ گیا ،
پورن نے چھلانگ لگائی تو اس کا جوتا وھیں رہ گیا ۔
اندر کا تخت کانپنے لگا اور (آسانی) شہروں میں شور مچ گیا ۔
پورن کو گرتے دیکھا تو بھگوان نے خود اسے تھام لیا
اور اسے زمین پر اس طرح لا رکھا جیسے مالن پھول رکھتی ھے ۔
پورن کی عزت رکھ لی اور خود بھگوان نے رکھ لی ۔

اس کی ماتا اچھراں نے پوچھا : ''تو کیوں اس طرح بلک بلک کر
رو رھا ھے ؟
کیا کوئی بدتمیزی سے پیش آیا ؟ یا کسی نے گالی دی ؟
تو راجا سالواھن کا بیٹا ھے جس کی حکومت چاروں طرف پھیلی ھوئی
ھے :
جس نے تجھے کچھ کہا ھے میں اسے پھانسی پر لٹکا دوں گی''۔
''ماتا لوناں نے میرے گلے کا ھار اور دوسرے زیورات چھین لیے ھیں ،
میں نے اپنی کمر میں جو خنجر لگا رکھا تھا ، وہ بھی اس نے چھین
لیا ھے ،
اس نے مجھے دھکا دے کر محل سے نیچے پھینک دیا ، وہ تو مجھے پربھو
نے بچا لیا ۔
جب میرا پتا آئے گا ، ماتا لوناں اسے میرے خلاف بھڑکا دے گی''۔
''بیٹا ! تجھے نیا ھار اور نئے زیورات بنوا دوں گی ،
کمر کے لیے اور خنجر خرید دوں گی ، وہ باندھ لینا ۔

تو اس بد بخت کے محل میں کیوں گیا تھا ؟ اچھا ہوا جان بچا کر آ گیا ؛
لوناں ہے تو تیری ماں مگر ابھی وہ تجھے اور نقصان پہنچائے گی''۔

سالواہن نے لوناں سے کہا : ''میری بات سن ؛
میں نے راستے میں بہت بد شگون دیکھے ہیں ، سخت تیز ہوا چل رہی تھی -
تو راجا اندر کی اپسرا اور سب رانیوں کی سردار ہے ،
میں نے تیرے محل میں آ کر باقی سب رانیوں کو بھلا دیا ہے -
کیا کسی چور نے تجھے لوٹ لیا ہے ؟ یا کوئی غیر مرد یہاں داخل ہو گیا ؟
مجھے سچ سچ بتا دے تجھ پر کیا گزری ؟''
''جھٹپٹے کا وقت تھا ، جب پورن میرے محل میں داخل ہو گیا ؛
میں نے سمجھا آپ ہیں ، اس لیے سیج بچھا دی ،
پورن نے پاؤں سے جوتا اتارا اور سیج پر چڑھ آیا ،
اس نے میری ہڈیاں توڑ دیں اور میرا گوشت نوچ لیا ،
شیر کے سامنے بکری تھی ، جیسے اس کا جی چاہا اس نے کھائی ؛
میں گائے کے مکھن پر پلی ہوئی عورت ہوں ، میں نے اپنا بدن سنبھال کر رکھا تھا ؛
اس نے دوسرے کی کرتی پھاڑ دی ہے ، اس کے چار ٹکڑے کر دیے ہیں ،
میرے کانوں کی بالیاں بھی درد کر رہی ہیں اور سر کے بال بھی ،
اس نے آپ کے سونے کا ڈھیر لوٹ لیا ہے ، کچھ باقی نہیں چھوڑا -
پورن کو قتل کر دیجیے ورنہ میں خنجر مار کر مر جاؤں گی''۔
راجا لوناں سے کہنے لگا : ''ایسا واقعہ کبھی کہیں ہوا نہیں ،
تو اندر راجا کی حسینہ ہے ، تیری بڑی شہرت سنی تھی -
پورن کی عزت رہنے دے ، اس کی عزت کر بٹا نہ لگا ،
میرا پورن نیک ہے ، تو کیوں پانی کو آگ لگاتی ہے[1] ؟
تو نے تل اور چاول کھائے ہیں ، وہ تیرے ہونٹوں پر نظر آتے ہیں ،
تو پورن کی صورت دیکھ کر اپنے آپ کو بھول گئی ہے اور اب ایسی بری تدبیریں کرتی ہے''۔

---

۱ - جھوٹ بولتی ہے ، ان ہونی کہتی ہے -

''بیوی گھر کی زینت ہے ، بیٹا خاندان کی زینت ہے ؛
تیرے گھر کو آگ لگ جائے ، تیرا محل جل کر گر پڑے ۔
تیرے چہرے پر ڈاڑھی ہے ، سر پر پگڑی ہے ، آخر تو نے یہ سوت[1]
کیوں ضائع کیا ہے ؛
تو خود مجھے بیاہ کے لایا ہے اور اب تیرا بیٹا پورن مجھ سے لطف اندوز
ہوتا ہے''۔

کہنے لگی : ''پورن کو قتل کر دو ورنہ میں یہاں سے چلی
جاؤں گی''۔
راجا نے چوہڑوں[2] کو بلا لیا ، انہیں اپنے دربار میں طلب کیا ۔
''اپنی چھریاں لو اور انہیں تیز کرو ،
پورن کا سر کاٹ لو اور اسے کسی کنوئیں میں پھینک آؤ ؛
وہ اپنی ماں کی سیج سے لطف اندوز ہوا ہے ، اس نے خاندان کی عزت
خاک میں ملا دی''۔
وزیر کا لڑکا راجا سے کہنے لگا : ''میری عرض غور سے سننا ،
غلطیاں تو بڑے بڑوں سے بھی ہو جاتی ہیں ، چھوٹوں کا کیا ہے ۔
عورتیں زہر کی گانٹھیں ہوتی ہیں ، انہیں بہت سنبھال کر رکھنا
چاہیے ؛
اگر انہیں بند کر کے رکھا جائے تو وہ جنگلوں میں کھیلنے کے لیے پہنچ
جاتی ہیں ،
وہ اچھے برے کا خیال نہیں کرتیں ، نہ انہیں باپ دادا کی عزت کا پاس
ہوتا ہے ۔
تو لوناں کے کہنے میں آ کر اپنے خاندان کو کیوں برباد کرتا ہے ؟''
اس پر رانی کہنے لگی : ''راجا ! میری بات سنو ،
وزیر کا لڑکا غلط کہہ رہا ہے ، در اصل یہ پورن کا ہمجولی ہے''۔

---

۱ - کہتی ہے کہ اگر تم میں غیرت نہیں تو سر پر پگڑی کیوں
باندھتے ہو ؟ مترجم

۲ - ہندوؤں میں خاکروب ہی جلاد ہوتا تھا ۔ مرتب

''اے نوکرو اور خادمو ! سنو ، اپنی مزدوری گن کر لے لو ،
پورن کے بازو رسی سے خوب کس کر باندھ دو ،
پورن کا سر کاٹ کر اس کے گوشت کے خوب کباب بناؤ ؛
میں اپنے بیٹے کو اس لیے قتل کر رہا ہوں تاکہ اس کے بعد کوئی
اور یہ راستہ اختیار نہ کرے''۔
چوہڑے کہنے لگے : ''بھاڑ میں جائے تمھاری ملازمت ! تم اپنے دام
اپنے پاس رکھو ،
پورن جیسے بیٹے کو کوئی خاص عورت ہی جنم دے سکتی ہے ،
پورن جہاں بھی جائے گا حکومت کرے گا ؛
ہم تمھاری ملازمت چھوڑ دیں گے مگر پورن کو قتل نہیں
کر سکتے''۔

''پورن[1] ! ہم تیرے باپ کے بھیجے ہوئے آ گئے ہیں ، اس نے تجھے
یاد کیا ہے ؛
اے پانی میں نہاتے ہوئے پورن ! اب پانی سے باہر آ جا ۔
اگر دل میں گناہ موجود ہو تو پانی میں نہانے سے کیا بنتا ہے ،
تیرے گلے میں سادھوؤں کی سی مالا ہے اور رام سے دھیان لگا کر بیٹھا
ہے ،
دن کے وقت مالا پھیرتا ہے اور رات کو سیندھ لگاتا ہے ۔
تیرے باپ نے سولی گاڑ دی ہے ، اب آٹھ کر سولی کی طرف چل''۔

پورن جلادوں سے پوچھنے لگا : ''مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے ؟
تمھیں ایشور کا واسطہ دیتا ہوں ، مجھے میرے باپ کے پاس لے چلو''۔

''پتا جی ! آپ نے جلادوں کو بلایا ہے اور میں آپ کی خدمت میں
حاضر ہو گیا ہوں ؛
میرے معاملے پر اچھی طرح غور کر کے میرے ساتھ انصاف کیجیے اور
میرا درد رفع کیجیے ۔

---

۱ جلاد پورن سے ۔ مرتب

لوناں کا کہا نہ ماننا ، میرا بدن نہ مٹانا ۔
چاند بیٹھے ہاتھ نہیں آتے ، آپ کیوں لعل کو مٹی میں ملاتے ہیں ؟''
''بیٹا ! نیکوں میں سے نیکی نکل چکی ہے اور سچوں کو سچائی چھوڑ
چکی ہے ،
جب میں نے تم سے تمھاری شادی کا ذکر کیا تھا ، تم نے کانوں پر
ہاتھ دھرے تھے ؛
یہ بات شہر بھر میں مشہور ہو چکی ہے ، سارے ملک میں پھیل چکی
ہے ،
کل تم نے لوناں کے محل میں جا کر کیا کمائی کی ؟''
''پتا جی ! نہ میں نے آک کی لکڑی کھائی ہے ، نہ سانپ کا گوشت
کھایا ہے ؛
عورت کو سر پر نہ چڑھایے ورنہ وہ ضرور نقصان پہنچائے گی ۔
اگر پچاس دیے بھی جلا دیے جائیں ، تو وہ اندھے کے لیے کیا روشنی
کریں گے ؟
گدھے کو محل میں کیا خوشی ہوگی جو غلاظت کے ڈھیروں پر پلتا
ہے ۔
عورتیں بھوج پر سوار ہو گئی تھیں ، انھوں نے اسے بالکل اپنا غلام
بنا لیا تھا ،
وہ اسے ایڑیاں مار مار کر نچاتی تھیں ، کمزور مرد عورتوں کے بس
میں ہوتے ہیں ۔
پہلے میری نیکی اور صداقت کی جانچ کر لیجیے گا ، پھر بے شک مروا
ڈالیے گا ''۔
''ہم تمھیں 'پورن ، پورن' کہتے ہیں مگر تمھارے راز کو کون
جانتا ہے ؟
کل نصف شب کو تم نے کھیت سونا دیکھ کر اسے لوٹ لیا ،
تم نے سر سبز بیلوں کو کاٹ دیا اور پھل کھا کر چھلکوں کو پھینک
دیا ؛
بوڑھے کا کھیت تیار تھا مگر رکھوالا ہوشیار نہ تھا ،
میں ابھی کل لوناں کو بیاہ کے لا رہا ہوں ، میرے سفید بالوں کا
خیال کرو ۔

تمھارے کیانے کے لیے اور بہت ملک تھا ، سارا دیس آباد تھا ،
تم نے اپنے باپ کا کام خراب کر دیا ، سونے کو ریت میں ملا دیا ،
تم نے لوناں کا گھر لوٹ لیا ، اب تمھارا اپنا کیا تمھارے سامنے آ رہا ہے''۔

''اے باپ ! پہلے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تصدیق کر لیجیے ، صرف سنی سنائی بات پر مجھے قتل نہ کیجیے ؛
تیل کا کڑاھا چولھے پر رکھ دیجیے اور نیچے خوب آگ جلائیے ۔
جب تیل خوب گرم ھو جائے ، اس وقت میرا داھنا ھاتھ اس کے اندر ڈال دیجیے ؛
اگر میری ذرا سی چھنگلی بھی جل جائے تو بے شک مجھے پھانسی پر چڑھا دیجیے ؛
بلکہ میرے سر پر آرا رکھ کر مجھے نیچے تک دو حصوں میں چیر دیجیے۔
اس نے میری صورت دیکھ کر اپنے ھوش گم کر دیے ، میں تو اسے منہ سے 'ماں' ھی کہتا رھا''۔

لوناں نے تیل کا کڑاھا چڑھا دیا اور نیچے آگ جلا دی ،
جب تیل اچھی طرح گرم ھو گیا تو اس نے پورن کو بلا لیا ،
جب تیل میں بلبلے اٹھنے لگے تو اس نے پورن کو تیل میں ڈال دیا ؛
وہ سوا پہر تک تیل کے اندر رھا ، پھر لوگوں نے اسے زبردستی وھاں سے باھر نکالا ۔
پورن کی نیکی اور صداقت ثابت ھو گئی ، اس کا بال تک بیکا نہ ھوا ۔
یہ دیکھ کر راجا نے کہا : ''اے جلادو ! سنو ،
لوناں کے کپڑے اتار کر اسے تیروں سے چھید ڈالو''۔
''باپ[1] نے کڑاھے کو بے اثر کر دیا ھے اور بیٹے نے تیل کو ۔
میں بہشت میں رھتی تھی اور پریوں کے ساتھ سیر و تفریح کرتی تھی ،
راجا نے چالاکی سے پورن کی جان بچا لی ھے ،
پھر تمھیں کبھی ایسی حسین عورت نہیں مل سکے گی ،
میں یوں ھی بھول کر غلطی کھا گئی ، میری عقل ٹھکانے نہ رھی ۔

---

۱ ۔ لوناں نے باپ بیٹے دونوں پر جادو کا الزام لگایا ۔

میں لوناں سچ کہتی ہوں ، پورن سچا نہیں ہے "۔

"پورن[1] کو ایسی جگہ لے جا کر قتل کرو جہاں نہ کچھ کھانے کو ملے نہ پینے کو ،

ایسے بیٹے کو مار ہی دینا چاہیے ، اس کا وجود میری سلطنت کے لیے باعث اہانت ہے"۔

جلاد نے روتے ہوئے جواب دیا :

"میرے ہاتھ پورن پر نہیں اٹھتے ، تم اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو ۔

خواہ تم ہمارے سروں پر الٹی چارپایاں رکھ کر ہمیں شہر بدر کر دو ،

ہم یہاں سے اپنی جھونپڑی اکھاڑ کر کسی اور جگہ جا بنائیں گے ۔

بھگت پورن کو تم مار دینا چاہتے ہو ، لوناں تمھارے کیا کام سنوارے گی ؟

میں پورن کی جگہ اپنے چاروں بیٹے پیش کرتا ہوں ، پورن کی جان بخشی کر دو"۔

لوناں راجا سے کہنے لگی : "اتنی دیر نہ کرو ،

چوروں اور بدکرداروں سے کبھی دوستی نہیں نبھ سکتی ۔

اسے قتل کر دینا انصاف کے عین مطابق ہے ، یا اس کی آنکھیں نکلوا دینی چاہییں ،

یا اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے کنویں میں پھینک دینا چاہیے"۔

"اے[2] پورن ! تیرے ہاتھ پاؤں باندھ دیے گئے ہیں ، اب تو صرف گھٹنوں کے بل چل سکتا ہے ،

اب بھی وقت ہے ، میری بات مان لے ، میں تجھے چھڑا لوں گی ،

جو الزام تجھ پر لگایا ہے اسے کسی اور پر ڈال دوں گی ۔

میری یہ بات مان لے ، تو میرا خاوند بن جا ، میں تیری بیوی ہو جاؤں"۔

"ماتا ! تمھاری سیج پر آگ جلتی ہے ، میں وہاں نہیں جا سکتا ۔

---

۱ ۔ راجا سالواہن لوناں کے زیر اثر جلادوں سے کہہ رہا ہے ۔

۲ ۔ لوناں پورن سے کہہ رہی ہے ۔ مرتب

نیچے دھرتی ماتا دیکھتی ہے ، اوپر بھگوان ہے ،
میں ان دونوں سے کیسے چوری کروں ؟ کیوں دوزخ میں جاؤں ؟
میں اب بھی ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں ، تم میری دھرم کی ماں ہو''۔

''سن[1] ، اے کھدو[2] چوہڑے ! میری بات سن ،
پورن کے ہاتھ کاٹ کر یہاں لے آنا ، میں انہیں اپنے سرھانے کے نیچے رکھوں گی ؛
اس کی آنکھیں نکال لانا ، میں ان کا سرمہ بناؤں گی ؛
اس کا خون لے آنا ، میں اس سے اپنی آرائش و زیبائش کروں گی ۔
اگر تو نے اسے زندہ چھوڑ دیا تو تیرا سارا خاندان تباہ کر دوں گی ۔
اس نے میری بات نہیں مانی ، اسے کنویں کے بیچ میں پھینکنا''۔

''بد کردار کے گاؤں سے نیک کردار کی جھونپڑی بہتر ہے ۔
اے باپ ! تیرے محل کو آگ لگے جس میں ہر کے نام کی قدر نہیں ؛
تیری حکومت پر بجلی گرے ! تیری لوناں کو کالا ناگ ڈس جائے ،
تیرا شہر غرق ہو جائے ، یہاں گایوں کو گھاس نہ ملے ،
تو نے مجھ بے گناہ کو مار دیا ہے ، میرے ساتھ کوئی انصاف نہیں کیا ،
میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں : میں اپنی ماں اچھراں سے نہیں مل سکا''۔

''سادھو[3] تم سے کہتا ہے ، پورن ! اس کی بات سنو ،
پچھلے جنم میں ہم دونوں سگے بھائی تھے ،
تم نے راجا کے ہاں جنم لے لیا اور میں فقیر ہو گیا ،
تم میری جگہ سنبھال لو ، میں تمھاری جگہ موت قبول کر لیتا ہوں''۔
پورن نے اس کے جواب میں یوں کہا : ''میری بات سن لو ،

---

۱ ۔ لوناں جلاد سے کہہ رہی ہے ۔ مرتب
۲ ۔ کھدو کے لفظی معنی گیند ہیں ۔ مترجم
۳ ۔ ایک سادھو پورن کو تسلی دینے کے لیے آتا ہے ۔ مرتب

تقدیر کو تو پیغمبر بھی ٹال نہیں سکتے ، میں کیا چیز ہوں ؟
یہ اچھا ہوا کہ مجھے میرا باپ مار رہا ہے ، اب میں سیدھا جنت کو
جاؤں گا ،
البتہ ایک چیز ہے ، ماتا اچھراں تباہ ہو جائے گی''۔

چوہڑے نے ہرنی کے بچے کو مار کے اس کا خون کٹورے میں ڈال لیا ،
اس نے ہرن کی دونوں آنکھیں نکالیں اور یوں تدبیر کی :
''اگر لوناں نے میری بات مان لی تو پورن کو بچا لوں گا
لیکن اگر اس کی قسمت بری نکلی تو پھر اسے قتل کر دوں گا''۔
ہرنی بہت روئی چلائی اور اس نے ایشور سے فریاد کی ۔
''میں نشیب میں رہنے والی ہرنی تھی ،
پھر شیروں ، چیتوں اور بھیڑیوں سے ڈر کر یہاں اوپر کی جانب آ گئی ،
اب یہاں میرا بچہ مارا گیا ہے ؛
نہ اس نے میرا دودھ پیا ، نہ ہری گھاس کھائی ،
نہ اس نے چھلانگیں لگائیں ، نہ وہ میرے ساتھ چلا ،
نہ اس نے سیر ہو کر میرا دودھ چوسا ، اب میرے تھن پھٹ رہے
ہیں ۔
مجھ بے گناہ کا بچہ مار ڈالا جس نے ابھی دنیا کا لطف نہیں اٹھایا تھا ؛
جس پورن کی خاطر اس نے میرا بچہ مارا ہے ، وہ پورن بھی مارا جائے''۔

چوہڑے نے آ کر کہا ''میں پورن کو مار آیا ہوں ؛
اے لوناں ! یہ لے پورن کا خون ، اس سے اپنا بناؤ سنگار کر لے''۔

''اے ہیرا باندی ! اٹھ ، موتی نکال کر خون میں ڈال دے ؛
اگر یہ پورن کا خون ہے تو موتی اس کے ساتھ چمٹ جائیں گے''۔
اس نے کٹورے میں موتی ڈال دیے مگر انہیں ذرا خون نہ لگا ۔
''اے چوہڑے ! تیرا دادا ذلیل ہو ، یہ کیا فریب بنا لایا ہے ؟
میں پنجاب کی جاٹنی نہیں ہوں جو دھوکا کھا جاؤں گی ،
مجھے وہ جگہ دکھا جہاں تو نے پورن کو قتل کیا ہے''۔
چوہڑے نے جواب دیا : ''دادا تیرے خاوند کا ذلیل ہو جو تجھ

جیسی عورت کو محل کے اندر لے آیا۔
تیری اندرونی آگ اس وقت بجھ سکتی ہے جب بازار میں تیری
جھونپڑی ہو[۱]"۔
"میں راجا سالواھن کو کیا کہوں جس نے ملازموں کو خود سر کر
دیا ہے ؛
اگر تو میرے ھاتھ آ جائے تو تجھے بیگار پر کہیں دور بھیج دوں ؛
تجھے بیگار پر بھیج دوں اور پیچھے تیرا گھر تباہ کر دوں ؛
تو مجھے گستاخی سے جواب دیتا ہے ، میں تجھے پھانسی پر لٹکا
دوں گی"۔
"ہمیں بیگار اچھی ہے ، بیگار ھی ھمارا کام ہے ،
بیگار سے ھمیں اناج ملتا ہے اور اس پر ھمارے بچے پلتے ھیں ۔
اگر تو عشق کمانا چاھتی ہے تو سر بازار پیشہ ور ھو کے بیٹھ جا ،
بازار میں جھونپڑی بنا لے اور وھاں بیٹھ کر عشق کما ،
پھر بازار میں پورن جیسے خوبرو جوان ڈھونڈ لینا
اور اگر تو چوھڑوں کے قبضے میں آ جائے تو وہ تیرے جبڑے
چیر دیں"۔
لوناں وھاں سے یہ کہتی ھوئی محل میں واپس آ گئی :
"راجا سالواھن کا دربار لگتا ہے تو تجھے گرفتار کرا کے وھاں منگواتی
ھوں"۔

چوھڑا ڈرتا ھوا وھاں سے بھاگ کر پورن کے پاس پہنچا :
"تقدیر نے گھیر لیا ہے اور تیرے بچاؤ کے لیے کوئی راستہ نہیں چھوڑا ،
مجھے اپنے ھاتھ پاؤں کاٹ لینے دے ، انھیں تیرے باپ کے پاس لے
جاؤں گا ۔
تیرا باپ تجھے مار رھا ہے ، ھم غریبوں کا کچھ اختیار نہیں"۔
پورن نے کہا : "چوھڑو ! میرا جواب سنو ،
تم میرے باپ کے بھیجے ھوئے میرے پاس آئے ھو ،
میرے ھاتھ پاؤں کاٹ کر اپنا کام درست کر لو ۔

---

۱ - یعنی جب تو پیشہ ور عورت کی طرح بازار میں بیٹھے ۔ مترجم

گھٹنوں کے پاس سے میری ٹانگیں کاٹ لو اور کہنیوں کے پاس سے ھاتھ ،
نشتروں سے گہرے زخم لگا کر میری آنکھیں نکال لو ؛
اوپر سے گدھوں نے جمع ھو کر میرے گرد گھیرا ڈال لیا ھے ،
نیچے گیدڑ چیخ رھے ھیں ، وہ میرا گوشت مانگتے ھیں ،
شیر گرج رھے ھیں مگر پورن کے پاس اس وقت کوئی نہیں ؛
میری لوتھ کو اٹھا لو اور کنویں کے پاس لے چلو ،
ایک کنویں کی تاریکی ھے ، دوسرے کالی رات ھے ،
میری ماں سے جا کر کہنا کہ وہ رو رو کر اپنی آنکھیں نہ گنوا لے ،
پھٹے ھوئے دل پر صبر کے پھاھے رکھے ، ھمت نہ ھارے ،
بارہ برس کے بعد میں اسے آ ملوں گا ، اس کے پہلے آمید نہ رکھے ،
ھاتھ باندھ کر میری یہ عرض میری ماتا تک پہنچا دینا ''۔

راجا کا جلاد اچھراں کے دروازے پر جا کر چلایا :
''اے سرخ چوکی پر بیٹھی ھوئی خاتون ! میری بات سن ،
ناک کا زیور آتار پھینک ، اپنی چوڑیاں محل کی دیواروں سے مار کر توڑ دے ۔
جن کے بیٹے مر چکے ھوں ، ان کے دلوں میں کیا خوشی رہ جاتی ھے ؟
تیرا پورن مارا گیا ھے اور اسے نیچ ذات لوناں نے مارا ھے ،
اس کے ھاتھ اور ٹانگیں کاٹ لی گئی ھیں اور اس کی آنکھیں نکال دی گئی ھیں ،
اس کے خون سے کٹورا بھر کے لوناں نے اس سے اپنی آرائش و زیبائش کی ھے ؛
خود چل کے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے ، وہ کنویں میں پڑا ھے''۔
اچھراں ماتم کرنے لگی اور غم سے نڈھال ھو کر باھر نکل آئی ۔
''بھائیوں[1] کے بغیر کوئی ساتھی نہیں اور بیٹوں کے بغیر نام باقی نہیں رھتا ،
میں نے دکھ سہ سہ کر یہ پودا پالا تھا ، چلوؤں سے اسے پانی دیا ؛

---

۱ ۔ پنجاب کی مشہور کہاوت ھے ۔ مترجم

جب اس کی چھاؤں ذرا گھنی ہوئی تو سخت آندھی آئی ؛
موت جوانوں کو اس طرح گرا دیتی ہے جیسے دریاؤں کی طغیانی
درختوں کو ۔
تیری موت نے گلیاں بند کر دیں ، تقدیر نے راستے روک دیے ۔
جس دن قلم نے تقدیر لکھی ، اگر میں اس وقت پاس ہوتی
تو ایشور کے سامنے گڑگڑا کر عرض کرتی اور تیری تقدیر درست
لکھاتی ۔
جہاں پورن سارا گیا ہے ، جا کر وہ جگہ دیکھتی ہوں''۔

''میرا پورن مر گیا ہے ، میں بھی اس کے ساتھ جان دوں گی ۔
آم کا پودا کاٹ دیا گیا اور آک کو پھل لگ رہا ہے ۔
بیٹوں کی خاطر لوگ کنوؤں میں غوطہ خور آتارتے اور جال ڈالتے ہیں ۔
ہمارے بتیس دانتوں تلے ایک ہی بیٹا تھا ، تو نے اسے بھی ہلاک
کر دیا ۔
اب تجھے چاند سا بیٹا دوبارہ نہیں مل سکے گا''۔
راجا سالواھن نے کہا : ''اے نوکرو چاکرو ! اسے چار دھکے دے کر
یہاں سے نکال دو ،
اسے دربار ہی سے نہیں ، شہر سے بھی باہر نکال دو ،
اس کے ہاتھ میں سونٹا دے دو ، کوے[1] آڑاتی پھرے ؛
یہ دوبارہ محل میں نہ آنے پائے تاکہ پورن جیسے کسی اور نیچ کو
جنم نہ دے''۔
''راجا مصیبت میں پڑ گئے ، انہیں اپنے سروں پر بوجھ آٹھانے پڑے ،
رانیاں بھٹ جھونکتی ہیں اور گنوار انہیں دھکے دیتے ہیں''۔

اچھراں روتی چلاتی کنویں کی طرف چل دی ۔
''کبھی تو خدا ماں کو بیٹے سے ملا دے گا ؟''
پھر بیٹے سے کہنے لگی : ''بیٹا ! تیرے سر پر غموں کی نوبت بج رہی ہے ،
جو کچھ تجھے پیش آ رہا ہے ، اب اسے برداشت کر ،
تیرے بدن کو روگ لگ گیا ہے مگر اب جیسے بھی ہو اسے جھیل ۔

---

۱ ۔ کوے آڑوانا بمعنی ذلیل کرنا محاورہ ہے ۔ مترجم

میں گورکھ کے سامنے جا کر فریاد کرتی ہوں، ممکن ہے تیری جوت
روشن ہو جائے؛
اب تیرے مال خزانوں کو کون سنبھالے گا؟ کون حکومت پر متمکن
ہوگا؟"
پورن نے رام کا نام لے کر کنویں میں سے جواب دیا:
"ماتا! میرے ہاتھیوں کی زنجیریں کھول دو تاکہ وہ کجلی بن کو
چلے جائیں،
میرے گھوڑوں کو بھی اصطبل سے نکال دو تاکہ وہ گھاس چرتے
پھریں۔
شکاری بازوں کو رہا کر دو، کسی اور راجا کے پاس چلے جائیں،
کتوں کے پٹے زنجیریں آتار دو تاکہ مانگ کر ٹکڑے کھاتے پھریں،
میرے خزانوں کو خیرات میں لٹا دو۔
اگر جیتے رہے تو ملاقات ہو جائے گی، گورکھ میرا ایمان سلامت
رکھے،
میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں، خدا تیرا ایمان بھی قائم رکھے"۔
اس کے ہمجولی بھی کنویں پر پہنچ کر بہت روئے:
"ہم تیری فوج کے لڑکے ہیں، تو ہمارا سردار ہے؛
انہوں نے تجھے اکیلے میں مار دیا، کاش ہم اس وقت پاس ہوتے،
ہم رانی لوناں کو مار دیتے یا خود مر جاتے"۔
"اے شہر کے لڑکو! تم جاؤ، ہنسو، کھیلو؛ میری فریاد میرے رب
کے سامنے ہے۔
اچھا ہوا ہے جو ماں باپ نے مارا ہے، اب میں سیدھا جنت میں جاؤں گا،
جو کچھ قسمت میں لکھا جا چکا ہے، اس سے ذرہ برابر ادھر آدھر نہیں
ہو سکتا؛
تم یہاں سے خوشی خوشی جاؤ، یہ مصیبت پورن کی قسمت میں تھی"۔

رانی کنویں سے چل دی اور ایک گاؤں کے راستے پر ہو لی۔
"اے چاند! کبھی میں تیری چاندنی میں سیج بچھا کر سویا کرتی تھی،
اب میں پلنگ کے چاروں پایوں کو گلے سے لگا لگا کر روتی ہوں،
بیٹے کو یہاں چھوڑ رہی ہوں، گھر پہنچ کر کیا دیکھوں گی؟

اب میرا گھر ناگوں بھری کشتی کی مانند ہے جو لہرا لہرا کر
کھانے کو دوڑتے ہیں :
میں آنکھوں سے اندھی ہوگئی ہوں اور کانوں سے مجھے سنائی نہیں دیتا ''۔
اچھراں کو محل سے نکال دیا گیا اور وہ بازاروں میں پھرنے لگی ۔
ایک اسے بیٹے کی فرقت کا غم تھا ، دوسرے اسے بھوک نڈھال کر رہی
تھی ،
کل وہ بڑی رانی تھی اور آج بھٹ جھونک رہی تھی ۔
اس نے خود کو ایشور کے حوالے کر دیا ــ کیسے عمر بسر ہوگی !

پورن کو کنویں میں بارہ برس ہو گئے ہیں ، دھرم اس کے رگ و پے
میں سرایت کر چکا ہے ۔
اندر[1] کی پریاں اڑیں اور کنویں میں آتریں ۔
پریاں اپنے منہ سے کہنے لگیں : ''ہم تجھے بتانے دیتی ہیں ،
تو یا تو کوئی فرشتہ ہے ؟ یا کوئی خوفناک بلا ہے''۔
پورن نے گورکھ کا نام لے کر انہیں یوں جواب دیا :
''نہ میں کوئی فرشتہ ہوں ، نہ کوئی خوفناک بلا ہوں ،
میں راجا سالواھن کا بیٹا ہوں ، پورن میرا نام ہے ،
اگر تم واقعی پریاں ہو تو گورکھ کے پاس جا کر میری طرف سے
فریاد کرو :
'تیرے چیلے کے ھاتھ پاؤں کاٹ کر اسے کنویں میں پھینک دیا گیا ہے ،
اگر تو سچا گورو ہے تو اسے دنیا کے لیے کارآمد کر دے' ''۔

پریاں کنویں میں سے آڑیں اور گورکھ کے پاس پہنچ گئیں ۔
گورو آسن جمائے رب کی طرف دھیان لگائے بیٹھا تھا ۔
''تیرے چیلے کی عرض ہے ، ذرا غور سے سننا ۔
اس کے ھاتھ پاؤں کاٹ کر اسے کنویں میں پھینک دیا گیا ہے ، اس کا
نام پورن ہے''۔
گورکھ نے اپنی نادھ بجائی اور دل میں آلکھ[1] کی طرف توجہ کی

---

۱ ۔ نظر نہ آنے والا ــ خدا ۔ مرتب

اور اس نے اپنے تمام چیلوں کو بلا لیا ۔
''میرا پورن سخت مصیبت میں ھے ، اسے بچاؤ''۔
جوگی ٹلے سے روانہ ھوئے اور سیالکوٹ آ اترے ۔

وھاں آ کر گورکھ نے کہا : ''جوگیو ! میری بات سنو ،
یہاں کسی کنویں میں پورن بھگت پڑا ھوا ھے ،
اسے ضرور تلاش کرنا اور کنویں سے باھر نکالنا ھے ،
اسے اس طرح بارہ برس ھو گئے ھیں ، اس نے بہت سزا پا لی ھے''۔
نار سنگھ جوگی بولا : ''گورو جی ! میری عرض غور سے سنیے گا ،
جوگی پانی کے پیاسے ھیں ، انھیں کوئی کنواں بتلا دیجیے''۔
گورکھ جوگیوں سے کہنے لگا : ''تم سے سچی بات کہوں ؟
راجا سالواھن کا شہر ھے اور ویرانے کے اندر کنواں ھے ،
وھاں سے پانی لے آؤ اور چیخ پکار کا خیال رکھنا ''۔
جوگی وھاں سے چل دیے اور کنویں پر پہنچ گئے ۔

انھوں نے گورو گورکھ کا نام لے کر کنویں میں برتن ڈال دیے ،
جب پانی کا شور ھوا ، پورن نے سنا تو اس نے گورکھ کی طرف توجہ
کی ۔
اس نے اپنے ٹنڈ منڈ بازوؤں سے برتن پکڑ لیے اور جوگی ڈر گئے ،
جوگی ڈر کر وھاں سے بھاگے اور گورکھ کے پاس پہنچ گئے ۔
''کنویں کے اندر کوئی خوفناک بلا ھے ، اس نے ھمارے برتن چھین لیے
ھیں ،
آپ چل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں ، برتن کنویں کے اندر ھیں''۔
گورکھ دل میں آلکھ کی طرف توجہ کر کے اپنے ڈیرے سے روانہ ھوا
اور کنویں پر پہنچ کر آسن لگا کے بیٹھ گیا ۔
وہ پوچھنے لگا : ''بیٹا تو کیا چیز ھے ؟ پری ھے ، فرشتہ ھے یا کوئی
خوفناک بلا ھے ؟
میں غصے سے کھڑاؤں ماروں تو اس کنویں ھی کو پاتال میں غرق
کر دوں ،
اگر تو اپنی جان کی خیریت چاھتا ھے تو کنویں سے باھر آ جا ۔

میں مچھندر ناتھ کا چیلا ہوں، میں بہت بڑی روحانی قوت کا مالک ہوں۔"
نیچے سے پورن نے کہا : "گورو جی ! میری عرض سنیے ،
نہ میں پری ہوں ، نہ فرشتہ ، نہ کوئی خوفناک بلا ہوں ؛
میں راجا سالواهن کا بیٹا ہوں ، میری ماں کا نام اچھراں ہے ،
گورکھ ناتھ کا میں چیلا ہوں ، پورن میرا نام ہے ۔
قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا ، انھوں نے میرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر مجھے
کنویں میں پھینک دیا ہے ۔
اگر تم سچے گورو ہو تو مجھے دنیا کے لیے پھر سے کار آمد بنا دیجیے۔"
گورکھ سے اس کا ایک جوگی کہنے لگا : "اس پر بہت جلد مہربان
ہو جائیے ،
اگر یہ پورن بھگت ہے تو اسے کچے دھاگے سے باہر نکال لیجیے۔"
گورکھ نے اس سے کہا : "تم جلدی سے جاؤ اور دھاگا لے آؤ ۔
کسی کنواری لڑکی کا کاتا ہوا دھاگا لانا، بیاہی ہوئی عورت سے نہ لانا ۔"
جوگی وہاں سے آڑے اور سیدھے گوروؤں کی سر زمین میں پہنچے ۔
کنواری لڑکیوں کو چرخے کاتتے دیکھا تو ان سے دھاگا مانگا ۔
ایک سو برس کی بڑھیا بولی : "تمھیں سچی بات بتلاؤں ؟
یہ چرخہ ست جگ میں بنا تھا اور اس کی مال روپہلی دور میں بنائی گئی
تھی ،
اب اس سے کاتے ہوئے سوت کا تار آسمان تک پہنچتا ہے ۔
اگر تم کسی سچے گورو کے چیلے ہو تو اس تار کو آتار دو"۔
جوگی نے غصے میں آ کر یوں کہا : "ست جگ میں ہمارا گورو کرشن
تھا جس نے کنس سے لڑائی کی ،
اس نے کنس سے لڑائی کی اور اسے مار ڈالا ۔
اس کے بعد رام چندر ہمارا گورو تھا جس نے راون کو لنکا سے باہر
نکال دیا ۔
اب ہمارا گورو گورکھ ناتھ ہے جو بیابان میں ڈیرا ڈالے ہے ۔
اگر تو خیریت چاہتی ہے تو دھاگا دے دے ورنہ اس بستی کو تباہ
کر دوں گا ۔"
بڑھیا نے ڈر کے مارے دھاگا دے دیا اور جوگیوں کے قدموں میں سر
جھکا دیا ۔

جوگی وہاں سے آڑے تو گورکھ کے پاس پہنچ گئے ۔
گورکھ نے مچھندر کا نام لے کر دھاگا کنویں میں ڈال دیا ۔
''اگر تیری نیکی اور صداقت قائم ہے تو اس دھاگے کے ذریعے اوپر آ جا ''۔
پورن کی نیکی اور صداقت قائم تھی ، وہ اس دھاگے سے باہر آ گیا ۔
اس نے گورکھ کے قدموں میں سر جھکا دیا ، ''مجھے ٹھیک کر دیجیے۔''
گورکھ آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور درگاہ میں پہنچا ؛
وہاں پہنچ کر اس نے اندر کے قدموں میں سر جھکایا اور فریاد کی :
''ہمیں پورن کو صحیح و سالم کرنا ہے ، ہمیں اس کی آنکھیں دے دو''۔
گورکھ نے آنکھیں لے لیں اور پورن کے پاس پہنچ گیا ،
اس پر اصل امرت چھڑکا اور اسے صحیح سالم کر دیا ۔
پورن صحیح سالم ہو گیا اور اس نے گورکھ کے قدموں پر سر جھکا دیا ۔
جوگیوں نے اپنے جھنڈے آٹھا لیے اور دلوں میں آلکھ کی طرف توجہ کی ،
ان سب نے مشورہ کیا اور کورو دیس کی طرف روانہ ہوئے ۔
وہ پورن سے کہنے لگے : ''پورن ! تم یہیں ٹھہر جاؤ۔''
پورن نے ان کی بات مان لی اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا ۔
''اگر گورو مجھے جھونپڑی عنایت کریں تو میرے لیے وہی بہت کچھ ہے ۔
میں گورو کے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا ، یہ چیز باعث ننگ ہے ۔''
وہ پورن کو راستے میں چھوڑ گئے اور خود کورو دیس پہنچ گئے ۔
جوگیوں نے وہاں پہنچ کر اپنے جھنڈے گڑ دیے اور دھونیاں رما کر بیٹھ گئے ۔
انھوں نے سمادھیاں لگا دیں اور خدا کی عبادت کرنے لگے ۔
جب کھانے کا وقت ہوا تو جوگی بستی کے اندر چلے گئے ،
انھوں نے دودھ کے برتن آٹھا لیے اور دودھ اپنے منڈلوں میں ڈال لائے ۔
بستی میں شور مچ گیا : ''یہ کان پھٹے جوگی کہاں سے آ اترے ؟''
سوکھی عورت اپنی سب سہیلیوں کو بلا کر کہنے لگی :
''ایسے جوگی تو ہم نے کبھی دیکھے نہیں ۔

ان کے کانوں میں مندرے ہیں
اور یہ خوب ہٹے کٹے ہیں ؛
بغیر پوچھے دودھ لے گئے ہیں ، انھوں نے ہمارا ذرا بھی لحاظ نہیں
کیا "۔
سوکھی نے سرسوں پر کچھ پڑھا اور اپنے گورو کا نام لے کر وہ ان کی
طرف پھینک دی ۔
ناتھ کے جتنے چیلے تھے سب کے ہوش و حواس گم ہو گئے ،
وہ جوگیوں سے بیل بن گئے اور ان عورتوں نے ان کے سینگوں میں
رسیاں ڈال لیں ۔
ہر ایک عورت ایک ایک کو اپنے گھر لے گئی اور انھیں لے جا کر
باندھ دیا ۔
ایک جوگی گورکھ سے کہنے لگا : "گورو جی ! میری بات تو سنو ،
شمبو ناتھ جوگی سب جوگیوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا ،
انھوں نے بستی میں پہنچ کر ایک شور برپا کر دیا ،
انھوں نے زبردستی دودھ اٹھا لیا ؛ کسی سے اجازت نہ لی ،
اب کورو دیس کی عورتوں نے ان سب کو بیل بنا دیا ہے ،
آپ کی اجازت ہو تو انھیں چھڑا لائیں"۔
گورکھ نے دل میں آلکھ کی طرف توجہ کر کے اپنا کشکول خالی کیا ،
اس نے اپنی راکھ کی تھیلی لی ، اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور اسے
آسمان کی طرف پھینک دیا ۔
گورکھ کے سارے چیلے بیلوں کی صورت میں اس کے پاس پہنچ گئے ۔
گورو نے انھیں تھپکی دی اور انھیں آدمیوں میں تبدیل کر دیا ،
گورکھ بہت ناراض ہوا اور اسے سخت غصہ آیا ۔
کورو دیس کے جتنے کنویں تھے ، اس نے سب کا پانی غائب کر دیا
اور جو کنواں گورکھ کے قریب تھا ، سارے کنووں کا پانی اس میں
لا ڈالا ؛
گورکھ نے کرامت دکھا دی ، وہ بڑا کامل گورو تھا ۔
وہ عورتیں پانی کے لیے نکلیں تو گورکھ کے پاس پہنچ گئیں
اور کہنے لگیں : "گورو جی ! ہمیں پانی لے جانے دو ، ہمیں سخت
پیاس لگ رہی ہے ۔"

گورکھ عورتوں سے کہنے لگا : ''چھوٹی ، بڑی ، بوڑھی سب عورتیں
آ جاؤ ،
ایک بار یہاں سے پانی لے لو ، پھر اس کنویں میں پانی نہیں رہے گا ''۔
کورو دیس میں ڈھنڈورا پٹ گیا ، سب عورتیں تیار ہوئیں ؛
چھوٹی ، بڑی ، بوڑھی سب گورکھ کے پاس پہنچیں ۔
جب وہ پانی بھرنے لگیں تو انھوں نے اپنے گڈوے اوروں کو پکڑانے
شروع کر دیے ۔
کچھ پانی بھرتیں ، کچھ آتیں ، کچھ کنویں پر کھڑی ہوگئیں ۔
گورکھ نے غصے میں آ کر دھونی میں سے کچھ راکھ لی
اور مچھندر کا نام لے کر اسے کنویں پر بکھیر دیا ۔
وہ سب عورتیں جو وہاں تھیں گدھیوں میں تبدیل ہو گئیں ، اب کوئی
عورت اس طرف رخ نہ کرتی ؛
ان کے کان لمبے ہو گئے ، پاؤں کھر بن گئے اور وہ غلاظت کے ڈھیروں
پر جا کر چگنے لگیں ۔
جب جاٹ ہل چلانے کے بعد گھروں کو آئے تو وہاں تالے لگے
دیکھے ،
عورتوں کے بغیر گھر سونے پڑے دیکھے ، کوئی انھیں کچھ نہیں بتاتا
تھا ۔
وہ سو برس کی بڑھیا کہنے لگی : ''سچی بات بتاؤں ،
کل تم نے جن بیلوں کو جوتا تھا ، وہ بڑے پائے کے جوگی تھے ،
وہی جوگی تمھاری عورتوں کو لے گئے ہیں اور انھوں نے انھیں گدھیاں
بنا دیا ہے ۔
تم جوگی کے قدموں سے لگ جاؤ ، وہ تمھارے گھر پھر آباد کر
دے گا ''۔
کورو دیس کے سب آدمی گورکھ کے پاس پہنچ گئے :
''گورو جی ! ہم ہاتھ باندھ کر عرض کرتے ہیں اور آپ کے قدموں
پر سر جھکاتے ہیں ۔
اے گورکھ ! ہم پر مہربانی کیجیے اور ہمارے گھروں کو پھر بسا
دیجیے ۔
ان رذیل عورتوں کی خطا ہمارے کہنے پر بخش دیجیے''۔

گورکھ مہربان ہو گیا ، گورکھ کو ان پر رحم آ گیا ،
گورو نے درگاہ کی طرف نگاہ کی اور اپنا جھنڈا گاڑ دیا ۔
''تمہاری جتنی عورتوں کی شکلیں بدلی ہوئی ہیں ، انہیں جھنڈے کے
نیچے سے گزار دو''۔
گورو نے اپنی روحانی قوت سے کام لیا اور گدھیوں سے دوبارہ عورتیں
بنا دیں ۔
سب آدمی اپنی اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر کورو گاؤں کی طرف
چل دیے ۔
ایک گدھی باقی رہ گئی ، وہ کپاس کے کھیت میں چر رہی تھی ۔
نودھا سپاہی چیختا چلاتا گورکھ کے پاس دوڑا آیا :
''سب عورتیں واپس آ گئی ہیں مگر ہماری سوکھی واپس نہیں
آئی ،
ہم نے بصد مشکل بیاہ کیا تھا ، کوئی ہمیں رشتہ نہیں دیتا تھا ۔
اے گورو ! ہماری عورت بھی واپس کر دیجیے تاکہ دنیا میں ہمارا
نام باقی رہے۔''
گورکھ نے اس سے کہا : ''کپاس کے کھیت میں جا کر تلاش کرو''۔
کپاس کے کھیت میں گدھی تھی ، وہ اسے گورکھ کے پاس لے آیا ،
وہ بھی گدھی سے عورت بن گئی ، رب نے ان کی مراد پوری کر دی ؛
گورو نے کورو دیس کو فتح کر لیا اور سب کو اپنا عقیدت مند
بنا لیا ۔
گورکھ نے آلکھ کا نام لے کر وہاں سے جھنڈے اکھاڑے ،
اس کے چیلے کنیپا اور ناہر سنگھ اس کے ساتھ تھے ،
وہ منزل بہ منزل چلتے ہوئے بارہ کوس پر آ اترے ،
وہ آسن جما کر بیٹھ گئے ، ان کے پاس ایک سوراخ میں سے چیخ پکار کی
آوازیں بلند ہوئیں ۔
گورکھ ناتھ نے پوچھا : ''اس سوراخ کے اندر کیا بلا ہے ؟
اسے کھود کر دیکھو اور زمین کو برابر کر دو''۔
آدھر سے پورن کی آواز آئی ، وہ بری طرح چیخ رہا تھا :
''میں تو پورن بھگت ہوں ، مجھے اپنے قدموں کے صدقے بچا لیجیے۔''
گورکھ اپنے چیلوں سے کہنے لگا : ''پورن کو سوراخ سے باہر نکالو ،

اسے یوں ھی چھتیس برس گزر گئے ھیں ، یہ بہت سزا پا چکا ھے ،
جلدی سے اس کے کانوں میں مندرے ڈالو اور اسے جوگی بنا لو ،
اسے گورکھ ناتھ کا چیلا بنا لو جو بڑا کامل گورو ھے ۔''
جب وہ اسے جوگی بنانے لگے تو ٹھیکر داس بہت ناراض ھوا :
''گورو جی پہلے مجھ غریب کی ایک عرض سن لیجیے ، ابھی اس کے کانوں
میں مندرے نہ ڈالیے ۔
سنگلدیپ میں ایک رانی سندراں ھے ، اسے آس سے خیرات لانے کے لیے
بھیجیے ؛
وھاں سے بھیک مانگ لائے تو اسے جوگی بنا لیجیے ۔''
گورکھ پورن سے کہنے لگا ''بیٹا ! تم سندراں کے محلوں میں جاؤ ،
اس سے بھیک مانگ لاؤ ، جوگیوں کو کھانا کھلائیں گے ؛
سندراں کے اپنے ھاتھ سے بھیک لینا ، کسی باندی سے بھیک نہ لینا ،
پھر تمھیں اپنا چیلا بنا لوں گا ، پھر کسی جوگی کی بات نہیں مانوں گا ۔''
پورن اپنے دل میں خدا کا نام لے کر (سندراں کی) ڈیوڑھی کی طرف
چل دیا ۔
اس نے کاندھے پر جھولی ڈال لی اور بدن پر راکھ مل لی ،
اس نے بستی میں پہنچ کر آلکھ کی صدا لگا دی ۔
رانی سندراں کے محل بہت اونچے تھے ، وہ اس کے دروازے پر جا کر
کھڑا ھو گیا ۔
پورن کی آلکھ کی صدا سن کر رانی نے باندی کو بھیک دے کر بھیجا ،
باندی بھیک لے کر باھر آئی ، اس نے پورن کو دیکھا تو غش کھا کر
گر پڑی ۔
پورن اس سے کہنے لگا : ''میری بات سن لے ،
مجھے سچ بتا تو رانی ھے یا باندی ؟''
باندی نے واپس جا کر کہا : ''رانی ! میری بات سن ،
ایک ایسا جوگی آیا ھے جس کی آنکھیں سرخ ھیں ،
بارہ برس کی عمر اور صورت بے حد دلکش ۔
وہ مجھ سے بھیک نہیں لیتا ، تو اسے اپنے ھاتوں سے بھیک دے آ ؛
میں اس کی صورت دیکھ کر گڑ پڑی تھی ، مجھے اپنا کچھ ھوش نہ رھا ،
میں تیری ملازمت چھوڑ کر اس جوگی کے ساتھ چلی جاؤں گی ۔''

رانی نے موتیوں سے بھرا ھوا تھال آٹھایا اور محل سے نیچے آتری ،
جوگی کو کھڑا دیکھ کر اس کی جھولی میں موتی ڈال دیے ۔
''تجھے جوگ سے کیا ملے گا ، ھارے پاس رہ جا ،
ھارے پاس کروڑوں کی دولت اور بےشار لشکر ھے ،
تیری ماں کیسے زندہ ھے جس نے تجھے دودھ پلایا تھا ،
تیری بہن کیسے زندہ ھے جس نے تجھے گود میں کھلایا تھا ؛
میں اس فقیر کو جان سے مار دوں جس نے تیرے بدن پر راکھ مل دی ھے ؛
تجھے جوگ سے کیا ملے گا ؟ تو میرا خاوند بن جا ، میں تیری عورت ھو جاؤں گی''۔
پورن وھاں سے واپس گورکھ کے پاس آ گیا ،
اس نے بھیک نکال کر گورو کے سامنے رکھ دی ـــــــ موتی تھے اور جواھرات ۔
گورکھ نے اس سے کہا : ''بیٹا ! آٹے کی بھیک لا ،
یہ موتی میرے کام کے نہیں ھیں ، انھیں وھاں بکھیر دینا ،
اگر تجھے جوگ اختیار کرنا ھے تو اناج کی بھیک لا ''۔
گورکھ نے حکم دیا تو پورن اسی راستے واپس چل دیا ،
سندراں کے دروازے پر پہنچ کر اس نے دوبارہ آلکھ کی صدا لگائی ،
پورن نے صدا لگائی ، رانی نے سن لی اور فوراً دروازے پر آ گئی ۔
اس نے پورن کو بازو سے پکڑ لیا اور محل میں آوپر لے گئی ۔
''میری بہت خوش قسمتی ھے جو تو آ گیا ھے ، اب یہاں آرام سے حکومت کر''۔
پورن نے اس سے کہا : ''سچی بات بتاؤں ؟
میرے گورو کی بات مان اور کھانا کھلا دے''۔
رانی نے پوچھا : ''تجھے کس کس چیز کی خواھش ھے ؟
لڈو ، جلیبی ، پوریاں اور چوتھی چیز حلوہ ھے ؟''
چاروں کھانے تیار ھو گئے اور گاڑی پر لاد دیے گئے ۔
''جہاں تیرا گورو ھے ، انھیں وھیں لے جا ''۔
پورن بھیک لے کر گورو کے پاس واپس پہنچ گیا ،
اس نے ھاتھ باندھ کر عرض کی اور قدموں پر سر جھکایا

''یہ مجھ بھگت کی طرف سے کھانا پیش ہے ، خوب سیر ہو کر کھا لیجیے ،
اب میرے کانوں میں مندرے ڈال دیجیے اور بدن پر راکھ مل دیجیے''۔
سب چیلے تیار ہو گئے اور انھوں نے نادہ بجا کر اعلان کر دیا ،
نادہ کی آواز سن کر وہاں کئی ہزار چیلے جمع ہو گئے ۔
گورکھ نے اجازت دے دی اور پورن کو اپنے پاس بٹھا لیا ۔
''بیٹا ! کس کس نے بادل مانگے اور کس کس نے دھوپ چاہی ؟
کس کس نے کلام کی خواہش کی اور کس کس نے خاموشی کو پسند کیا¹ ؟''
''گورو جی ! مالیوں نے بارش مانگی اور دھوبیوں نے دھوپ چاہی ،
بھاٹوں نے بولنا مانگا اور فقیروں نے خاموشی پسند کی''۔
گورکھ نے اپنی جھولی جھاڑی اور وہاں سے مندرے نکل آئے ،
کنیپا چیلے نے پورن کے کان پھاڑ کر اس میں وہ مندرے ڈال دیے ،
انھوں نے اسے مالائیں اور ہار دیے اور اس کے بدن پر راکھ مل دی ،
گورکھ ناتھ نے اس پر نظر ڈالی اور اسے با کمال جوگیوں سے ملا دیا ۔
سندراں نے گورکھ کے پاس آ کر فریاد کی : ''مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا ؟
میں نے اپنا سارا مال و خزانہ لٹا دیا ہے ، اپنے پاس کچھ باقی نہیں رکھا ،
میں پورن کی خاطر یہاں آئی تھی ، تو نے اسے جوگی بنا لیا ہے ،
اگر تو سچا گورو ہے تو مجھے پورن کی بھیک دے دے''۔
گورکھ پورن سے کہنے لگا : ''بیٹا ! تم سندراں کے ساتھ جاؤ ،
میں گورکھ قول دے چکا ہوں ، اب تم جا کر حکومت کرو''۔
سندراں پورن کو اپنے ساتھ محلوں میں لے گئی :
''محل اور اصطبل اور یہ پھولوں کی سیج ، سب کچھ سنبھال لے ،
تو میرا خاوند ہے اور میں تیری عورت ، اب جوگ کا خیال دل سے نکال دے ،

---

۱ - اپنے چیلے کی دانش کا امتحان لینے کے لیے اس سے پہیلیاں پوچھ رہا ہے ۔ مرتب

تجھے جوگ سے کیا ملے گا ؟ میں گورکھ سے اجازت لے آئی ہوں''۔
پورن نے محل میں چار گھڑیاں گزاریں ، پھر اسی راہ چل دیا :
''میں جنگل بیابان کی طرف جا رہا ہوں ، سوا پہر کے بعد آؤں گا ''۔
باندی نے سوا پہر تک انتظار کیا ، پھر رانی کے پاس آئی :
''تیرا پورن بھاگ گیا ہے اور جا کر دوبارہ جوگیوں سے مل گیا ہے''۔
سندراں کلیجا تھام کر چل پڑی اور گورکھ کے پاس پہنچی :
''جو چیلا تو نے مجھے بخشا تھا ، اسے اب جوگیوں نے چھپا لیا ہے ،
یا تو وہ پورن مجھے دے دے ورنہ میں خنجر مار کر مر جاؤں گی
اور یا مجھے بھی اپنی چیلی بنا لے ، میں پورن کے پاس رہوں گی''۔
گورکھ نے اسے صاف دلی سے یوں جواب دیا :
''اے رانی ! جن کے کپڑے گیروے اور دل سفید ہیں ،
وہ باورے جنگل میں جا بستے ہیں ، جوگی کس کے دوست ہیں ؟
اب بھی وہیں جا کر تلاش کر ، پورن محل ہی میں ہوگا ''۔
وہ محل میں واپس آ کر پورن کو تلاش کرتی رہی مگر وہ کہیں نہ ملا ،
وہ اس قدر غمگین ہوئی کہ کھانا پینا بھول گئی ۔
پھر وہ محل کی چھت پر چڑھ گئی اور اس نے دور دور تک نگاہ دوڑائی ،
پورن کہیں نظر نہ آیا ؛ رانی نے محل سے نیچے گر کر جان دے دی ۔
گورکھ نے وہاں سے جھنڈا اکھاڑا اور ٹلے پر آ اترا ،
باقی سارے جوگی بھی وہاں آتر گئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی دھونی سنبھال لی ۔
گورکھ نے پورن سے کہا : ''تم سیالکوٹ کو جاؤ ،
ماتا کو سلام کرو اور پتا کے سامنے سر جھکاؤ''۔
اس نے گورو کے کہنے پر عمل کیا ، چار جوگی ساتھ لیے ،
وہ ٹلے سے چل کر سیدھے سیالکوٹ پہنچ گئے ۔
جب پورن اپنے باغ میں پہنچا تو باغ کی حالت سخت ابتر دیکھی ،
اس نے پانی کا برتن لیا اور اسے پودوں کی جڑوں پر چھڑک دیا ؛
سوکھا باغ ہرا ہو گیا اور خشک تالاب پانی سے بھر گئے ،
درختوں پر میوے لگے اور آموں اور اناروں نے پھل دیے ۔
مالی نے راجا سالواھن کے پاس جا کر یہ اطلاع دی :

"پورن کا باغ ہرا ہو گیا ہے اور تالاب پانی سے بھر گیا ہے"۔
راجا سالواہن نے مالی سے کہا : "تو میری بات سن ،
نہ گرج کر بادل برسے ہیں ، نہ پانی کی نہریں بہی ہیں ،
تو جھوٹ کہہ رہا ہے ، یہ تو نے خواب تو نہیں دیکھا ؟
جس دن سے پورن مرا ہے ، اسی دن سے یہ باغ آجڑ گیا ہے"۔
مالی نے ہاتھ باندھ کر عرض کی : "میں آپ سے سچی بات عرض کرتا ہوں ،
میں ڈر کے مارے سچ نہیں کہتا تھا ، میری خطا سے در گزر کیجیے ؛
پورن جیسا ایک جوگی اس باغ میں آ کے آترا ہے ،
اس کے کانوں میں خوبصورت مندرے ہیں اور وہ اور جوگیوں کے ساتھ وہاں بیٹھا ہے ،
چلیے، اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجیے، خدا نے آپ کا بیٹا آپ سے ملا دیا ہے،
مجھ پر کوئی الزام نہ لگائیے ، میری جان بخشی کر دیجیے"۔
راجا محل سے نکلا اور باغ میں آیا ،
اس نے جوگیوں کو سلام کیا اور ان کے قدموں پر سر جھکایا :
"میرے محل میں چل کر کھانا کھائیے ، میرے شہر کے اندر قدم رنجہ فرمائیے"۔
پھر اس نے پورن سے کہا : "میرے دل میں ایک اور بات ہے ، تمھاری شکل و صورت میرے بیٹے کی سی ہے"۔
جوگی نے جواب دیا : "میں آپ کو سچی بات بتاتا ہوں ،
جوگیوں کے لیے اپنا آسن چھوڑنا غلط ہے اور محل میں جانا باعث ننگ ہے ،
ہم یہاں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہریں گے ، پھر اپنا راستہ لیں گے ،
جو مر جاتے ہیں وہ پھر نہیں آتے ، وہ دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتے ۔
اگر آپ کے دل میں کچھ شبہ ہے تو رانیوں کو میرے پاس بھیج دیجیے ،
ان کا بیٹا کس شکل و صورت کا تھا ، وہ خود دیکھ کر پہچان لیں"۔
راجا باغ سے واپس لوناں کے پاس آیا :
"باغ میں پورن کی طرح کا ایک جوگی آ کے آترا ہے"۔
راجا اور لوناں دونوں محل سے نکلے اور اچھراں کو تلاش کرنے لگے ،
انھوں نے ساری بستی چھان ماری ، ایک بھٹی پر اس کی اطلاع ملی ،

رانی اچھراں سے راجا کہنے لگا : ''رانی ! میری بات سنو ،
تمھارے پورن کی سی شکل و صورت کا ایک جوگی آیا ھے ، میرے ساتھ چلو''۔
اچھراں آہ و فریاد کرنے لگی اور اس نے یوں کہا :
''میرے پورن کو لوناں نے قتل کر دیا تھا ، اس پر ایک مدت گزر گئی ،
اب پھر میرے زخم تازہ کرتے ہو ، نیا چرکا لگاتے ہو ؟
اب تو مجھے پورن اسی وقت ملے گا جب میں خود پرماتما سے جا ملوں گی''۔
لوناں اچھراں سے کہنے لگی : ''تم میرے ساتھ چلو ،
باغ میں جوگی آئے ھیں ، شاید خدا ھماری آس پوری کر دے''۔
لوناں کے کہنے پر اچھراں اس کے ساتھ ہو لی ؛
جب وہ باغ میں پہنچی تو اونچی آواز سے بین کرنے لگی :
''اے باغ لگانے والے ! اک بار مجھے بلا لے ،
اگر تو پورن ھے تو منہ سے بول، مجھے آنکھوں سے کچھ نظر نہیں آتا ''۔
پورن جوگی نے دل میں آلکھ کو یاد کر کے یوں جواب دیا :
''اے ماتا ! کس پورن کو ڈھونڈتی ہو ؟ کسے آواز دے رھی ہو ؟
میں پورن کو نہیں جانتا ، میں تو گورکھ کے پاس رھتا ھوں ،
اس سے جا کر معلوم کرو جس نے اسے مار کر پھینک دیا تھا ۔
ماتا ! پورن تو کبھی کا مر چکا ھے ، تم اب اسے ڈھونڈنے نکلی ھو ؟
مرے ھوئے کبھی واپس نہیں آتے ، اپنے دل کو صبر سے تسلی دو''۔
اچھراں زار و قطار روئی ، اس نے پورن کی آواز پہچان لی :
''میں اپنے پورن کو تلاش کر رھی ھوں اور اسی کو پکارتی ھوں ،
جیسے باغ سر سبز ھو گیا ھے ، اسے خود خدا نے سر سبز کیا ھے ،
اسی طرح پورن بھی مجھے مل جائے ورنہ میری جان نکل جائے گی''۔
جوگی ناھر سنگھ نے ماتا اچھراں کے پاس اپنا کپڑا پھینکا :
''ماتا ! یہ کپڑا اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگا ، پھر جوگی کو پہچان لینا ''۔
اچھراں نے کپڑا اٹھایا اور دل میں اپنے رب کو یاد کیا ،
اس کی آنکھیں روشن ھو گئیں ، اس پر خدا نے اپنا خاص کرم کیا ؛

پورن اور اس کی ماں کا ملاپ ہو گیا اور خود خدا نے یہ ملاپ
کرا دیا۔
پورن نے ماتا کے پاؤں پر سر رکھ دیا : ''ماتا ! میری سب خطائیں
معاف کرنا ''۔
ماتا اچھراں پورن سے کہنے لگی : ''اب تو یہاں بیٹھ کر حکمرانی کر ،
راجا سالواھن بوڑھا ہو گیا ھے ، اب اس کا آگے کوئی جانشین نہیں
ہوگا ؛
نہ کوئی رشتے میں تیرا چچا ھے ، نہ کوئی تیرا سگا بھائی ھے ،
نہ کوئی لوناں کا بیٹا ھے ، اب کون حکومت کرے گا ؟''
پورن نے ھاتھ باندھ کر باپ سے عرض کی : ''پتا ! میری بات غور
سے سنیے ،
اچھراں میری جنم کی ماں ھے اور لوناں دھرم کی ماں ھے ،
اس میں لوناں کا کچھ قصور نہیں ، مجھے ہر صورت یہ سزا ملنا تھی ،
یہ میری قسمت کا لکھا تھا جو پیش آیا ، لوناں پر کچھ الزام نہیں ،
جس بھٹی پر اچھراں نے اپنے دن گزارے ھیں ، اس کے مالک کو
آدھی سلطنت دے دیجیے ،
جو لڑکے میرے ھمجولی تھے ، انھیں منصب دار بنا دیجیے ؛
پانچ گاؤں کھدو چوھڑے کو دینا ، اس نے نمک حلال کیا تھا ،
رعایا کو دکھ نہ دینا ، پھر آپ آرام سے حکومت کریں گے ''۔
لوناں اور اچھراں دونوں کہنے لگیں : ''پورن ! ھماری بات سن ،
یہ راجا سالواھن کی حکومت ھے جو دھرم کے اصولوں پر چل رھی ھے ،
آگے اس کا کوئی اور لڑکا نہیں ، نہ تجھے ھمارے پاس رھنا ھے ،
اگر تجھے گورکھ ناتھ نے کچھ طاقت دی ھے تو ھمارا بھی دنیا سے
تعلق قائم کر دے۔[1]''
پورن نے کہا: ''اے ناھر سنگھ ! تو بھی اپنی جھولی آگے لے آ ''۔
پورن نے اپنا کاسہ الٹایا تو اس میں سے انگور اور چاول گرے :
''ماتا لوناں ! یہ لے ، انھیں ثابت نگل جا ، تیرے ھاں بیٹا پیدا ہوگا
مگر اس کی پیدائش سخت گھڑی میں ہوگی ،

---

۱ - راجا سالواھن کے ھاں بیٹا ہو جائے۔

اسے پیدا ہوتے ہی تہ خانے میں ڈال دینا ، اسے دنیا کی ہوا نہ لگنے پائے ،
وہ پیدائشی پاک دامن ہوگا بلکہ پاک دامنوں کا سردار ہوگا ،
وہ چاروں کونوں میں پھرے گا مگر اسے کبھی نقصان نہیں پہنچے گا ،
وہ گورکھ ناتھ کا چیلا بنے گا اور بڑا کامل ہوگا ؛
جیسے اچھراں پر گزری ہے ، یہی حال لوناں کا ہوگا ۔
وہ کئی ملکوں کی رانیوں سے بیاہ کرے گا مگر آگے اس کی اولاد نہ ہوگی ۔
مچھندر ناتھ جو لنکا میں رہتا ہے ،
اس کی لڑکی سیلونتی اس کو نیکی کے راستے سے ہٹا دے گی ،
اس کی اولاد میں سے گندھیلے[1] ہوں گے ، یہ پورن کی بد دعا ہے"۔
پورن ماتا پتا کے سامنے سر جھکا کر باغ سے چل دیا :
"یہ شہر سکھ چین سے آباد رہے ، یہ دنیا امن چین سے قائم رہے"۔
پورن ٹلے پر گورکھ کے پاس پہنچ گیا ،
اس نے گورکھ ناتھ کے قدموں پر سر جھکایا ، پھر اپنی سمادھ لگا کر بیٹھ گیا ۔
یہ پورن بھگت کا گیت ہے جسے قادر یار نے نظم کیا ہے ،
کئی اس کے شعر پڑھتے ہیں اور کئی اسے ڈھول اور سارنگی کے ساتھ گاتے ہیں ۔

---

۱ ۔گندھیلے بد ترین اور رذیل جرائم پیشہ لوگ ہیں جو زیادہ ضلع منٹگمری میں پائے جاتے ہیں ۔ مرتب

حکایت ۳۵

میر چاکر کے کارنامے

زیادہ تر غلام محمد بالچانی مزاری کے بیان سے بلوچی زبان میں لکھے گئے
اور ایم لانگ ورتھ ڈیمز نے انہیں ترجمہ کیا ۔

ضلع ڈیرہ غازی خاں ، اس کی قریبی پہاڑیوں اور کچی واقع بلوچستان کے رند بلوچوں میں میر چاکر کے کارنامے بہت سی کہانیوں اور جنگی گیتوں کے موضوع ہیں ؛ دو ایسے گیت مع تراجم مسٹر ڈیمز کے مضمون ''شمالی بلوچی زبان کے خاکے'' (غیر معمولی اشاعت آیشیاٹک سوسائٹی بنگال جرنل ۱۸۸۱ء صفحات ۱۳۷ تا ۱۴۸) میں چھپ چکے ہیں ۔ یہ نثری کہانی غلام محمد بالچانی مزاری سکنہ روجھان کے بیان سے اور درمیانی اشعار کچھ اس سے اور کچھ دوسروں سے لیے گئے ہیں ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میر چاکر کی کہانی سچی روایت ہے جسے کسی ادبی اثر نے تبدیل نہیں کیا ؛ یہ ایسے لوگوں میں سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے جو قریباً چار صد سال سے نا خواندہ ہیں ۔ اغلباً میر چاکر بھی حقیقی شخصیت ہے اور غالباً اسی کو ''برگ کے فرشتہ'' (جلد چہارم ۳۹۶) میں ''میر جاکر زند'' کہا گیا ہے جسے محمود شاہ لنگاہ والیٔ ملتان (۱۵۰۲ء تا ۱۵۲۴ء) کے زمانے میں آچ میں جاگیر دی گئی تھی ۔ 'فرشتہ' کی جو جلد راقم الحروف کو مل سکی ہے وہ نولکشور پریس لکھنؤ کی چھپی ہوئی ہے ؛ اس کے صفحہ ۳۲۹ پر یہ نام میر عماد کرویزی ہے ، برگز نے اس کا

وطن سولی پور اور فرشتہ نے سولی لکھا ہے جو غالباً سوی یا موجودہ سبی ہے ۔

جام نندا بھی تاریخی شخصیت ہے؛ یہ (۱۴۸۵ء تا ۱۴۹۲ء) سندھ کا بادشاہ تھا اور سولی (سبی) کا قلعہ اس سے شاہ بیگ ارغون (برگز جلد چہارم صفحہ ۴۲۷ ، فرشتہ صفحہ ۳۲۰) کے لشکر نے چھینا تھا ۔ شاہ بیگ اپنے باپ ذوالنون بیگ گورنر قندھار کا نمائندہ تھا جس نے اسی زمانے میں خود مختار حکومت قائم کر لی تھی (دیکھیے حیات بابر و ہمایون مصنفہ ارسکن، جلد اول ، صفحہ ۳۴۷ تا ۳۵۳) ۔ ذوالنون بیگ ھی غالباً موجودہ حکایات کا ذونو ہے اور اس کی ماں 'مائی بیگم' شاید ماہ بیگم ہو جس نے اپنے پہلے خاوند کی موت کے بعد شاہ بیگ سے شادی کر لی تھی ۔

اس کہانی میں ایک آور تاریخی کردار سہراب خاں دودائی کا ذکر بھی ہے جس کے متعلق فرشتہ کا بیان ہے کہ وہ اپنے دو بیٹوں اسماعیل خاں اور فتح خاں کے ساتھ کچ مکران سے آیا تھا اور اس نے شاہ حسین لنگاہ سے کوٹ کرور اور دھن کوٹ کا درمیانی ملک حاصل کیا تھا (فرشتہ صفحہ ۳۲۶) ؛ برگ دودائی کی جگہ دولّی لکھتا ہے (جلد چہارم صفحہ ۳۸۸) ۔ صاف ظاہر ہے کہ سہراب خاں دودائی اور میر چاکر کے درمیان رقابت تھی (فرشتہ صفحہ ۳۲۹ ، برگز جلد چہارم صفحہ ۳۹۶)۔ فرشتہ ایک جگہ سہراب خاں کو روھیلا[1] یا پہاڑی لکھتا ہے اور دوسری جگہ بلوچ ۔ اس کہانی میں دودائیوں کو دودا کی اولاد بتایاگیا ہے جو سمرا تھا ، اس نے ایک صالح نامی رند کی بیٹی سے شادی کی اور پھر بلوچوں ھی میں رہنے سہنے لگا ۔ مشہور ہے کہ ملک سہراب کے بیٹوں اسماعیل خاں اور فتح خاں نے ڈیرہ اسماعیل خاں اور ڈیرہ فتح خاں آباد کیے حالانکہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے

---

۱ - روھیلے غالباً علاقہ روہ واقع افغانستان کے رہنے والے تھے ۔
مترجم

حکمران ہوت بلوچ تھے ، دودائی نہ تھے ۔ ڈیرہ غازی خاں پر بھی نسبتاً جدید ایام تک مرزانی قابض رہے جو دودائیوں کی ایک شاخ ہیں ۔

اس تحقیقات سے میر چاکر کا زمانہ سولھویں صدی عیسوی کا آغاز متعین ہوتا ہے اور یہ خاصا صحیح اندازہ ہے ۔ غالباً بلوچی ترکوں یا مغلوں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور جب جام نندا کو سبی سے نکالا گیا ، اس وقت وہ انہیں کے ساتھ تھے ؛ وہاں سے وہ آہستہ آہستہ جنوبی پنجاب اور شمالی سندھ میں پھیل گئے ، کبھی وہ مغلوں کے ساتھ ہوتے کبھی ان کے مخالف ۔ معلوم ہوتا ہے کہ میر چاکر نے بابر کے حملے سے ذرا پہلے ستلج کے کنارے پر اچ میں جاگیر حاصل کی تھی ۔ اس حکایت میں اس کا ہمایوں کے ہمراہ دھلی تک جانا اور پھر ست گڑھ ضلع منٹگمری میں واپس آنا بیان کیا گیا ہے ۔ اس کا مقبرہ اب بھی اسی نواح میں بتایا جاتا ہے ؛ ملتان ڈویژن کے نقشے میں (سروے ۱۸۵۴ء—۵۶) اسے لاھور سے ملتان کی طرف جانے والی بڑی سڑک اور دریائے راوی کے کنارے کے درمیان سیدوالا کے بالمقابل بتایا گیا ہے اور اسے ''تکیہ نواب چاکر کا'' لکھا گیا ہے ۔

اس حکایت کے باقی اشخاص کے نام بھی بلوچوں میں زبان زد عوام ہیں ۔ میر چاکر کے بعد دوسرے درجے پر نوڈھ بنداغ آتا ہے جسے سخاوت کے لحاظ سے بلوچوں میں وھی حیثیت حاصل ہے جو عربوں میں حاتم طائی کو حاصل تھی ۔ ان ناموروں کے کارناموں کی داستانیں اکثر سنائی جاتی ہیں اور جدید گیتوں میں بھی ان کا تتبع کیا جاتا ہے ۔

جب بلوچوں نے کاچی پر قبضہ کیا ، اس وقت میر جلال خاں[1] کی اولاد میں سے رند اور لشاری سب سے بڑھے ہوئے تھے ۔ لشاریوں کی قیادت دو بھائیوں نوڈھ بنداغ اور باقر کے پاس تھی ، نوڈھ بنداغ کا

[1] ۔ بلوچوں کا ایک قدیم سردار ۔

ایک بیٹا گواہا رام نامی تھا اور باقر کے بیٹے کا نام رامن تھا ۔ رندوں کا سردار میر اسحاق تھا ، اس کے دو بیٹے تھے—میر حسن اور میر شیحک ۔ میر حسن کے پانچ بیٹے ہوئے—ریحان ، چیاند ، محمد ، ابراهیم اور میرحسن ؛ میر شیحک کا بیٹا میر چاکر تھا ، جو سارے رندوں کا سردار بنا ۔

سب بلوچ آٹھ کھڑے ہوئے اور کیچ ،مکران سے نکل کر خراسان میں داخل ھو گئے ، انھوں نے قلات ، مستانگ ، شال (کوئٹه) اور اس سارے علاقے پر قبضه کر لیا ؛ وہ ایک برس تک وھاں رھے ، پھر انھوں نے کچی کی طرف اپنے جاسوس بھیجے ؛ وہ کہتے تھے ''یہاں سخت سردی ھے ، ھم جاڑے یہاں نہیں گزار سکتے''۔ جاسوس آئے اور وہ سوی (سبی) ڈھاڈر ، گنداوا ، درہ ملا ، جھل اور باقی سارا علاقه دیکھ آئے اور واپس آ کر اس کے متعلق بتایا ؛ رندوں اور لشاریوں نے چڑھائی کی اور اس علاقے پر قبضه کر لیا ، رند میر چاکر کی زیر قیادت تھے اور لشاریوں کا سردار گواهارام تھا ۔ لشاری درہ ملا سے آئے اور رند درہ بولان سے ؛ رند سوھران ، سوی اور ڈھاڈر میں پہنچے ؛ سوی کا حکمران جام ننداں تھا ۔ میر چاکر جام نندا کی خدمت میں حاضر ھوا ، اندر داخل ھونے کے بعد پہلے اس نے اسے سلام کیا اور پھر زبردستی اس کے ساتھ تخت پر بیٹھ گیا ۔

پھر میر چاکر نے اس سے دریافت کیا : ''تیری اس سلطنت کی آمدنی کیا ھے؟'' جام نندا نے اسے بتایا که میری آمدنی اتنی ھے ۔ دوسرے روز جب میر چاکر اس کے سلام کے لیے آیا ، جام نندا وھاں سے بھاگ گیا ۔ اس کے بعد رندوں اور لشاریوں نے اس ملک پر قبضه کر لیا اور تین برس تک وھاں رھے ؛ رندوں نے سوی ، ڈھاڈر اور شوران لے لیا اور لشاریوں نے درہ ملا ، جھال اور گندھارا پر حکومت قائم کر لی ، انھوں نے سردی کا موسم کاچی میں گزارا اور گرمیوں میں خراسان تک بڑھتے گئے ۔

ایک روز رامن لشاری میر چاکر کے قصبے میں آیا اور ریحان کے گھر اترا ۔ رامن اور ریحان اپنی اپنی گھوڑیوں کے متعلق جھگڑ رھے تھے ؛ ریحان کہتا تھا ''میری گھوڑی زیادہ تیز رفتار ھے'' اور رامن اپنی گھوڑی کو تیز رفتار بتاتا تھا ، دونوں نے شرط بد لی ۔ ایک موچی کے پاس

سرخ رنگ کا ایک مینڈھا تھا جو بہت پلا ہوا تھا ، انھوں نے کہا ''ہم گھوڑیاں دوڑائیں گے ، جو گھوڑی اول آئے گی ، وہ یہ مینڈھا جیت لے گی اور جس کی گھوڑی سب سے پیچھے رہے گی ، وہ اس کی قیمت ادا کرے گا ''۔ مگر رندوں نے رات کے وقت رامن کی گھوڑی پر سے کپڑا اتار پھینکا جس کے باعث اسے سردی لگ گئی ۔ دن کے وقت انھوں نے گھوڑیوں پر زین کسے اور انھیں دوڑایا مگر رامن کی گھوڑی اول آئی ۔ رندوں نے گواھی دی کہ ریحان کی گھوڑی اول آئی ہے مگر انھوں نے جھوٹ بولا ۔ رامن بہت غصے میں آیا اور گھوڑی پر سوار ہو کر وھاں سے چلا گیا ۔

انھیں دنوں لشاریوں نے گوھر نامی ایک عورت کو جو بہت سے اونٹ رکھتی تھی ، درہ ملا سے باھر نکال دیا ؛ اس نے اپنے اونٹوں کے گلوں سمیت میر چاکر کے پاس پناہ لی ، میر چاکر نے اسے کچرک میں آباد کیا ۔

گھوڑیاں دوڑانے کے واقعے کے بعد رامن وھاں سے چلا گیا اور اس نے اور لشاریوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور انھوں نے گوھر کے چند اونٹوں کے بچے مار ڈالے ۔ میر چاکر اور گواھا رام دونوں کو گوھر سے محبت تھی مگر گوھر چاکر سے زیادہ پیار کرتی تھی ۔ اونٹوں کے مارے جانے کے بعد ایک روز چاکر آیا اور گوھر کے ڈیرے پر آترا ۔ شام کے وقت جب اونٹنیاں باھر سے آئیں تو وہ بلبلا رھی تھیں ، چاکر نے گوھر سے پوچھا ''تمھاری اونٹنیاں کیوں بلبلا رھی ھیں ؟'' گوھر نے اصل واقعہ نہ بتایا مگر ایک ساربان کہنے لگا ''پرسوں رامن لشاری نے ان کے بچے مار دیے تھے''۔ چاکر کو بہت غصہ آیا ، اس نے واپس گھر پہنچ کر سب طرف اپنے سوار دوڑا دیے اور یہ کہہ کر سب رندوں کو اکٹھا کر لیا کہ ''آؤ ، ہم لشاریوں سے لڑیں''۔ لشاریوں کو بھی اطلاع پہنچ گئی کہ رند اکٹھے ہو رہے ھیں ۔ لشاری عمر نوھانی کی طرف چلے گئے ، گواھا رام نے کہا ''رند ھم پر حملہ کرنے والے ھیں ، ھم تیرے پاس آئے ھیں ، ھمیں اپنی پناہ میں لے لے''۔ کیونکہ نوھانی بھی رند تھے ، عمر نے کہا ''چاکر طاقتور انسان ہے ، میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ، میں اس کے پاس اپنے آدمی بھیجتا

هوں ، شاید وہ صلح پر آمادہ ہو جائے"۔ عمر نے کہیریوں کو اس کے پاس بھیجا ، "میر چاکر سے کہنا ہم سے نہ لڑے کیوں کہ وہ بھی بلوچ ہے اور ہم بھی بلوچ ہیں ۔ یہ مناسب نہیں کہ ہم آپس میں لڑائی کریں"۔ مگر چاکر نے جواب دیا "میں تو ضرور لڑوں گا" اور اس نے ایلچی کو یہی جواب دے کر واپس کر دیا ۔ تب عمر نے کہا "اب ہمیں مردوں کی طرح اس کا مقابلہ کرنا چاہیے"۔ انہوں نے نالی نالے کے منبع کے پاس مورچے قائم کیے ، وہاں سخت لڑائی ہوئی اور انہوں نے رندوں کو مار بھگایا ۔ رندوں نے شکست کھائی اور سات سو رند وہاں مارے گئے ، مرنے والوں میں میرھان بھی تھا جو میر چاکر کا ہم پایہ تھا ۔ ایک ڈوم یہ خبر لایا کہ رند بھاگ گئے ، شیحک[1] نے پوچھا "میر مارا گیا ہے یا بچ گیا ہے ؟" ڈوم نے جواب دیا "میر چاکر جان بچا لے گیا ہے مگر میر ھان مارا گیا ہے"۔ تب شیحک نے کہا "میر سے میری مراد میر ھان تھی"۔

چاکر شکار کھیلنے کے لیے گیا اور وہ
اس وقت واپس آیا جب اونٹ چر کر واپس آ رہے تھے ؛
کچھ عرصے کے لیے وہ بیٹھ گیا اور اس نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی ۔
اونٹنیاں گرد اڑاتی آ رہی تھیں ،
ان کے تھنوں سے دودھ ٹپک رہا تھا ۔
پھر میر چاکر نے خود خوبرو گوھر سے کہا
"تیری اونٹنیاں کیوں گرد اڑاتی آتی ہیں ؟
ان کے تھنوں سے دودھ کیوں ٹپک رہا ہے ؟"
خوبرو گوھر نے جواب دیا "میری اونٹنیوں نے زھریلی جھاڑیاں کھا لی تھیں ،
ان کے بچے مر کر گر پڑے تھے"۔
مگر پاس سے میلو ساربان بولا
"پرسوں یہاں لشاری آئے تھے ،
وہ بڑی شان سے گھوڑیاں دوڑاتے آئے ،

---

۱ ۔ میر چاکر کا باپ اور میر ھان کا چچا ۔

انھوں نے ھارے دو آونٹ کے بچے مار ڈالے
اور پھر اسی طرح گھوڑیاں دوڑاتے واپس چلے گئے"۔
چاکر کو بہت افسوس ھوا ،
اس نے سات ھزار رندوں کو اکٹھا کیا اور کہا
"آؤ ، ھم چار صد ایک جیسے جوانوں کا جتھہ بنائیں ،
پھر ھم نیچی پہاڑیوں سے چھپ کر نکلیں
اور تیزی سے بریواغ خاں کا پیچھا کریں"۔
مگر ساتھیوں نے چاکر کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہنے لگے
"چاکر ! اپنے غصے کو روکو ،
نوحانی تعداد میں ایک ھزار ھیں
اور وہ لشاریوں کے بھائیوں کو مار چکے ھیں"۔
پھر ان کے دو خود سر آدمی ،
جارو اور جوشیلا ریحان بولے
"کیا تم بریواغ کے تیروں سے ڈرتے ھو ؟
ھتھیاروں کے متعلق فکر نہ کرو ، ھتھیار تمھیں بہت مل جائیں گے ،
ریت تلخ غذا ھے"۔
پھر ڈوم بولا
"ھم تم سے دور ھی بریواغ خاں کا فیصلہ کر دیں گے ،
ھم تیغ زن لشاری ھیں ،
ھم نے پانی کے کنارے ڈیرے ڈالے ھیں ،
اگر ھارا ان سے مقابلہ ھو گیا
تو تم خود دیکھ لو گے کہ کس کا پلہ بھاری رھتا ھے ،
کس کے سردار فتحیاب ھوتے ھیں ،
اور کون مال غنیمت حاصل کرتا ھے ؟"
یہ کہہ کر
انھوں نے سردار کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی
اور جاسوسوں کو خبر لانے کے لیے آگے بھیج دیا ،
پھر انھوں نے پہرے کے لیے ایک لفظ مقرر کر دیا ۔
جاسوس تمام علاقے میں پھیل گئے ،
انھوں نے وھاں نلی کی گھاٹی میں

ایک سو مختلف آبادیاں دیکھیں ،
پھر انھوں نے ان میں سے گاجان کا قصبہ ڈھونڈا ۔
گواھا رام کے آونٹوں کا ایک گلہ وھاں سو رھا تھا ؛
صبح کے وقت انھوں نے
گاجان کے قلعے پر سامنے سے حملہ کر دیا ،
اور گواھا رام کے آونٹوں کے گلے کو مار ڈالا
اور گلہ بان سافان کے ھاتھ کاٹ ڈالے ؛
یہ گوھر کے آونٹوں کا بدلہ تھا ،
اس عورت کی بےعزتی اور جھگڑا اس کا سبب بنے ۔
پھر لشاریوں کا لشکر نکلا
اور سورج کے پوری طرح طلوع ھونے تک وہ آونچی پہاڑیوں کی دوسری طرف پہنچ گئے ،
انھوں نے رندوں کا پیچھا کیا اور انھیں جا لیا
اور انھیں مار مار کر بھگا دیا ۔
میر ھان وھاں مارا گیا
اور اس کے ساتھ ایک جیسے سات سو جوان ۔
چاکر غم زدہ واپس آیا ،
میر ھان کے غم میں روتا ھوا ،
جس کے بال خوبصورت تھے ؛
وہ بھوکا پیاسا درہ لاھری کی جانب روانہ ھو گیا ۔

اس کے بعد چاکر ترکوں[1] کے پاس التجا لے کر گیا ، ترکوں کے سردار کا نام ذونو تھا مگر صبح کے وقت لشاری بھی وھاں پہنچ گئے ، انھوں نے ترکوں کو رشوت دی اور کہا ''چاکر کو مار ڈالو''۔ مگر ترکوں میں ایک با اعتماد سردار پھلی تھا ، اس نے چاکر کو بتا دیا کہ لشاری آئے ھیں اور انھوں نے ترکوں کو رشوت دی ھے ، ترک سردار نے چاکر کو بلایا اور اس سے کہا

''اگر مرد اکیلا رہ جائے ،

---

۱ ۔ مغلوں سے مراد ھے ۔

اس سے هتھیار چھن جائیں ،
اور اس کے جانی دشمن اسے گھیر لیں ،
پھر بتاؤ وہ کیا کر سکتا ھے ؟''
چاکر نے جواب دیا :
''هاتھ اور دل ایک دوسرے کے مددگار هوں گے ،
اس کے علاوہ اور کسی مدد کی کیا ضرورت ھے ؟''۔

انهوں نے چاکر کے هتھیار لے لیے اور اس سے کہا ''اپنے گھر کو چلے جاؤ''۔ پھر انهوں نے ایک مست هاتھی کو چاکر پر چھوڑ دیا اور کہا : ''اسے مار دو''۔ هاتھی چاکر کی طرف بڑھا۔

بازار میں ایک کتا پڑا تھا ،
چاکر نے اسے ٹانگ سے پکڑا
اور هاتھی پر دے مارا -
جب کتا هاتھی کو لگا
هاتھی مڑ کر بھاگ گیا ۔

اس طرح چاکر کی جان بچی ۔ ترکوں نے اسے واپس بلایا اور انعام دیا ۔

ایک بار پھر لشاری ترکوں کے پاس آئے اور انهیں ایک بڑی رقم دی ، پھلی نے پھر چاکر کو بتایا کہ لشاریوں نے دوبارہ ترکوں کو رشوت دی ھے ۔ اگلے روز ترکوں نے چاکر کو بلایا اور اس سے کہنے لگے ''تم بلوچوں میں قوی ترین انسان هو ، یہ ایک شیر ھے ، اس سے مقابلہ کرو''۔ انهوں نے شیر کو چھوڑ دیا اور وہ سیدھا چاکر کی طرف آیا ، چاکر نے شیر کو تلوار کے ایک هی وار سے مار ڈالا ؛ ترکوں نے پھر اسے انعام دیا ۔

تیسری بار پھر لشاری ترکوں کے پاس آئے اور انهیں رشوت دی ، پھلی نے پھر چاکر کو بتا دیا ۔ ترکوں نے تیسری بار چاکر کو بلایا ؛ اب کے انهوں نے ایک کنواں کھدوایا اور اس کے اوپر سرکنڈے بچھا دیے ۔ پھر وہ ایک سرکش گھوڑا لائے اور چاکر سے کہنے لگے ''اس گھوڑے پر سوار هو جاؤ اور اس کے ذریعے اس کنویں کو پھاندو''۔ چاکر سات بار اس گھوڑے پر سوار هوا اور اسے دوڑاتا هوا

کنویں کے اوپر سے پھلانگ کر نکل جاتا رہا مگر وہ گڑھے میں نہ گرا اور زندہ و سلامت رہا ۔ ترکوں نے پھر اسے انعام و اکرام دیا ۔

بعد میں یہ خبریں ذونو کی ماں مائی بیگم تک پہنچیں ، اس نے ترکوں سے کہا ''چاکر بلوچوں کا اصلی سردار ہے ، اب اسے اور تنگ نہ کرو بلکہ ذونو کو اجازت دو کہ وہ اپنی فوج اس کی مدد کے لیے لے جائے''۔ اس پر ذونو اپنی فوج لے کر بڑھا ، لشاری بھاگ گئے ، چاکر نے ان کا تعاقب کیا اور رامن کو مار ڈالا ، رامن کے ساتھ پانچ سو لشاری مارے گئے ۔

اس کے بعد لشاریوں نے گجرات کا رخ کیا ، گجرات میں ان کی لڑائی یوں ہوئی : بنگل نامی ایک لشاری تھا ، گجرات کا ایک نوجوان گنے اٹھائے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا ۔ بنگل نے اس سے کہا ''یہ چارہ میری گھوڑی کو ڈال دو''۔ نوجوان نے کہا ''یہ چارہ نہیں ، گنے ہیں ، میں نہیں دوں گا ''۔ بنگل نے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اسے مارا جس سے وہ مر گیا ۔ اس نوجوان کے ماں ، باپ اور بہت سے اور لوگ مل کر بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے یہ شکایت کی : ''بلوچ نامی ایک قوم یہاں آئی ہے ، وہ ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کو مار ڈالتے ہیں ، اپنے گھوڑوں کو گنے کھلاتے ہیں اور ملک کو برباد کرتے ہیں ''۔ بادشاہ نے اپنی فوج کو بلوچوں سے لڑنے کا حکم دیا ، رامن کے باپ باقر نے سب لشاریوں کو اکٹھا کر کے راجا کی فوج کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دے دی ۔ بادشاہ نے باقر بلایا اور انعام دیا ؛ اس نے اسے پچاس گھوڑے ، پچاس ریشمی پٹکے اور پچاس خنجر انعام میں دیے ۔ اس نے کہا ''یہ انعام لو ، اس کے علاوہ گندھاوا اور متھاو کی جاگیر بھی تمھیں دی جائے گی کیوں کہ تم دلیر آدمی ہو''۔ اس کے بعد لشاری آ کر گندھاوا ، متھاو اور جھل میں آباد ہو گئے ، آج تک لشاری وھیں آباد ھیں اور مگسی وغیرہ انھیں کی شاخیں ھیں ۔

مگر رند ، سوی اور ڈھاڈر ھی میں آباد رہے ، ذونو نے لشاریوں کی عورتیں بطور یرغمال اپنے پاس رکھ لیں ۔ ایک روز چاکر نے ذونو سے کہا ''میں ان کا زر فدیہ ادا کر دیتا ہوں ، آپ انھیں رہا کر دیں'' اور اس نے ایک لاکھ روپے اپنے پاس سے ادا کر دیے ؛ ذونو نے لشاری عورتوں کو رہا کر دیا ۔

جب چاکر نے ان عورتوں کو مغلوں سے رہائی دلوائی تو ان پر محافظ مقرر کر دیے ۔ ایک روز محافظ دستے کا ایک سپاہی عورتوں سے بری طرح پیش آیا ؛ صبح کے وقت عورتوں نے کہا ''یہ آدمی بلوچ نہیں ، لغاری (نجس) ہے''۔ اس دن سے اس کا نام لغاری پڑ گیا ، لغاری اسی کی اولاد ہیں ۔ دوسری رات دریشک کا پہرہ تھا ، بارش ہونے لگی ، دریشک نے ساری رات کھڑے رہ کر خیمہ سنبھالے رکھا اور اسے عورتوں پر نہ گرنے دیا ۔ اگلے روز چاکر نے عورتوں سے پوچھا ''رات کیسا محافظ تھا ؟'' وہ کہنے لگیں ''رات تو کوئی سنہری رند تھا''۔ اس رات سے دریشکوں کو سنہری دریشک کہتے ہیں ۔

اس کے بعد چاکر اور ذونو میں لڑائی ہو گئی ، چاکر نے ذونو کو مار ڈالا اور اس کی فوج کو شکست دے دی ۔

ایک روز جب رندوں اور لشاریوں میں جنگ چھڑی ہوئی تھی ، چاکر اکیلا اپنے گھوڑے پر سوار گوہر کے گاؤں میں پہنچ گیا ، دوسری طرف سے گواھا رام ایک سو سواروں کے ساتھ آ گیا ۔ گوہر نے میر چاکر سے کہا ''آج گواھا رام کی تم سے لڑائی ہو جائے گی اس لیے تم چلے جاؤ''۔ چاکر وھاں سے نکل گیا مگر گواھا رام کے سواروں نے اس کا پیچھا کیا ۔ وہ آگے تھا مگر انھوں نے اسے آ لیا ۔ عین اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا ، گواھا رام چلا گیا اور دلملکھ رند کے ھاں مہمان ٹھہرا ۔ دلملکھ بہت دولتمند تھا ، اس نے ایک سو دنبے ذبح کیے اور ان کا کھانا پکایا ، اس نے اناج کی سو بوریاں لا کر ان کے سامنے رکھ دیں ، گوشت پک گیا تو اس نے سو دنبوں کی 'چکلیاں' سو رکابوں میں رکھ کر ان کے سامنے پیش کیں ؛ ساتھ اس نے سو سفید دستوں والے خنجر بھی رکھے ، ایک ایک چکلی میں ایک ایک خنجر گڑا تھا ۔ گواھا رام بولا ''لشاریوں ! رندوں کا رھنا سہنا دیکھو''۔ لشاریوں نے کہا سو بوریاں اناج تو ہم بھی لا سکتے ہیں ، سو دنبے بھی ذبح کر سکتے ہیں مگر سو سفید دستوں والے خنجر ایک جگہ اکٹھے نہیں کر سکتے''۔ بعد میں دلملکھ گواھا رام کے ھاں آیا ، گواھا رام نے پوچھا ''دلملکھ! تم نے اس رات وہ سو خنجر کہاں سے لیے تھے ؟'' اس نے بتایا ''میرا ایک منہ بولا بھائی ہے جو لوھار ہے ، وہ ہر چھ ماہ کے بعد مجھے پچاس خنجر لا دیتا ہے اور میں اسے معاوضے میں ایک اونٹ

دے دیتا ہوں ، وہ پچاس خنجر میں رندوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ پچھلے چھ ماہ کے خنجر ابھی میرے پاس پڑے تھے ، میں نے انہیں تقسیم نہیں کیا تھا کہ پچاس اور آ گئے ؛ اس طرح میرے پاس ایک سو اکٹھے ہو گئے''۔

اس کے بعد دلملکھ رند جوئے میں اپنی ساری دولت ہار گیا اور بالکل خالی ہاتھ رہ گیا۔ ایک روز وہ ایک رند کے گاؤں میں ٹھہرا ، گاؤں کا مالک وہاں نہ تھا ، نیک بخت عورت نے اسے سونے کے لیے ایک چٹائی دے دی ، پاس ہی مالک کی گھوڑی بندھی تھی۔ عورت دلملکھ سے کہنے لگی ''گھوڑی بھوکی ہے ، یہ درانتی لو اور اس کے لیے گھاس کاٹ لاؤ''۔ جب وہ گھاس لے کر آیا تو اس کے ہاتھ لہو لہان تھے اور اس کے ہاتھوں کا خون گھاس کو بھی لگ گیا۔ اگلی صبح دلملکھ چلا گیا، عورت نے گھاس کو وہاں پڑے دیکھا ، گھوڑی نے اسے نہیں کھایا تھا کیوں کہ اس پر خون کے دھبے تھے۔ جب مالک گھر آیا تو عورت نے اسے ساری بات کہہ سنائی ، وہ بولا ''وہ دلملکھ تھا جو رات تمہارا مہمان تھا اور جو گھاس کاٹ کے لایا تھا''۔

تب دلملکھ نے یہ گیت کہا :

''مشہور دلملکھ نے جوا کھیلا
اور اس کے معزز بھائی بندوں نے
اسے بغض و عناد کے باعث
اپنے ہاں سے نکال دیا۔
رندوں کی مجلسوں اور گھروں سے
رند عورتیں اسے ''چچا'' کہتی ہیں ،
وہ اس کے ہاتھ میں درانتی دیتی ہیں
اور مشہور دلملکھ
زخمی اور مریل ٹٹوؤں کے لیے گھاس کاٹنے جاتا ہے۔
میں نے اپنے شاندار جوتے آتار دیے ہیں
اور اپنے پیتل کے سہمیز ایک طرف رکھ دیے ہیں ؛
اب کھجور کے پتوں کی چپلیاں میرے پاؤں زخمی کرتی ہیں ،
اور میری سمجھ گھوڑیوں کے قابل بھی نہیں رہی۔

میں نے انھیں ایک بے سود خوشی کے عوض دے دیا ،
ھڈیوں کے چند رنگین پانسے ان کی کہانی تھے ۔''

ان دنوں گواھا رام نے دلملکھ سے کہا '' آؤ ، لشاریوں میں شامل ہو جاؤ اور میں تمھیں بہت سا روپیہ ، گھوڑے اور آونٹ دوں گا ''۔
دلملکھ نے اسے یوں جواب دیا :
''خدا کسی رند کو لشاری نہ کرے ،
مسلمان کبھی ھندو نہیں ہو سکتا ،
نہ وہ کافروں کا زنار پہن سکتا ھے ۔''

ایک دفعہ کا ذکر ھے ھیوتان ، جارو ، نودہ بنداغ اور میرھان چاروں اکٹھے بیٹھے تھے ، ھر ایک نے یوں قسم کھائی : ھیوتان نے کہا ''اگر کسی کا آونٹ میرے گلے میں مل جائے تو میں اسے کبھی واپس نہیں کروں گا ''، جارو نے یہ قسم کھائی ''جو کوئی میری ڈاڑھی کو ھاتھ لگائے گا ، میں اسے قتل کر دوں گا اور جو کوئی ھدا کو قتل کرے گا ، میں اسے بھی جان سے مار دوں گا ''۔ نودہ بنداغ کی قسم یہ تھی ''میں کبھی روپے کو ھاتھ نہیں لگاؤں گا ۔ اگر کوئی سائل مجھ سے کوئی چیز طلب کرے گا تو میں وہ چیز اسے دے دوں گا ، انکار نہیں کروں گا ''۔ میر ھان کی قسم یہ تھی ''اگر میں کسی رند عورت کو مشکیزہ اٹھائے دیکھوں گا تو اسے ضرور ایک لونڈی دوں گا ''۔

ایک روز خدا کا کرنا ایسا ھوا کہ میر چاکر کا ایک آونٹ ھیوتان کے گلے سے مل گیا ، ھیوتان نے اسے رکھ لیا اور واپس دینے سے انکار کر دیا ۔ رند اکٹھے ھو گئے اور کہنے لگے : ''ھم ھیوتان سے لڑیں گے ، ھم اسے میر چاکر کا آونٹ نہیں لینے دیں گے'' مگر میر چاکر نے کہا : ''میرے ایسے کئی آونٹ شیروں نے پھاڑ کھائے ، کئی ایسے آونٹ میں نے مانگنے والوں کو دے دیے ، اسے یہ آونٹ رکھ لینے دو ، ھم اس سے نہیں لڑیں گے''۔ اگلے دن لشاریوں نے حملہ کر دیا اور میر چاکر کا ایک گلہ بھگا لے گئے ، چاکر نے ان کا پیچھا کیا اور انھیں جا لیا ، رندوں اور لشاریوں میں لڑائی ھوئی اور رندوں

نے شکست کھائی ۔ جب رند چاکر کے همراہ واپس آ گئے تو هیوتان نکلا اور اس نے لشاریوں کا تعاقب کر کے انهیں جا لیا ۔ ان سے لڑائی کی ، انهیں شکست دی اور ان سے وہ گله چھین کر واپس اپنے گھر لے آیا ۔ رندوں نے اس سے لڑائی کی تیاری کی ، وہ کهنے لگے ''چاکر کا گله ھے ، هم اسے هیوتان کے پاس نهیں رهنے دیں گے''۔ مگر چاکر نے کها ''یه وهی گله ھے جسے میرے دشمن لیے جا رھے تھے ، اب اگر هیوتان نے اسے ان سے چھین لیا ھے تو یه اسی کے پاس رهنے دو ، کسی نه کسی دن یه همارے هی کام آئے گا ، بهتر ھے که یه دشمنوں کی بجائے دوستوں کے پاس رھے''۔

جارو کی کهانی یه ھے : ایک دن چاکر اور جارو مجلس میں بیٹھے تھے ، چاکر نے دایه سے کها ''جارو کے بیٹے کو یهاں لاؤ''۔ دایه اس کے بیٹے کو لے آئی ۔ چاکر نے پھر اس سے کها ''اسے جارو کی گود میں بٹھا دو''۔ جارو نے دایه کو منع کیا ''اسے میرے قریب نه لانا'' مگر چاکر نے دوبارہ دایه سے کها ''نهیں نهیں ، اسے آگے لاؤ اور جارو کی گود میں بٹھا دو''۔ دایه اسے آگے لے آئی اور جارو کی گود میں بٹھا دیا ، بچے نے کھیلتے کھیلتے اپنا هاتھ جارو کی ڈاڑھی کو لگا دیا ؛ جارو نے ایک هاتھ سے بچے کا هاتھ پکڑا ، دوسرے سے اپنا خنجر نکالا اور اسے بچے کے پیٹ میں بھونک دیا ، بچه وهیں مر گیا ؛ تب وہ کهنے لگا ''دایه آؤ ، اسے لے جاؤ ، اب چاکر خوش هو گیا هوگا''۔

چاکر نے ایک روز هدا سے کها ''جارو کی ڈاڑھی کو هاتھ لگاؤ ۔ اگر وہ تمهیں مارے گا تو اسے اپنے آپ کو بھی مارنا پڑے گا ، پھر هم دیکھیں گے که وہ اپنی قسم توڑتا ھے یا پوری کرتا ھے''۔ ایک دن جارو اور هدا اپنی گھوڑیاں دوڑا رھے تھے ، هدا کی گھوڑی آگے نکل گئی اور اس نے جارو کے پاس سے گزرتے هوئے اس کی ڈاڑھی کو هاتھ لگا دیا ۔ تین چار ماہ گزر گئے ، ایک دن جارو نے هدا اور شاهو کو (جو اس کی بهن کا بیٹا تھا) اپنے همراہ لیا ، وہ اکٹھے باهر آ گئے ۔ انهوں نے ایک جگه اپنے گھوڑے باندھے اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے ، جوں هی هدا کی آنکھ لگی ، جارو نے شاهو سے کها ''هدا کو

اپنی تلوار سے قتل کر دو''۔ شاھو نے اسے تلوار کے ایک ھی وار سے موت کی نیند سلا دیا۔ تب جارو نے اسے کہا ''اب قبر کھودو تاکہ ہم اسے دفن کر دیں مگر دو آدمیوں کے لیے قبر کھودنا کیوں کہ ھدا میرا دوست تھا ''۔ جوں ھی شاھو نے قبر کھودی ، جارو نے اسے بھی اپنی تلوار سے قتل کر دیا اور دونوں کو اسی قبر میں دفن کر کے واپس آ گیا ۔ جب ھدا اس کے ھمراہ نہ لوٹا تو چاکر نے کہا ''میں جارو کو ھدف ملامت بنانے کے لیے ایک گیت تیار کروں گا کیوں کہ اس کا دوست لاپتا ھے''۔

شیحک کا بیٹا چاکر اس دن کے متعلق جب جارو کی ڈاڑھی کو ھاتھ لگایا گیا تھا اور ھدا کے قتل کے متعلق یوں گاتا ھے :

''اے مغلو ! اپنے گھوڑے پر زین کسو ،
وہ گھوڑا جو ھرن یا شیر کی طرح تیز رفتار ھے ۔
اپنے برق رفتار عربی گھوڑے پر زین کسو
اور اسے میرے پاس لاؤ
تاکہ میں تمھیں اپنے خیالات سے آگاہ کروں ۔
رند میرے پھاڑ اور قلعے ھیں
مگر جو رند مارا جائے ، اس کے لیے کوئی راستہ نہیں ،
اس کی زندگی دونوں طرف سے بند ھے
کیوں کہ وہ مقابلے میں جیت گیا تھا ،
اس لیے جارو نے اسے اس کے ساتھی سمیت قتل کر دیا ،
اس نے چھری اور خنجر سے دونوں کو ھلاک کر دیا
کیوں کہ اس نے اس کی گھنی ڈاڑھی کو ھاتھ لگایا تھا ،
ھدا نے گستاخی سے اس کی ڈاڑھی پکڑ لی تھی''۔

جلمب کے بیٹے جارو نے چاکر کے گیت کا یوں جواب دیا :

اے ھنستے ھوئے مزیدو ! میری بات سنو ،
میں تمھیں ایک عجیب و غریب کہانی سناتا ھوں ،
یہ عجیب کہانی بہت سے الفاظ میں ھے ۔
اے نواب چاکر ! غلط بیانی نہ کر ،
غلط بیانی نہ کر ، کہیں لوگ تجھے جھوٹا نہ سمجھ لیں ۔

جھوٹ کو اپنے (دانتوں) سے باھر نکال دے
اور اپنی زبان کو پاک رکھ ۔
اے بلند شان میر ، سچا رہ ،
اے چاکر نواب ، سچا رہ ۔
میری گھنی ڈاڑھی کو ھاتھ لگایا گیا تھا
اور اس طرح میری جان مجھ سے لے لی گئی تھی
کیوں کہ یہ میرے لیے دوگونا شرم کا باعث تھا ۔
اس ذلیل گستاخی کی پاداش میں
ایک دن ھدا اور شاھو دونوں
اپنے گھر سے دور زمین میں مدفون ھوئے۔
اس کی کمان اس کے پاس تھی ،
اس کا تھیلا سونے سے بھرپور تھا ،
اس کا میان نیا تھا
مگر اسے اس کے ساتھی کے ساتھ موت کی نیند سلا دیا گیا ۔
چاقو اور خنجر نے ان دونوں کا کام تمام کر دیا ،
انھوں نے ایک معمولی خوشی کی خاطر اپنی جانیں گنوا دیں
اور ان کے بدن باھر پڑے رہ گئے ۔
ھدا پان اور لونگ چباتا ،
پھر کبھی اپنی عورتوں کے پاس
اپنے چار دیواروں والے گھر میں واپس نہ آیا
اور نہ کبھی چاکر کی حسین بہن[1]
بناری کے گلے میں بازو ڈال کر اس کے قریب بیٹھا ،
بناری ، جو بہترین عورت ھے ۔
ھدا کو ڈھونڈنا ھے تو جنگل میں جاؤ ،
ھدا وھاں ایک دوھری قبر میں پڑا ھے ۔

اب نودہ بنداغ لشاری کی کہانی سنیے : ایک دفعہ چاکر نے نودہ بنداغ کو بلایا اور اسے روپوں سے بھرے ھوئے دو بورے انعام

---

۱ ۔ ھدا میر چاکر کی بہن بناری سے بیاھا ھوا تھا ۔

میں دیے مگر بوروں میں نیچے سوراخ کر دیے تاکہ روپے گرنے لگیں اور نودہ بنداغ کے لیے انہیں ہاتھ لگانا ضروری ہو جائے۔ نودہ بنداغ نے دونوں بورے اپنی گھوڑی پر رکھے اور وہاں سے چل دیا روپے سوراخوں میں سے گرتے رہے مگر اس نے انہیں ہاتھ نہ لگایا یہاں تک کہ سارا روپیہ نیچے گر گیا۔ اس کے سامنے کچھ عورتیں مازو چن رہی تھیں، وہ چلائیں: ''اے نودہ بنداغ! تمھارا نام زر افشاں مشہور ہے، ہمیں بھی کچھ دیتے جاؤ''۔ نودہ بنداغ نے جواب دیا: ''میری گھوڑی کے پیچھے پیچھے چلتی آؤ اور اپنی ضرورت کے مطابق روپے چنتی جاؤ''۔ ان نیک بخت عورتوں نے ایسا ہی کیا اور روپیہ چن کر لے گئیں۔ اس دن سے نودہ بنداغ کا نام زر فشاں مشہور ہوا مگر اس کے بھائی بند اس سے سخت ناراض ہوئے۔ وہ کہنے لگے! ''نودہ بنداغ تم اپنی ساری جائداد تقسیم کر دو گے، کچھ اپنے پاس بھی رہنے دو ورنہ بالکل قلاش ہو جاؤ گے''۔ نودہ بنداغ نے ان کے جواب میں یہ گیت کہا:

''اے لوگو! اے لوگو!\
اے بےوقوف لوگو!\
کنجوسوں نے ایک تقریر کی ہے،\
انہوں نے مجھ پر ایک الزام لگایا ہے؛\
مجھے صاف نظر آ رہا ہے\
کہ انہوں نے ایک بےگناہ کو نقصان پہنچایا ہے۔\
سب مرد چہرے پر ڈاڑھی رکھتے ہیں\
مگر نامردوں کی ڈاڑھی نیچے ہوتی ہے،\
ان کے گھٹنوں اور ایڑیوں میں\
اور بعض کی ڈاڑھی ان کی گدی میں ہوتی ہے۔\
کوئی شخص اس جیسا ذلیل نہیں\
جو عورتوں کی نظروں میں ذلیل ہو،\
جسے عورتیں اس طرح ٹھونگے ماریں جیسے مرغی اپنے بچوں کو مارتی ہے\
مگر کئی مرد عورتوں کے پاس بیٹھ کر روتے ہیں\
اور سرد آہیں بھرتے ہیں۔

میرے پاس معزز لوگ بیٹھتے ھیں ،
میرے ساتھ بہادر جھگڑتے ھیں ،
وہ مجھ سے جھگڑتے ھیں اور منہ پھیر کر
یوں کہتے ھیں :
'نودہ بنداغ کے پاس کچھ باقی نہیں رھے گا ،
اس کی گھوڑی پھول ،
چھ ماہ بعد ، پورے چاند کے وقت
بچہ نہیں جنے گی'۔
میرے بد ترین دشمن احمق ھیں ،
نہ میں کسی کے طعنوں کو خاطر میں لاتا ھوں ۔
اگر میں اپنی بھیڑیں اور بکریاں ذبح کر دوں
تو کتنے لالچی وھاں جمع ھو جائیں گے ،
کتنے کنجوس وھاں اکٹھے ھو جائیں گے ؛
میرے پاس بھدی[1] خزانہ ھے ،
بھیڑوں اور بکریوں کے سات آٹھ گلے ھیں
اور اونٹوں کے گلوں کا کوئی شمار نہیں ۔
میں نے کبھی جؤا نہیں کھیلا ،
میرے متعلق رنگین پانسوں کی کوئی کہانی مشہور نہیں ،
مجھ سے ٹھگ روپیہ نہیں لے گئے ،
نہ زبردست فوجوں نے مجھ سے دولت چھینی ھے ۔
میں نے خالق کے نام پر دولت لٹائی ھے ،
میں نے اسے مومنوں اور قرآن پاک کے حافظوں کو دیا ھے
اور ان مسکینوں کو جو جنگلوں میں رھتے ھیں ؛
اب وہ صبح کے وقت پیٹ بھر کر کھاتے ھیں ۔
غازی میرے پاس خوشی خوشی آتے ھیں
اور خوش ھو کر میرا نام لیتے ھیں ۔
دیتے وقت میں چادروں کا شمار نہیں کرتا ،
نہ کھیسوں ، جبوں اور لحافوں کو گنتا ھوں ،

---

۱ ۔ نہ ختم ھونے والا خزانہ ۔

نہ اپنی تیز تلواریں گن گن کر دیتا ہوں ،
غازی مجھ سے یہ چیزیں لے جاتے ہیں ۔
میں نے تین سو روپے کی ایک دھاری دار شال
جسے صرف ایک رات استعمال کیا گیا تھا ،
ایک ڈوم کو دے دی
جس نے صبح آ کر سوال کیا تھا ۔
نیک لوگ اللہ کی حمد کرتے ہیں
اور اس بات پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں
مگر میرے پاس کوئی ایسا سائل نہ آئے
جو مجھ سے عورت کا سوال کرے
اور کہے : 'میرے لیے تکیے اور خوبصورت عورت لاؤ'
کیوں کہ ایسے تحفے میرے پاس نہیں ہیں ۔
مجھے اپنے قول کا اس طرح پاس ہے
جیسے حضرت عمرؓ کو اپنے قول کا پاس تھا ۔
میں دینے سے نہیں رکوں گا ،
مجھے کوئی روک نہیں سکتا ۔
جو کچھ خالق مجھے نیک راہ سے دیتا ہے ،
سو خزانے ہوں یا زیادہ ،
میں اپنے داھنے ھاتھ میں چاقو لوں گا
اور ان کا منہ کھول دوں گا ،
پھر انہیں خوشی خوشی بانٹ دوں گا ۔
میں ان میں سے ایک حبہ بھی اپنے پاس نہیں رکھوں گا
ورنہ میرے بھتیجے اور شکایت کرنے والے بھائی بند
آپس میں جھگڑا کریں گے ،
میری دولت اور ورثے کی تقسیم پر ،
نودھ بنداغ کی جائداد کے بارے میں ۔''

اگلے روز چاکر نے اس کے پاس ایک ڈوم بھیجا اور اسے کہا ''تم نودھ بنداغ کے پاس جاؤ اور اس کے سامنے ایک نظم پڑھو ، وہ تم سے پوچھے گا 'کیا چاہتے ہو؟' تم کہنا : 'مجھے اپنے اور اپنی بیوی کے تمام کپڑے اور جو کپڑے تمہارے گھر میں ہیں ، دے دو ''۔ چنانچہ

ڈوم نودہ بنداغ کے پاس گیا اور اس نے اس کے سامنے ایک گیت گایا۔ نودہ بنداغ نے اس سے پوچھا ''ڈوم ! کچھ چاھیے؟'' ڈوم نے جواب دیا ''میرے آقا ! میرا یہ سوال ھے کہ مجھے اپنے اور اپنی بیوی کے اور آپ کے گھر میں جو کپڑے ھیں ، وہ سب دے دیجیے''۔ نودہ بنداغ نے اس سے کہا ''اپنی چادر مجھے دے اور میں اپنے تمام کپڑے تجھے دے دیتا ھوں''۔ اس نے ڈوم سے چادر لے کر اس کے دو حصے کیے ، نصف سے اپنا تن ڈھانک لیا اور نصف اپنی بیوی کو دے دی ، پھر اس نے گھر میں جتنے کپڑے موجود تھے ، وہ سب اس ڈوم کو دے دیے یہاں تک کہ اس کے گھر میں ایک بھی کپڑا نہ رھا ، گھر بالکل خالی ھو گیا ۔ رات دونوں میاں بیوی اسی طرح پڑ کر سو گئے ؛ آدھی رات کے وقت ایک لدا ھوا آونٹ اس کے گھر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ نیک بخت عورت نے کہا ''ھمارے گھر کے سامنے ایک آونٹ آ کر رکا ھے اور اس کے آوپر بوجھ لدا ھوا ھے''۔ نودہ بنداغ نے کہا ''اس کے منہ کے پاس جاؤ اور سونگھو ، اگر اس کے منہ سے بد بو آئے تو اسے آٹھا کر ھانک دو اور اگر خوشبو آئے تو مجھے آواز دو ، میں اس پر سے سامان آتار لوں گا کیوں کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا ھوا ھوگا''۔ اس نیک بخت نے سونگھا تو اس کے منہ سے کستوری کی خوشبو آ رھی تھی ۔ نودہ بنداغ نے گٹھے کھولے تو اس میں عورتوں اور مردوں کے ھر قد و قامت کے سلے سلائے بالکل تیار لباس تھے ، چنانچہ اس نے ان میں سے خود بھی ایک لباس پہنا اور بیوی کو بھی پہنایا ؛ صبح ھوئی تو وہ چاکر کی مجلس میں گیا ، چاکر نے کہا ''نودہ بنداغ ! تم واقعی زر افشاں ھو''۔

اور میرھان کی کہانی یوں ھے : اس نے رند عورتوں کو مشکیں آٹھائے دیکھا تو انھیں بہت سی لونڈیاں عنایت کیں ۔ ایک روز رندوں نے اس سے کہا ''اب تم ایک سو چالیس لونڈیاں دے چکے ھو ، آئندہ جب کبھی کسی رند عورت کو مشک آٹھائے دیکھو تو اسے لونڈی کی بجائے گدھا دے دو''۔ اس دن سے اس نے گدھے تقسیم کرنے شروع کر دیے اور جو گدھے اس نے تقسیم کیے ان کی تعداد کا کوئی شمار نہیں ۔

چاکر کی لشاریوں سے لڑائی تیس برس تک رھی ، اس کے بعد

رندوں اور لشاریوں میں صلح ہو گئی ، چاکر کا قصبہ سوی تھا اور اس نے وہاں ایک قلعہ بنوایا ۔ غصے کے تیس برس گزر جانے کے بعد اس نے سوی کو چھوڑ دیا اور دریائے سندھ کی طرف چل دیا ؛ اس دن اس نے گواھا رام کے جواب میں یہ گیت تیار کیا :

''میں مردم خور سوی کو چھوڑ رہا ہوں ،
میرے کافر دشمنوں پر خدا کی لعنت ہو ؛
جام نندا (مقتول) بھرام کے لیے
تین دن کی روٹیاں تقسیم کرے گا ،
اس کے بعد تیس برس تک
دیو قامت انسانوں سے جنگ رہے گی ؛
اس عرصے میں میں اپنی تلوار سے خون کے دھبے صاف نہیں کروں گا ،
میں اپنی تلوار کو جڑے ہوئے گنے کی طرح جھکا دوں گا
تاکہ وہ مڑنے کے باعث میان میں داخل نہ ہو سکے ۔
دو دو طرے لٹکانے والے نوجوان
کھیل کے لیے اپنے گھروں سے باہر نہیں نکلتے ،
وہ اپنے باپوں کے سائے میں رہتے ہیں ،
وہ اپنی مونچھوں کو کستوری نہیں لگاتے ،
ان کی خوراک موٹے دنبے ہیں ،
وہ اپنی بھٹیوں میں تیز شراب کشید کرتے ہیں :
ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ، جس میں حکمرانی کے خواص ہوں ،
وہ[1] سب اپنے ہتھیاروں کی عزت گنوا چکے ہیں ؛
چوڑی تلواریں ان کے لیے تلخ ہیں ،
وہ اپنے سروں کی بازی ہار چکے ہیں ،
ان کے ہاتھوں میں بچوں کی چھڑیاں ہیں ۔
گواھا رام کو گرد آلود گندھاوا میں رہنے دو ۔
کنویں میں ایک پتھر پھینکا گیا ،
ماچی نے خون پیا ،
علی اور ولی غدار ہیں ،

---

۱ ۔ معرکوں میں ہار چکے ہیں ۔ مترجم

آونٹوں کے گلے آوارہ پھر رہے ہیں ،
باغیوں کا قلعہ خالی پڑا ہے ،
وحشی ترکوں نے اسے زمین کے برابر کر دیا ہے ؛
ان کے ساتھ رند تھے جو اپنی اعلیٰ نسل کی گھوڑیوں پر سوار تھے ۔
گواھا رام کو دونوں جگہوں سے نکال دیا جائے گا ،
نہ وہ قبر کا مالک رہے گا ، نہ گندھاوا کا ۔

چاکر جب سوی سے نکلا تو سنگسیلا اور سیاھف کے راستے روانہ ہوا ، سنگسیلا کے قریب وہ ایک پہاڑ پر رکا اور وہاں سے اس نے سوی پر نگاہ ڈالی ؛ آج تک وہ جگہ چاکر ماڑی مشہور ہے ، وہاں سے چاکر آگے روانہ ہوا مگر ہیوتان اسے چھوڑ کر واپس آ گیا اور لینی میں آباد ہو گیا ؛ رند آگے چلتے گئے ، جب رند ملتان پہنچے تو میرچاکر نے کہا : ”کوئی ہے جو واپس جا کر ہیوتان سے لڑائی لڑے؟“ مگر کوئی نہ بولا ؛ آخر مزاریوں کے سردار بادھیل نے کہا : ”میں اس کے خلاف لڑوں گا “۔ چنانچہ مزاری تلمبا سے واپس ہوئے اور گوری اور چوپان کی طرف بڑھے ، وھاں انہوں نے ہیوتان سے لڑائی لڑی ۔

میر چاکر کا ایک بیٹا شیحک نامی تھا ؛ چاکر نے بیجار کو اپنے پاس بلایا اور شیحک کو اس کے ساتھ بھیج دیا اور کہا : ”اس کے لیے شادی کا بندوبست کرو اور پھر واپس آؤ“۔ وہ دونوں وھاں سے روانہ ہوئے اور ہیوتان کے گاؤں کے قریب خیمہ زن ہوئے ۔ ہیوتان نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں شکست دے کر بیجار اور شیحک دونوں کو مار ڈالا ۔ بیجار کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی ، ہیوتان نے اسے کاٹ کر اس سے اپنے لیے مورچھل بنوایا اور شیحک کے کباب بھون کر کھائے ۔ پھر ہیوتان نے اپنی ڈاڑھی منڈوا دی ”مبادا کوئی میری ڈاڑھی کاٹ کر اس کا مورچھل بنا لے“۔

اس وقت تک میر چاکر ست‌گھرا میں آباد ہو چکا تھا ۔ بادھیل نے ایک گھڑ سوار اس کے پاس بھیجا اور کہا : ”ہیوتان لینی میں ہے ، اپنی فوج لے کر آؤ“۔ چاکر اور میرو نے اپنی فوجیں اکٹھی کیں اور ملتان پہنچ گئے۔ بادھیل نے ایک اور سوار بھیجا ، وہ انہیں سیت پور میں ملا اور اس نے انہیں بتایا کہ ہیوتان ابھی تک لینی میں ہے ؛ چنانچہ

ان کی فوجیں بڑھیں اور انھوں نے لینی پر اچانک حملہ کر کے اسے فتح کر لیا ۔ هیوتان خود بھاگ گیا مگر اس کے بہت سے آدمی مارے گئے اور اس کا شہر لوٹ لیا گیا ۔ سواروں نے هیوتان کا پیچھا کیا ؛ هیوتان نے ایک کھڈ میں چھلانگ لگا دی اور وھاں گر کر مر گیا ؛ گواران سرگانی بھی کھڈ میں کود گیا اور هیوتان کا سر کاٹ لایا جسے اس نے میر چاکر کے سامنے پیش کیا ۔ چاکر نے اس کی کھوپڑی کاٹی ، اس میں سے بھیجا نکال کر اسے صاف کیا ، پھر اسے چاندی میں مڑھایا اور اس کا بھنگ پینے کا پیالہ بنایا ؛ اس طرح بیجار اور شیحک کے خون کا بدلہ لینے کے بعد وہ پھر ست گھرا کی طرف واپس آیا ۔ بہت سے رند ڈیرا (غازی خاں) واپس آ گئے اور آگے جانے کے لیے تیار نہ ہوئے ۔ ڈیرا میں دودائی رھتے تھے جو ساتھ سمرا قوم کے دودا کی اولاد ھیں ۔ دودا کی کہانی یوں ھے : صالح رند نے اسے اپنی بیٹی بیاہ دی اور یہ دودائی اس کے بطن سے پیدا ہوئے ۔

دودا دوسری جانب سے آیا ،
بدن جلا ھوا اور کپڑے پھٹے ہوئے ،
صالح نے اس کے سر پر ھاتھ رکھا
اور اسے وہ قابل بیٹا نظر آیا ،
صالح نے اسے حسین مڈھو کا رشتہ دے دیا
اور وہ عورت کی خاطر بلوچ ھو گیا
اور مڈھو کے ساتھ دودا کو دولت بھی مل گئی ۔

میر چاکر کے زمانے میں دودائیوں کا سردار سھراؤ تھا ، چاکر نے اس سے کہا : ”میرے جو آدمی واپس آئیں ان سے لڑائی کرو“۔ چنانچہ دودائیوں نے ان رندوں سے جنگ کی جو میر چاکر کو چھوڑ کر واپس آ گئے تھے ؛ جو رند میر چاکر کے ساتھ رہے، وہ اب منقسم ھوگئے اور جاٹ بن گئے مگر جو واپس آ گئے وہ بلوچ ھی رھے ۔ جب ھمایوں نے دلی فتح کی اس وقت چاکر اس کے همراہ دلی تک گیا ، اس کے بعد وہ دلی سے واپس آ کر ست گھرا میں آباد ھو گیا اور اس نے وھیں وفات پائی ، اس کا مقبرہ آج تک وھاں موجود ھے ۔

حکایت ۳۶

اسماعیل خان کی دادی

جالندھر کے ایک بھاٹ کی زبانی

بھاٹوں کے کہنے کے مطابق جھنگ اور اس کے قریبی قصبے مگھیانہ کے سب لوگ اس روایت سے بخوبی واقف ہیں۔

یہ کہانی اس جلد کی ایک سابقہ حکایت ''عبداللہ شاہ'' سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ اس کا مقصد یہ بیان کرنا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ (۱۸۸۵ء) سیال رئیس محمد اسماعیل خان سکنہ جھنگ کی دادی کیوں ہیر اور رانجھا کے مقبرے کی دیکھ بھال کرتی تھیں؛ اس لیے کہ بظاہر یہ کام سیالوں کی روایات کے خلاف تھا۔ حکایت ''عبداللہ شاہ'' کے تعارف نامے میں ہیر اور رانجھا کی کہانی کے متعلق وضاحت کی جا چکی ہے، یہاں اس کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

بھاٹ اس کہانی کو حکیم جان محمد سے منسوب کرتے ہیں اور وہ ابھی تک (۱۸۸۵ء) حیات ہیں۔ حکیم مذکور کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ اسماعیل خان کی ماں کا ہے، ان کی دادی کا نہیں اور پنجاب میں برطانوی دور کی ابتدا (۱۸۴۹ء) سے ذرا پہلے پیش آیا تھا۔ اس وقت ان (حکیم صاحب) کی عمر اٹھارہ برس تھی اور وہ خود وہاں موجود تھے۔

سیال رئیسوں کا یہ خاندان پرانا اور مشہور خاندان ہے مگر سب سے پہلے اس خاندان کی شہرت تیرھویں رئیس ولی داد خان کے زمانے میں ہوئی جس نے اپنی جائداد کو مجتمع کیا۔ اس کی وفات ۱۷۴۷ء میں ہوئی، اس کا بھتیجا

عنایت‌اللہ خاں جو اسی کی طرح قابل تھا ، اس کا جانشین ہوا مگر سکھوں کے عروج نے اسے پس پشت ڈال دیا ، وہ ۱۷۸۷ء میں فوت ہوا ۔ اس کے بعد اس کے دو بیٹوں ، سلطان محمود خاں اور صاحب خاں نے یکے بعد دیگرے اس کی جگہ سنبھالی ؛ وہ دونوں پیش از وقت (۱۷۹۰ء سے پہلے) راہئی ملک بقا ہوئے ۔ ان کے بعد ان کا ایک رشتہ دار کبیر خاں گدی نشین ہوا ، کبیر خاں نے صاحب خاں کی بیوہ سے نکاح کر لیا تھا ، یہ عورت عمر خاں سیال کی لڑکی تھی ؛ کبیر خاں ، جہان خاں کی پشت سے تھا جس کے لڑکوں کو سترھویں صدی میں ولی داد خاں کے دادا غازی خاں نے بےدخل کر دیا تھا ؛ یہ سردار ذرا نرم طبیعت کا تھا ۔ ۱۸۰۱ء میں وہ اپنے بیٹے احمد خاں کے حق میں دست‌بردار ہو گیا جس کے بعد اس کے دو بیٹے عنایت‌اللہ خاں (۱۸۲۰ء) اور موجودہ محمد اسماعیل خاں (۱۸۳۸ء) یکے بعد دیگرے گدی نشین ہوئے ۔ عنایت‌اللہ خاں کی وفات کے بعد خاندان کی حالت بہت پتلی ہو گئی تھی مگر محمد اسماعیل خاں کی برطانوی تاج سے وفاداری کے باعث اب اس خاندان کی حالت بہتر ہو چکی ہے ۔

شہر جھنگ میں جان محمد ایک مشہور طبیب ہے

اور اس کے اس پیشۂ طبابت کے باعث سب لوگ اس کی عزت کرتے ہیں ؛

وہ سیدھا سادہ انسان ہے اور اسے درویشوں سے بہت رغبت ہے ؛

وہ ایک روایت بیان کرتا ہے جو اس نے اپنے دادا سے سنی تھی :

یہاں ایک مسافر آیا جو نیکوکار نظر آتا تھا

اور وہ کسی سے کچھ دریافت کیے بغیر سیدھا خان کے گھر پہنچ گیا ۔

دوستو ! ان دنوں اسماعیل خاں کی دادی حیات تھی ۔

مسافر نے دروازے پر آواز دی اور وہ بوڑھی خاتون جھکی ہوئی کمر کے ساتھ باہر آئی ۔

مسافر بولا : ”مائی ! میں حاجی ہوں ، ابھی حج سے واپس آ رہا ہوں

اور تمھارے پاس ھیر رانجھا کا ایک پیغام لایا ہوں ۔
چار برس ہوئے ، اس وقت میں حج کے لیے گیا تھا ،
راستے میں سخت طوفان آیا اور ہمارا جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا
اور اللہ کے فضل و کرم سے یہی چیز میرے لیے ایک نئے مشاہدے کا
سبب بن گئی ؛
میں اس طوفان میں ایک تختے پر بیٹھا رہ گیا ؛
سائی ! اس تختے نے مجھے دو روز کے بعد کنارے پر پہنچا دیا ۔
میں نے سمندر سے باہر آ کر اطمینان کا سانس لیا اور اس کے
نتائج و عواقب پر کچھ غور نہ کیا ۔
میں سمندر کے کنارے کنارے چل پڑا اور کچھ دور جا کر میں نے
ایک جھونپڑی دیکھی ،
اس جھونپڑی میں نہ کوئی مرد تھا ، نہ عورت
البتہ کچھ عرصے کے بعد ایک عورت آئی جو عمر کے لحاظ سے ماں
معلوم ہوتی تھی ۔
اس نے مجھے دیکھا تو کہا : ''اے سخی ! تمھارا آنا مبارک ہو اور
تم بار بار یہاں آؤ ،
تم نے بڑی مہربانی کی جو یہاں آئے''۔
اس نے میری خوب تواضع کی ، مجھے دودھ پلایا اور مجھ سے میری
خیر خیریت پوچھی ؛
بہت دیر کے بعد ایک بوڑھا آیا جو بھینسوں کا رکھوالا تھا ؛
بوڑھے کو میرا حال سنانے کے بعد پھر اس عورت نے مجھ سے یوں کہا :
''یہ میرا خاوند رانجھا ہے اور میں غریب ھیر ہوں''۔
میں نے وہاں چند دن بسر کیے اور بہت آرام پایا ،
دودھ دہی کی کمی نہ تھی ، جتنا میں نے چاہا پیا ؛
جب حج کے دن قریب آئے تو میں بہت اداس ہوا ،
رانجھے نے مجھ سے پوچھا : ''کیا تواضع میں کچھ کمی رہ گئی ہے ؟''
میں نے کہا : ''لاحول‌ولا ـــــ اے سردار ! کیا یہ بھی کوئی کہنے
کی بات ہے ؟
نہیں ، میری پریشاں حالی کا باعث حج سے محرومی کا احساس ہے''۔
اس نے کہا : ''مطمئن رہو ، مجھے بھی حج کے لیے جانا ہے ،

هم دونوں اکٹھے حج کریں گے ، تم کیوں اس قدر افسردہ خاطر ہو؟‘‘
ذی‌الحجہ کی پانچویں تاریخ کو ہم وہاں سے چل کر عرفات میں پہنچ گئے۔
ہم دونوں نے اکٹھے حج کیا اور پھر واپس وہیں آ گئے ؛
چند روز کے بعد میرے دل میں وطن کی محبت نے جوش مارا ۔
یوسف[۴] جیسے پیغمبر بھی اپنا وطن نہ بھول سکے ، مجھ غریب کی کیا
بساط ہے؟
ان دونوں نے مجھے خوش خوش وہاں سے رخصت کیا ۔
رانجھے نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس پر دودھ سے بھرا ہوا ایک کانسی کا
پیالہ رکھ دیا ۔
چلتے وقت مجھے ہیر نے کہا : ’’شہر جھنگ میں جانا
اور خان کے گھر پہنچ کر میرا یہ پیغام دینا :
’’اے ہمارے بھائیو اور باپو ! ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے ؟
ہماری برائی کرنا چھوڑ دو ، اس سے تمہاری روزی میں برکت ہوگی ؛
ہر جمعرات کو ہمارے روضے پر جا کر چراغ جلایا کرو
اور تمہیں بارہ دولتیں اور نو برکتیں حاصل ہوں گی‘‘۔
بوڑھی اماں سے جو ہو سکا ، اس نے اس حاجی کی خدمت میں پیش کیا
اور اس دن سے روضے پر چراغ جلانا اپنے ذمے لے لیا ۔
ابھی اسے چراغ جلاتے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ انہیں (سیالوں کو)
بہت سی جاگیر مل گئی ۔
پہلے[۱] یہ حالت تھی کہ انہیں پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں ملتا تھا ،
پھر ان کے ہاں دولت کی فراوانی ہو گئی ۔

---

۱ ۔ اشارہ اس طرف ہے کہ سکھوں کے راج کے آخر میں اسماعیل خاں کا خاندان بہت غریب ہو گیا تھا اور برطانوی دور میں ان کی حالت بہتر ہو گئی ۔ مرتب

بھاٹ نے اس کہانی کے آخری اشعار میں اسماعیل خاں کی ہجو کہی ہے ، ان اشعار کو حذف کر دیا گیا ہے ۔ ان بھاٹوں کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر وہ کسی امیر یا سردار سے ناراض ہوں تو اس سے اس طرح بدلہ لیتے ہیں ، اسی وجہ سے لوگ ان سے ڈرتے ہیں ۔ مرتب

حکایت ۳۷

جھنگ کا چوڑی ساز

جالندھر کے ایک بھاٹ کی زبانی

سابقہ حکایت کی طرح اس حکایت کا مقصد بھی ھیر اور رانجھے کے مقبرے نزد جھنگ کی اھمیت میں اضافہ کرنا ھے۔ اس کا مصنف ھیر اور رانجھے کی سچی کہانی بیان کرنے کا دعویدار ھے۔ وہ اپنے پیش روؤں پر ان میں سے ھر ایک کا نام لے کر نکتہ چینی کرتا ھے؛ اس طرح ھمیں ان اشخاص کی فہرست مہیا ھو گئی ھے جنھوں نے ھیر رانجھا کے متعلق کچھ لکھا ھے۔ اگرچہ یہ فہرست مکمل نہیں تاھم اس سے ھماری معلومات میں قیمتی اضافہ ھوتا ھے؛ بہرکیف اتنا ظاھر ھے کہ اس مصنف کی کہانی بھی سچی نہیں اور ایسے نشانات ھیں جن سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ھے کہ اس نے بعض جگہ ھیر رانجھا کی کہانی کو سیالوں کی ایک اور کہانی 'مرزا صاحباں' سے خلط ملط کر دیا ھے۔ مرزا صاحباں کی کہانی ھیر رانجھا کی کہانی سے زیادہ اھم نہ ھو مگر یہ اس سے کم مشہور نہیں۔

قصہ ھیر رانجھا مصنّفہ حافظ احمد متوطّن جھنگ

سب سے پہلے میں اللہ پاک کی حمد کرتا ھوں جو بہت ھی پردہ پوش ھے،

جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنا کریم اور مختار نبیؐ بھیجا؛

پھر میں حضرت (رسولؐ کریم) اور ان کے چاروں دوستوں (خلفائے راشدینؓ) پر درود بھیجتا ھوں

اور حضرتؐ کی آل اور اصحاب پر رحمت بھیجتا ہوں تاکہ میری ناؤ
کامیابی سے کنارے پر جا لگے ۔
حمد اور نعت کے بعد : اے دوستو ! اب میں اپنے مقصد کی طرف
آتا ہوں ۔
ہیر اور رانجھا کا قصہ بیان کر کے میں اپنا دل مسرور کرتا ہوں ۔
ایک ہیر مقبل نے لکھی ہے اور اس میں ایسا زور قلم دکھایا ہے
کہ رانجھے کو ، جو ایک جاہل اور مورکھ جاٹ تھا ، عالم بنا
دیا ہے ؛
میں نے وارث شاہ[1] کی ہیر بھی دیکھی ہے ، اس نے ایسا جال بنا ہے ،
اس نے ہیر جٹی کی اس طرح تعریف کی ہے جیسے وہ کسی بادشاہ کی
بیٹی ہو ۔
دوستو ! اگرچہ ہیر اور رانجھے کا قصہ بہت مشہور ہے
مگر لوگ اسے صحیح طور سے پیش نہیں کر سکے ۔
روشن شاہ نے بھی ہیر لکھی ہے مگر اس میں صرف عشق اور ہجر کا
مذکور ہے ،
وہ محض ماں بیٹی کے جھگڑے پر مشتمل ہے ، اسے اچھا قصہ نہیں کہا
جا سکتا ؛
اس قصے کی اصل حقیقت کیا ہے ، وہ میں بیان کرتا ہوں ۔
اب میں سب غیر ضروری باتیں چھوڑ کر اصل مطلب کی طرف آتا ہوں :
رانجھا تخت ہزارے سے روانہ ہوا اور ہیر کھیوے[2] سے نکلی ،
دریائے چناب کے کنارے ان کی ملاقات ہو گئی اور وہ باہم شیر و شکر
ہو گئے ،
ہیر اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئی اور اس نے اپنی ماں سے کہا :

---

۱ - مجھے ایک معزز مان جاٹ نے بتایا تھا کہ وارث شاہ کی ہیر پنجابی
کی خالص ترین تصنیف سمجھی جاتی ہے ، اس کے الفاظ تھے :
''کوئی بھی اس وقت تک پنجابی زبان جاننے کا دعویدار نہیں
ہو سکتا جب تک وہ وارث شاہ کی ہیر نہ پڑھ لے''۔

۲ - کھیوا جھنگ کے قریب ہے اور اس کا تعلق مرزا صاحباں کے قصے
سے ہے ، یہاں اس کا ذکر غلطی سے کر دیا گیا ہے ۔ مرتب

''اماں ! اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ میں بھینسوں کے لیے
چرواھا لے آئی ھوں''۔

اس کی بےچاری گناہ‌گار ماں نے اپنے خاوند چوچک سے کہہ دیا :
''اب آپ اسے اپنا ملازم رکھ لیں ، خدا نے ھمیں مفت میں ملازم
دے دیا ھے''۔

دوستو ! چند دنوں کے بعد یہ شگوفہ کھلا ،
ھیر اور رانجھا ایک دوسرے کے بہت اچھے ساتھی ثابت ھوئے ،
رانجھے کو روٹی کی پروا نہ رھی ، اسے دودھ اورسلیدہ مل جاتا ؛
اس کے دل کی خواھشات پوری ھونے لگیں ـــــــ اس کی آنکھیں کھل
گئیں ۔

رانجھا تنو مند ھو گیا اور ھیر نے بھی شباب میں قدم رکھا ،
وہ دریا کے کنارے جنگل میں عیش و عشرت کرتے ، کوئی انھیں
روکنے والا نہ تھا ۔
ایک روز دھیدو[1] نے چغلی کھائی : ''اے چوچک کی عورت !
رانجھے کو ملازم نہ سمجھنا ، وہ تیری بیٹی کا محبوب ھے''۔
ھیر کے ماں باپ ، بھائیوں اور چچاؤں نے اس کا یہ علاج سوچا :
''اور تو کوئی حل نظر نہیں آتا ، اس (ھیر) کی کہیں شادی
کر دیں ؛
کھیڑے جو ھمارے بھائی ھیں ، ان میں ایک سیدا ھے ،
اس کے ساتھ اس کی سگائی کر دی جائے تاکہ اس لڑکی کا مرض
(عشق) دور ھو''۔
ھیر کو سیدے سے بیاہ دیا گیا تو رانجھے کو یہ چیز بہت شاق گزری ،
وہ جا کر گورو بالا ناتھ کا چیلا بن گیا اور اس نے کانوں میں مندرے
پہن لیے ؛
پھر اس نے سہتی[2] کی مدد سے ھیر کو کھیڑوں کے ھاں سے اغوا
کیا ۔

---

۱ - بھاٹ اسے ھیر کا چچا بتاتے ھیں ۔
۲ - سیدے کی بہن ۔

پہلے اسے ساندل بار[1] میں لیے پھرا ، پھر گنجی بار[2] میں لا ڈالا ؛
وہاں راستے میں ایک شیر ببر نے رانجھے پر حملہ کر دیا ،
رانجھے نے اپنے ہوش و حواس قائم رکھے اور اسے مار ڈالا ؛
ہیر نے اس کی یہ مردانگی دیکھی تو اس پر اور فریفتہ ہو گئی ،
دل و جان اس پر فدا کرنے لگی اور اسے کبھی اکیلا نہ چھوڑتی ۔
سیدے نے ان کا پیچھا کیا اور انہیں کبولا[3] کے پاس جا لیا ؛
پھر وہ حاکم کے دربار میں پہنچا اور وہاں بہت آہ و زاری کی :
''یہ میری عورت بھگا لے آیا ہے ، یہ سخت ظالم آدمی ہے ،
مجھے میری عورت واپس دلا دے ، اللہ نے تجھے حاکم بنایا ہے''۔
حاکم نے انصاف کیا ، ہیر سیدے کو دلا دی
اور رانجھے کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر اسے قید کر دیا ۔
کبولا میں آگ لگ گئی جس سے آدھا شہر جل گیا ،
شہر کے لوگوں نے حاکم کے پاس جا کر فریاد کی : ''آپ نے بہت ظلم کیا ہے ،
آپ نے فقیر کی عورت جاٹ کو دلا دی ، آپ نے بہت زیادتی کی ،
اس کی پاداش میں ادلی[4] شہر جل کر خاکستر ہو گیا ہے ۔
حاکم نے لوگوں کی یہ فریاد سنی تو سیدے سے اس کی عورت واپس لے لی ؛
رانجھے کو قید سے رہا کیا اور وہ عورت اسے دے دی ۔
ہیر اور رانجھا خوشی خوشی اپنے وطن کی جانب چل دیے
اور رنج و غم کے باعث کھیڑوں کی حالت مردوں کی سی ہو گئی ۔
سیدے نے اسی غم میں اپنے آپ کو ختم کر لیا ،
دوستو ! وہ 'ہیر ہیر' کہتا ہی اپنے اصلی وطن کو چل دیا (مر گیا) ۔
جب یہ دونوں جھنگ پہنچے تو سیالوں نے سازش کی :

---

۱ - ضلع جھنگ میں سطع مرتفع ہے ۔
۲ - ضلع منٹگمری میں ہے ۔
۳ - غالباً اس سے کوٹ کمالیہ ضلع منٹگمری مراد ہے ۔
۴ - مرتب نے اس سے کمالیہ یا کوٹ ادو مراد لیا ہے ۔ مترجم

''ان دونوں نے ہمارے خاندان کی عزت کو بٹا لگا دیا ہے''۔
پھر انھوں نے رانجھے سے آ کر کہا : ''تقدیر سے مفر نہیں ،
اے دوست ! اب تو اپنے وطن سے بارات لے آ اور ہیر سے نکاح
پڑھا لے ۔
رانجھے نے یہ خوش خبری سنی تو ہزارے کی جانب روانہ ہوا
اور اس کے جانے کے بعد سیالوں نے ہیر بے چاری کو ختم کر دیا ،
ہیر جٹی زہر کے اثر سے جان بحق ہوئی ۔
رانجھے نے ہاتھ اٹھا کر بہت آہ و زاری سے دعا کی :
''اے خدا ! یا ہیر کو زندہ کر دے یا مجھے موت دے دے ،
تجھے سب اختیارات حاصل ہیں ، تو قادر بھی ہے اور غفار بھی''۔
کہتے ہیں ہیر کی قبر شق ہو گئی اور رانجھا اس کے اندر داخل ہوا ،
جیسے حضرت یونس[۴] مچھلی کے پیٹ میں داخل ہو گئے تھے ۔
دوستو ! ان کا روضہ مگھیانے کے پاس ہے ،
ماگھ میں وہاں میلہ لگتا ہے اور سب خواص و عوام اس میلے میں شامل
ہوتے ہیں ۔
دوستو ! اس روضے کے تین جانب دروازے کھلتے ہیں
مگر کھیڑوں کی جانب کوئی دروازہ نہیں کھلتا ، یہی حکم الٰہی
ہے ۔
لوگ ان دونوں کو ولی سمجھتے ہیں اور وہاں منتیں مانتے ہیں ،
جمعرات کو وہاں قسم قسم کے لوگ پہنچتے ہیں ۔
دوستو ! اس بارے میں ایک قصہ ہے جو میں نے اپنے کانوں سے سنا
ہے ،
وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں کیوں کہ آپ لوگ شکوک
سے بالاتر ہیں :
''خدا کا ایک بندہ تھا جو مشہور چوڑی گر تھا ،
وہ مگھیانے میں رہتا تھا مگر اولاد نہ ہونے کے باعث بہت دلگیر
رہتا تھا ،
وہ ہر جمعرات اس روضے پر جاتا اور وہاں بہت چیخ و پکار کرتا اور
کہتا :
''میرے اللہ ! ان سچوں کی برکت سے مجھے بیٹا عطا کر !''

جب اس نے چار پانچ جمعرات اسی طرح دعا کی ،
اسے هاتف نے غیب سے دو بیٹوں کی بشارت دی اور کہا :
''چھوٹے کا نام علی محمد رکھنا اور بڑے کا نام رانجھا رکھنا ،
وہ دونوں عالم با عمل ہوں گے اور تمھاری آنکھوں کی روشنی بنیں گے''۔
اللہ قادر کے فضل و کرم سے اس کے ہاں دونوں بیٹے پیدا ہوئے ،
دونوں سات[1] پانیوں سے دھلے ہوئے لاثانی فاضل بنے ؛
بڑا بھائی تو اب وفات پا چکا ہے ، چھوٹا ابھی تک موجود ہے ۔
وہ بہت عالم با عمل ہے ، خدا اسے نیک نام رکھے !
اس وقت وہ نوے برس کا بوڑھا ہے مگر اس کا چہرہ بہت نورانی ہے ،
اللہ کی عبادت کرنے کے باعث اس کا چہرہ کندن کی طرح چمکتا ہے ۔

---

۱ ۔ بہت پاکیزہ ۔

حکایت ۳۸

هیر اور رانجھے کی شادی

ریاست پٹیالہ کے جاٹوں کی زبانی

اس گیت میں ہیر اور رانجھے کی صرف آدھی کہانی بیان کی گئی ہے ، یہاں قصے کو رانجھے کے ہیر کو اپنے ساتھ لے جانے پر ختم کر دیا گیا ہے اور کہانی کا دوسرا حصہ جو ہیر کو زہر دینے کے متعلق ہے ، چھوڑ دیا گیا ہے حالانکہ وھی زیادہ اہم ہے اور اسی کے باعث اس قصے کو اس قدر شہرت نصیب ہوئی ہے ۔

اس جلد کی حکایت ''عبداللہ شاہ'' کے تعارف میں اس قصے کی عام وضاحت کے طور سے جو کچھ لکھا جا چکا ہے ، یہاں اس میں کسی اضافے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ۔ ان سب حکایات کا ایک ھی مقصد ہے کہ رانجھے کو مشہور بزرگوں کی طرح کا باکرامت فقیر ظاھر کر کے اسے مصنوعی اھمیت دی جائے اور جہاں تک ممکن ھو اس کے واقعات میں افسانوی رنگ بھر دیا جائے ۔ جھنگ میں ھیر اور رانجھے کے مقبرے کی موجودگی ھی اس امر کا بین ثبوت ہے ۔

چونکہ یہاں کے سب لوگ اس کہانی سے اچھی طرح واقف ھیں اس لیے اس گیت میں اکثر اشارات مبہم ھیں اور مکالمے بالکل اچانک طور سے شروع ھو جاتے ھیں ۔ آخری چیز کے باعث ، کسی کی راہ نمائی کے بغیر اس گیت کا ترجمہ کرنا بہت مشکل تھا ، اس گیت کی ٹھیٹ پنجابی بھی ترجمے کی مشکلات میں اضافے کا باعث بنی ہے ۔

سب سے پہلے میں اللہ کا نام لیتا ہوں ، پھر سرداروں کے سردار محمدؐ کا
جو (اللہ کے) دوست ہیں ؛
تیسرے درجے پر میں اپنے ماں باپ کا نام لیتا ہوں ، میرے بدن نے
ان کے دودھ سے پرورش پائی ہے ،
چوتھے درجے پر آب و نان کا نام لیتا ہوں جس کے کھانے سے طبیعت
کو اطمینان حاصل ہوتا ہے ،
پانچویں درجے پر دھرتی ماتا کا نام لیتا ہوں جس پر میں اپنے قدم
رکھتا ہوں ،
چھٹے درجے پر خواجہ[1] پیر کا نام لیتا ہوں جو پینے کے لیے ٹھنڈا پانی
دیتا ہے ،
ساتویں درجے پر پھر گورو گورکھ کا نام لیتا ہوں ، کئی قسم کے
کھانوں اور کھیروں سے جس کی پوجا کی جاتی ہے ،
آٹھویں درجے پر لعلوں والے[2] کا نام لیتا ہوں جو قیدیوں کی زنجیریں
توڑتا ہے[3] ۔
رانجھا موجو کے ہاں پیدا ہوا اور ہیر نے چوچک کے ہاں جنم لیا ۔
بزرگوں نے مل کر ایک تجویز تیار کی اور پانچ پیروں نے اس جوڑے
کو پسند کیا ۔
پانچ پیر تھے ، چھٹا میاں رانجھا اور ساتویں حضرت[4] میاں میرؒ ۔
رانجھا پیدا ہوا تو اس کے عزیزوں نے بہت خوشی منائی ،
اس قدر سامان خوراک تقسیم ہوا کہ بازار رسد سے بھر گئے ۔

---

۱ ۔ خواجہ خضرؑ ۔
۲ ۔ سخی سرور ۔
۳ ۔ اس کہانی میں ہندو مسلم اعتقادات کا غیر معمولی اختلاط اس کے
خصائص میں سے ہے اور یہ رنگ آخر تک اسی طرح چلتا ہے ۔
۴ ۔ شیخ محمد المعروف میاں میر و شاہ میر ، لاہور کے ایک بزرگ تھے ۔
آپ کا زمانہ ۱۵۵۰ء تا ۱٦۳۵ء ہے ، آپ کی شہرت کا خاص سبب
یہ تھا کہ آپ کا ایک مرید ملا شاہ ، شاہجہان کے قابل بیٹے
دارا شکوہ (۱٦۱۵ء تا ۱٦۷۰ء) کا پیر تھا ۔ لاہور کی مشہور
چھاؤنی میاں میر نے یہ نام آپ ہی کی نسبت سے پایا ہے ۔ مرتب

بھینسوں کے ساتھ خوشی خوشی وقت گزارنے کے سوا خدا نے اس کی قسمت میں اور کوئی کام کاج نہیں لکھا تھا۔
دور کشمیر سے مغل چل کے آئے اور خدا کے حکم سے آئے،
انھوں نے میاں رانجھا کو زمین دی؛
اوروں کو قابل زراعت زمین ملی اور رانجھے کو بنجر اور جھاڑیوں والی؛
اس نے نکو لوہار کو پیشگی دی تاکہ وہ اسے ایک کلہاڑی، ایک کھرپا اور ایک درانتی بنا دے،
اس نے لوہار سے کہا: ''کل صبح تک مجھے یہ چیزیں تیار کر دے، تیری مزدوری فوراً ادا کروں گا''۔
اس نے ارادہ کر لیا: ''میں زمین کو جھاڑیوں سے صاف کر کے اسے نہایت زرخیز بناؤں گا''۔
مگر جب اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی تو کہنے لگا:
''چل، اے دل! فقیر ہو جائیں، بستیوں میں رہنا ہماری قسمت میں نہیں ہے''۔
رانجھے کو بیکار بیٹھے لُو لگ گئی، اس کی بھاوج لالی نے اسے طعنہ دیا؛
رانجھا تخت ہزارے کی طرف روانہ ہوا، اس نے پہلی رات راستے میں ایک مسجد کے اندر بسر کی۔
گھر میں وہ دودھ اور بالائی کھاتا تھا، باہر اسے باسی روٹی تک نہ ملی؛
گھر میں وہ تکیوں اور لحافوں کے بستر میں سوتا تھا، باہر اسے زمین پر بسیرا کرنا پڑا۔
''زبردست خدا کی مرضی کے سامنے سر جھکائے بغیر چارہ نہیں، یہی میری قسمت میں لکھا تھا''۔
آدھی رات؛ بزرگوں کا وقت ہے—قاضی آیا اور اس نے رانجھے سے پوچھا:
''تو کون ہے جو اس وقت یہاں براجمان ہے؟
ڈاڑھی[1] صفا چٹ، مونچھوں کو تاؤ دیا ہوا اور بغل میں بستر!

۱۔ اصل الفاظ ''لمبی ڈاڑھی'' دیے ہوئے ہیں جو واقعات کے مطابق نہیں، غالباً ''منڈی ڈاڑھی'' کو غلطی سے ''لمبی ڈاڑھی'' لکھ دیا گیا ہے۔ مترجم

خیریت چاهتا ہے تو خود ہی یہاں سے چلا جا ورنہ تمہیں دھکے
دے کر نکال دوں گا ''۔
رانجھے نے کہا : ''اے قاضی ! میں نے تمہیں سچ سچ بتا دیا ہے ۔
دھرم شالائیں اور مسجدیں خدا کی راہ میں بنائی جاتی ہیں ؛
تم مسافر درویش کو یہاں رات بسر کرنے کی اجازت نہیں دیتے ، تم
کافر اور بے ایمان ہو ۔
یوں تو روزے بھی رکھتے ہو ، نمازیں بھی پڑھتے ہو اور گلے میں
قرآن پاک لٹکائے پھرتے ہو
مگر مسافر درویش کو رات بسر کرنے سے روکتے ہو ، تم پکے کافر اور
بے ایمان ہو ۔
میں نے اپنے باپ کے شہر تخت ہزارے کو خیر باد کہا ہے ، میں نے
سب جنجال چھوڑ دیے ہیں ؛
یہ بستی آباد رہے جہاں اس فقیر نے رات گزاری !''
نوجوان اس کے لیے روٹی کے ٹکڑے لائے ، اس نے وہ کھائے اور ٹھنڈی
لسی پی ،
''اے نوجوانو ! تم ہمیشہ زندہ رہو ، یہاں تمہارے پاس اس فقیر نے
رات بسر کی ہے''۔
''دائیں[1] طرف جاتے ہوئے بائیں طرف مڑ جا ، دائیں طرف ہرگز قدم
نہ رکھنا ۔
بائیں طرف جنگل میں شیر ہیں اور دائیں طرف خوفناک بلائیں ہیں''۔
''میں[2] خود ہی کماتا ہوں اور خود ہی کھاتا ہوں ، مجھے پکڑ لے اور
گھر بیٹھ کر مجھے آرام سے کھانا ؛
میں شوق سے تیرے سرخ پلنگ اور سفید بستر کی زینت بننے کے لیے
تیار ہوں ،
میں نے اپنے باپ کا تخت ہزارہ چھوڑ دیا ، میں اپنے بھائیوں کو روتے
ہوئے چھوڑ آیا ۔

---

۱ - یہ بات چیت رانجھے اور لوناں کے درمیان ہے ۔ مرتب
۲ - میرا کوئی عزیز اور قریبی نہیں ہے اس لیے زندگی سے تنگ آ چکا
ہوں ۔ مترجم

کسی کو پہلے ، کسی کو پیچھے ـــــ ہر شخص کو مصائب سے دوچار
ہونا پڑتا ہے''۔
''میں تجھے ایک بات کہتی ہوں اور سچ سچ کہہ سناتی ہوں ؛
میری بیٹیوں کو بر کی تلاش ہے ، بیٹے خوب کما رہے ہیں ۔
میری دو کنواری بیٹیاں گھر بیٹھی ہیں ، جس سے چاہے بیاہ کر لے ؛
میں تجھے قرآن کی قسم دے کر کہتی ہوں ، میری بات رد کر کے
میرے رنگ میں بھنگ نہ ڈالنا ''۔
''میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں اور کہہ سناتا ہوں ، سچی بات کہہ
دینی چاہیے :
نہ میں نے تیرے بیٹوں سے کنواں کھدوانا ہے نہ تالاب ۔
اگر تو خیریت چاہتی ہے تو واپس چلی جا تاکہ مجھے تیرے ساتھ
سختی نہ کرنی پڑے ۔
میں رانجھا ہوں اور جھنگ سیال کو جا رہا ہوں ، میں تیرے پاس
نہیں رہ سکتا ''۔
''میں خشکی پر بھی لوناں ہوں ، تری پر بھی لوناں ہوں ، میں مغرور
لوناں ہوں ،
میں لوناں جہاں پاؤں رکھتی ہوں ، زمین بوجھ سے کانپنے لگتی ہے ،
آج کی رات ہمارے ہاں بسر کر ، یہ بستی آباد ہو جائے گی ،
میں تیری خاطر یہاں آ گئی ہوں ورنہ میں کبھی گھر سے باہر نہیں
نکلتی''۔
''میں ایک بات کہتا ہوں اور کہہ سناتا ہوں ، سچ بات کہہ
دینی چاہیے :
میں ہر روز سوا من پوست پیتا ہوں اور بھنگ کا کچھ شمار نہیں ،
سوا سیر افیون کھاتا ہوں اور شراب کا پورا مٹکا پیتا ہوں ،
بھوری بھینس کا دودھ پیتا ہوں اور روٹی کو گھی میں کوٹ کر اور
اس میں چینی ملا کر کھاتا ہوں''۔
''اے گاڑی بانو ! اپنے چھکڑے لاد لو ، اے ساربانو ! اپنے اونٹوں
پر سامان رکھ لو ،
اے بگھی والو ! بہت سی شراب پی لو اور میرے محل کی طرف جاؤ ؛
اگر ایک لاکھ کا سامان ہوگا تو دو لاکھ ادا کروں گی ، میں کسی کی

اجرت نہیں روکوں گی ؛
میری بستی میں آج رانجھا آ گیا ہے جو پورا فقیر ہے''۔

''میں رانجھا ، تخت ہزارے سے چلا ہوں ، میں موجو جاٹ کا بیٹا ہوں ؛
میں جب پانچ برس کا تھا ، اس دن سے مجھے بھینسیں چرانے کا کام
سونپا گیا ۔
بارہ برس میں نے بھینسیں چرائی ہیں اور باپ کی وجہ سے زندگی عیش سے
بسر کی ہے ؛
باپ فوت ہو گیا تو مشکل میں پھنس گیا ، بھائیوں نے میرے ساتھ دغا
کی ہے ۔
میں رانجھا ہوں ، جھنگ سیال کو جاؤں گا ، تیرے روکنے سے نہیں
رکوں گا ؛
میں بہت سی عورتیں پیچھے چھوڑ آیا ہوں ، میں لالی[1] کو بہت پیارا
تھا ''۔
''میں تجھے لاٹھیوں سے پٹواؤں گی ، میں تجھے رسیوں سے بندھوا دوں گی
اور فوراً پھانسی پر لٹکا دوں گی ۔
میں نے تیری خاطر ایک لاکھ کی بجائے دو لاکھ صرف کر دیے ہیں ،
کسی کا معاوضہ نہیں رکھا ؛
تو مجھ سے عیش و عشرت کا وعدہ کر کے اب اپنے قول سے مکر رہا ہے ،
تجھے ساری عمر یہاں سے نہیں جانے دوں گی ۔
میں تیری خاطر یہاں آ گئی ہوں ورنہ میں تو محل سے باہر نہیں نکلتی''۔
''لاٹھیاں ٹوٹ جائیں گی ، رسیاں گر پڑیں گی ، فقیر کو پھانسی نہیں
دی جا سکتی ؛
میں نے تجھ سے ھنسی مذاق کیا تھا اور تو سچ مچ وہ چیزیں لدوا کر
لے آئی ہے ۔
تو مرگھٹوں میں آوارہ گردی کرتی پھرتی ہے اور خواہ مخواہ جھگڑا مول
لیتی ہے ؛
پیچھے نگاہ تو ڈال ، تیرا محل جل رہا ہے''۔

---

۱ ۔ رانجھے کی بھاوج ۔

''ایک[1] بات کہتا ہوں اور کہہ سناتا ہوں، سچی بات کہہ دینی چاہیے:
مجھے پیروں نے بھیجا ہے اس لیے میں چل کر یہاں تیرے پاس آ گیا
ہوں ،
مجھے صرف پانچ سیر دودھ کی ضرورت ہے ، زیادہ میں نہیں مانگتا ''۔
''یہ پانچ سیر دودھ پیروں کی نذر کروں گا ، تجھے دے کر یوں ہی
ضائع نہیں کروں گا ''۔
اس پر رانجھے نے اسے یوں بد دعا دی : ''میں تجھے کہہ سناتا ہوں ؛
تیری سب بکریاں مر جائیں گی ، تیری ایک بھی بھیڑ باقی نہیں رہے گی ،
باڑے کے اندر بھیڑوں کے بچے مر جائیں گے اور گھر میں تیری بوڑھی
ماں فوت ہو جائے گی ،
تیری بیوی مر جائے گی اور تو رنڈوا ہو کر برباد ہو جائے گا ''۔

پانچ پیر تھے اور چھٹا رانجھا ، انھوں نے جنگل میں مجلس کی ،
پیروں نے اپنے نیچے سوراخوں والا کالا کمبل بچھایا ۔
رانجھے نے وہاں بیٹھ کر بانسری بجائی اور اپنی فریاد درگاہ الٰہی میں
پہنچائی ؛
خود اندر نے اس کی بانسری کی آواز سن لی اور آسمانوں پر سے ایک
بھوری بھینس بھیج دی ۔
بڑے صبر و تحمل اور کوشش کے بعد وہ بھوری بھینس دودھ دینے پر
مائل ہوئی ۔
رانجھے نے دودھ کی پہلی دھار دھرتی ماتا کو دی اور دوسری اپنے برتن
میں ڈالی ،
اس نے پیالے بھر بھر کر پیروں کو پیش کیے ، پیروں نے دودھ پی پی
کر اسے دعائیں دیں :
''اے رانجھا ! جا ، ہم نے تجھے ہمیشہ کے لیے ہیر عنایت کر دی ہے ۔''
رانجھا تخت ہزارے سے روانہ ہوا اور تنگ دل ہو کر وہاں سے نکلا ۔
''نہ یہاں میرا کوئی دوست ہے ، نہ یہاں میرا کوئی گھر ہے ۔''
گھاٹ پر اسے رات آ گئی اور وہ نادان ملاح سے جھگڑنے لگا :

---

۱ - یہ بات جھنگ کے راستے میں رانجھے اور ایک گھر والے کے درمیان
ہو رہی ہے ۔

''اے لڈن ملاح ! خدا کے لیے کشتی دریا میں ڈال دے ، مجھے جھنگ
سیال جانا ہے ۔''
''یہ آدھی رات ہے ، بیروں کا وقت ہے ، تو کس وقت کا مسافر ہے ؟
دریا میں خوفناک موجیں آٹھ رہی ہیں اور پانی کا بہاؤ تیز ہے ؛
یہاں تو غوثوں اور قطبوں کے ہوش و حواس گم ہوئے جاتے ہیں ، تو
کیسے اس وقت دریا پار کر سکتا ہے ۔
اس وقت کسی جھاڑی تلے لیٹ جا ، صبح سورج نکلے دریا پار کر کے
چلے جانا ۔''
تب رانجھے نے باجے کی چھتیس سریں درست کیں اور انھیں میں بھیروں
کا راگ بھی تھا ،
انھیں میں نیچی سریں بھی تھیں اور بلند سریں بھی اور انھیں میں ناچ
بھی تھے ،
ان میں مرغوں کی آوازیں بھی تھیں اور موروں کی آوازیں بھی ۔
''اے لڈن ملاح[1] ! اسے خدا کے واسطے کشتی میں بٹھا لے، یہ تو کوئی
غوث یا قطب معلوم ہوتا ہے ۔''
''غوث یا قطب کا یہ وقت نہیں ، اس وقت تو چور آچکّے پھرتے ہیں ۔
دریا میں مگرمچھ بھی پھرتے ہیں ، مرغابیاں بھی اور چھوٹی بڑی مچھلیاں
بھی ؛
اگر یہ کوئی سچا غوث یا قطب ہوتا تو اسے غیب سے کشتی مہیا ہوجاتی ۔
میں نے بہت سے ایسے اکڑفوں رکھنے والے یہاں ٹھٹھرتے دیکھے ہیں ۔''
''صبح سویرے فجر کے وقت ، ہاتھ میں چھڑی ، کندھے پر کمبل اور
سر پر پٹکا باندھے ہوئے
تو کہاں سے بھاگا ہوا آ گیا ہے ؟
اور ندیاں مزے سے بہتی ہیں مگر چاندل[2] کا بہنا خوفناک ہے ؛
یہ کچی دیواروں کو غارت کر دیتی ہے اور پختہ دیواروں کو دھڑام
سے گرا دیتی ہے ۔
دنیا کے اندر مگرمچھوں اور کچھووں کی کچھ کمی نہیں ؛

---

۱ ۔ یہ الفاظ غالباً لڈن کی بیوی کہہ رہی ہے ۔ مترجم
۲ ۔ چناب ۔

میں نے تیری خاطر کشتی ڈال دی ھے تاکہ اے غافل جاٹ ! تو
ڈوب نہ جائے۔''

''میں[۱] اپنے گھر میں ناز و نعمت سے پلی تھی ، اب مجھے لڈن سے
واسطہ پڑ گیا ھے ،

حالات نے مور کھ کے ھاں رھنے پر مجبور کر دیا ھے ، میں نے رو رو کر
اپنی زندگی خراب کر لی ھے ،

اس میں نہ میرے ماں باپ کا قصور ھے ، نہ برھمنوں نے ھم سے کوئی
فریب کیا ھے ۔

کشتی بے شک ڈوب جائے ، چپو پھٹ جائیں ، میں نے دریا میں سے
خواجہ[۲] کا لعل پا لیا ھے ۔''

''اے لڈن ! میں بھاگا بھاگا اونچے کنارے پر آ گیا ھوں ؛

نہ میں نے کسی کے مویشی چرائے ھیں اور نہ کوئی میرا پیچھا کر رھا ۔

اے لڈن ! اگر تو کسی ملاح کا بیٹا ھے تو دوڑ کے کشتی لے آ ؛

خدا تجھے یہ دونوں[۳] مبارک کرے ، میری جان ان سے بچا ۔''

''سرخ پلنگ ھے اور اس پر سفید بستر ، یہ کس امیر کی ناؤ ھے ؟

اے لڈن ! مجھے تھوڑی دیر کے لیے اس پر آرام کر لینے دے ، ذرا میرا
بدن آسودہ ھو جائے ۔''

رانجھے نے اسے رشوت دی اور وہ دونوں منہ بولے بھائی بن گئے ، رانجھا
تھوڑی دیر کے لیے اس پلنگ پر سو گیا ۔

لڈن بولا : ''وھاں کھیڑوں کی منڈی کے قریب سیالوں کے اونچے محل
ھیں ،

یہ کشتی ھیر سیال کی ھے اور یہ سرخ پلنگ اور سفید بچھونا بھی اسی
کا ھے ،

وہ چوچک کی بیٹی اور پٹھان کی بہن ھے ، آج کل وہ محبت کی تلاش میں
پھر رھی ھے ؛

اگر اس کی سیج پر سے پرندہ بھی گزر جائے تو وہ مجھے جان سے مار
دے گی ۔''

---

۱ - لڈن کی عورت کہہ رھی ھے ۔

۲ - خواجہ خضر[۴] ۔

۳ - لڈن کی دو عورتیں ھوں گی یا دو لڑکے ۔

رانجھے نے رشوت دی ، لڈن کو بھنگ پلائی اور پلنگ پر سو گیا ،
ھیر نے سوتے میں خواب دیکھا کہ کوئی مسافر اس کی سیج کے مزے
لوٹ رہا ہے :
''میں سچی بات کہتی ہوں اور کہہ سناتی ہوں ، مجھے یہ بات ہرگز
پسند نہیں ؛
رات میں نے خواب دیکھا ، ایک کالا ناگ مجھے ڈرا رہا تھا ۔''
تب اس نے برھمن سے کہا : ''میں ضرور رانجھے سے ملوں گی ورنہ
قبر میں جاؤں گی ۔
اے تلسی برھمن ! مجھے پتری کھول کے بتا جو کچھ تیری پتری
بتاتی ہے ۔''
''میں پتری کھولتا ہوں اور کھول کے سب کچھ سچ سچ بتاتا ہوں ؛
تیری سیج پر تیرا عاشق سو رہا ہے ، میں ہرگز جھوٹ نہیں کہتا ۔''
سب سہیلیوں نے مل کر سوچ سوچی اور فتّی کو شیشم کے درخت پر
چڑھا دیا ،
وہ کہنے لگی : ''مجھے[1] اپنے بھائیوں کی قسم ! مجھے قرآن کی قسم !
میں جھوٹ نہیں کہتی ،
تیری سیج پر تیرا عاشق سو رہا ہے ، میں بالکل سچ کہتی ہوں ،
تو وہاں جا کر لڈن ملاح کو پکڑ لے ، اس نے رشوت لے کر تیری
سیج لٹا دی ہے ۔
دل[2] وہ دریا ہے جو سمندروں سے بھی زیادہ گہرا ہے ، دل کی بات
کون جان سکتا ہے ؟
کشتی ، چپو اور مانجھی سب اسی کے اندر ہیں ،
انسان کے چودہ طبق بس رہے ہیں —— سائبانوں کی طرح تنے ہوئے ۔
جو کوئی دل کے انداز سمجھ لے ، وہ ہر دم خوشی میں رہتا ہے ۔
''تو[3] نے میرے ننگے بدن پر ایسی ضربیں ماری ہیں کہ میری آنکھیں
اداس ہو گئیں ،

---

۱ ۔ خالص پنجابی انداز ہے ۔ مترجم
۲ ۔ یہ چار مصرعے حضرت سلطان باھو کے ہیں ۔ مترجم
۳ ۔ یہ گفتگو ھیر اور رانجھے میں ہے ۔ مرتب

مجھے تو نے اتنی ضربیں ماری ہیں ، اگر میں ایسی ایک ضرب لگا دوں تو
تجھے پتا چل جائے ۔''

''اے آوارہ گرد[1] ، لمبے بانکے نوجوان ! تو میری چنبیلی کی سیج پر
کیوں سو گیا ؟

اگر سویا تھا تو اب جاگ ، اٹھ اور چنبیلی کے پھولوں کو چن لے ۔''

ساون کا موسم ہیر کا دل خوش کرنے کے لیے آ پہنچا ، پودوں کی
کونپلیں نکل آئیں ؛

اس کے کانوں کی ہلتی ہوئی بالیاں اس کے حسن میں اضافہ کر رہی
تھیں اور اس کی جھولی عقیقوں سے بھری ہوئی تھی ۔

''اگر میں تھوڑی دیر کے لیے سیج پر سو گیا تو کیا ہوا ؟ اس میں
تمھارے خاندان کے نام کو کیا بٹّا لگ گیا ؟

ہماری تمھاری محبت ازل سے ہے ، ہمارے ہاتھوں کی لکیریں صاف بتا رہی
ہیں ۔

جھنگ سیال میں آڑو پک رہے ہیں اور وہاں باغوں میں میٹھی ناشپاتیاں
ہیں ۔''

ہیر نے کہا : ''اے رانجھے ! سچ سچ بتا ، آخر ہمارا آپس میں کیا رشتہ
ہے ؟''

رانجھے نے جواب دیا : ''جب میں رانجھا اندر کے ہاں تھا ، ان دنوں تو
وہاں دوشیزہ تھی ،

جب میں رانجھا ناما نند بن گیا ، اس وقت تو میری عورت گورکھاں
تھی ،

جب میں رانجھا رادھے کشن تھا ، اس وقت تو برکھ بھان کی بیٹی تھی ؛

پھر میں نے تخت ہزارے میں رانجھوں کے ہاں جنم لیا اور تو مہر چوچک
کے گھر پیدا ہوئی ۔''

ہیر نے پوچھا : ''تیرے چہرے پر ڈاڑھی آ چکی ہے ، تو سر کے بال
بڑھا چکا ہے[2] ، پھر تو اب تک کیوں کنوارا ہے ؟

---

۱ - مرتب نے یہ الفاظ رانجھے کے بتائے ہیں مگر میرے خیال میں یہ
ہیر کے الفاظ ہیں ۔ مترجم

۲ - بلوغت کی نشانیاں ۔ مترجم

تیرے ددھیال نیچ ھیں یا تیرے ننھیال ، یا پھر تیرے بھائیوں کو
تجھ سے پیار نہیں ؛
یا تو نے پھوھڑ ماں کے ھاں جنم لیا ھے یا تو ویسے ھی لعلوں کا
خریدار نہیں[1]۔
ان باتوں کی وجہ سے تو داغ دار ھے ، یہی وجہ ھے کہ تو اب تک
کنوارا پھر رھا ھے''۔
''اگرچہ میرے چہرے پر ڈاڑھی ھے ، سر کے بال پورے ھیں اور میں
کنوارا بھی ھوں
مگر میرا ددھیال اور ننھیال دونوں بلند مرتبہ ھیں اور تخت ھزارے کا
مرتبہ بھی اونچا ھے ؛
نہ میں نے پھوھڑ ماں کے ھاں جنم لیا ھے ، میرے بھائی بھی مجھ سے بہت
پیار کرتے ھیں ،
میری سات بھاوجیں ھیں ، ھمارے ھاں عورتوں کا پورا لشکر ھے اور
میں لعلوں کا خریدار ھوں ۔
میں نے چوچک کی بیٹی ھیر کے متعلق سن لیا تھا ، اب میں اسی کا شائق
ھوں ؛
میں ھر اچھی بری عورت کا گاھک نہیں ، میری بھاوج لالی مجھ سے بہت
پیار رکھتی ھے ۔''
چاند اور سورج نے نکلنا چھوڑ دیا ، اب صرف تاروں کی لو باقی ھے ؛
جوھڑوں میں سے پانی سوکھ گئے اور جنگلوں کی گھاس سوکھ گئی ۔
خود رسول ؐ پاک برات میں شامل ھوئے اور برھما نے سائبان کھڑے
کیے ،
حوروں نے مل کر خوشی کے گیت گائے اور پریوں نے مل کر مہندی
رچائی ؛
پانچ پیروں نے نکاح پڑھا اور خواجہ (خضر[۲]) گواہ بنے ،
ھیر اور رانجھے کا ملاپ ھو گیا اور خدا نے اسے پسند فرمایا ۔
''اے باپ ! میں ایک چرواھا لائی ھوں جو ھماری بھینسیں چرا
لائے گا ؛

---

۱ - مرتب کے الفاظ ھیں ''یا تو لعلوں کا خریدار ھے''۔ مترجم

جس بھینس کو وہ لاٹھی سے چھو دیتا ہے ، وہ نر بچہ[1] نہیں جنتی ،
پہلے آپ نے اکیس چرواہے مقرر کر رکھے ہیں ، اب یہ اکیلا ہی
ساری بھینسیں سنبھال لے گا ؛
اس چرواہے کی صورت چاند کی سی ہے اور کوئی اس کے حسن کی تاب
نہیں لا سکتا ،
البتہ اس کی ایک بری عادت ہے ، وہ چاہتا ہے کہ اسے ہیر کھانا
دینے جائے
ورنہ وہ خود ہی دودھ دوھتا ہے ، خود ہی اسے جاتا ہے اور خود ہی
بلوتا ہے ۔''
''اے ہیر ! تو جو چرواہا لائی ہے ، وہ کیا کسی کی بھینسیں چرائے گا؟
اس کی چال شہزادوں کی سی ہے ، اس کی لاٹھی بھاری ہے ،
وہ اپنے بالوں میں تین پاؤ گھی ڈالتا ہے جو نیچے زمین تک ٹپکتا
جاتا ہے ،
اس کے دانتوں میں سونے کی میخیں جڑی ہوئی ہیں ، وہ کیا کسی کی
بھینسیں چرائے گا ؟
جن کے گھروں میں یہ لاڈلا جائے گا ، ان بستے گھروں کو آجاڑ دے گا
اور جنھیں یہ تباہ کر دے گا ، وہ پھر کبھی پنپ نہیں سکیں گے ، وہ
ہمیشہ در بدر ہی دھکے کھاتے رہیں گے ۔
میرا گلہ آدھی رات کے وقت چرنے کے لیے نکلتا ہے اور یہ ساری رات
سوتا رہتا ہے ؛
اگر تو خیریت چاہتی ہے تو اس چرواہے کا دامن چھوڑ دے ، مجھے
اپنے پہلے چرواہے زیادہ پیارے ہیں ۔''
' اپنے گھر میں ہم سردار تھے ، گھر سے باھر نکلے تو ناکارہ بنے ۔
اے ہیر ! ہم جو پہاڑ کی مانند پر وقار تھے ، تو نے ہمیں پرکاہ سے بھی
کم وقعت کر دیا ۔
ہم راٹھوں کے بیٹوں کو 'چرواہے' کہا گیا ، چرواہے بےچارے تو
بہت ناچیز ہوتے ہیں ۔

---

۱ - بھینس کا نر بچہ اچھا نہیں سمجھا جاتا ، مادہ بچہ قیمتی تصور ہوتا
ہے ۔ مترجم

تیرا بھائی پٹھان تجھ سے ناراض ہے اور تیرا باپ تجھے طعنے دیتا ہے ؛
تو میرا دامن چھوڑ دے ، اپنے گھر کو چلی جا ، ہم تو اُڑ جانے والے
ہنس ہیں ۔
مجھے خوشی سے رخصت کر اور بھائی بندوں سے جا کر مل جا "۔
"اے رانجھے ! میں تجھے ایک بات کہتی ہوں اور سچ سچ کہہ سناتی ہوں:
اگر تو یہاں رہے گا تب میں یہاں رہوں گی ورنہ تیرے ساتھ
جاؤں گی "۔
ستر سرداروں اور بہتر امیروں کی موجودگی میں چوچک نے ہیر کا ہاتھ
رانجھے کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا :
"جب تک تو زندہ ہے، یہ تیری ملکیت ہے، اگر تو مر جائے تو اس پر
اختیار نہیں ؛
اگر کوئی تجھ سے ہیر چھین لے جائے تو میں دربار (خداوندی) میں
(اس کے خلاف) گواہی دوں گا ۔"
چوچک نے رانجھے سے یہ بات کہی تو اس نے گائیں اور بھینسیں
ہانک لیں ۔
"اے ہیر ! تیرے باپ نے ایسے مویشی میرے سپرد کیے ہیں جو
صرف رات کو چرتے ہیں ؛
یہ بھینسیں بہت رذیل ہیں —— کھونٹیاں اکھاڑ دیتی ہیں ، رسیاں توڑ
دیتی ہیں ۔
سانپ میرے ہمجولی ہیں اور شیر میرے رفیق ؛
تو تو اپنے عشرت کدے میں آرام کرتی ہے مگر میرے لیے راتیں
گزارنا مشکل ہو رہی ہیں ۔"
"میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتی ہوں اور تم سے سچ سچ کہتی ہوں :
میری ایک جانب میرا باپ چوچک سو رہا ہوتا ہے اور دوسری جانب
میری ماں تلی کی چارپائی ہوتی ہے ،
ایک طرف میرا بھائی پٹھان ہوتا ہے اور دوسری جانب بھاوج کوڈی[۱]؛
تو بھینسیں جنگل کی طرف ہانک لے ، دن چڑھے تک میں بھی وہاں
پہنچ جاؤں گی ۔"

---

۱ - لفظی معنی 'کوڑی'۔

''بھینسیں آ گئی ہیں مگر میرا چرواہا نہیں آیا ، وہ کس عیش میں
مشغول ہے ؟
نہ میں نے سوت کاتا ہے ، نہ کشیدہ کاڑھا ہے ، صرف اسے کھانا پہنچا
کے آ گئی ہوں ؛
جب میں نے اسے ہاتھ لگایا تھا ، اس کا بدن گرم تھا ۔
میں نو بھینسیں سخی سلطان (سرور) کے نام پر دوں گی اور دسواں ایک
نر بھینسا چھوڑ دوں گی ؛
میں اپنے استعمال کی لنگی اور سر پر اوڑھنے کی عمدہ اوڑھنی ، یہ سب
چیزیں اسے انعام میں دوں گی
جو رانجھے کو تندرست کر دے ۔
جو کوئی رانجھے کی تکلیف دور کر دے ، وہ ہمارے لیے مکہ کی طرح
ہوگا اور ہم اس کے حاجی ہوں گے ؛
میں ہیر سیال ، اسی وقت سے (اس کے عشق میں) ڈوب چکی ہوں
جب میں نے اسے کشتی سے دھکے دے کر آتارا تھا ۔
بھینسیں آ گئی ہیں ، چرواہا نہیں آیا ، میں جنگل میں کھڑی پکار رہی
ہوں ۔
اگر وہ آ جائے تو میں اس کے تلوے سہلاؤں ، اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ
میں لوں ، میری نظر میں وہ ملازم نہیں ہے ۔
چڑھتی جوانی اور بہتے پانی کو کون روک سکا ہے ؟
باہر جاتی ہوں تو میرا باپ چوچک مجھے ڈانٹتا ہے اور گھر آتی ہوں تو
ماں تلی ناراض ہوتی ہے ؛
مسجد میں قاضی فتّو جھڑکتا ہے اور دروازے میں چچا کیدو لنگڑا ۔
چرخہ کاتتے وقت سہیلیاں چھیڑتی ہیں اور گلیوں میں عورتیں طعنے دیتی
ہیں ،
میرا جوبن چھلک چھلک کر راستوں میں گر پڑتا ہے، مجھے یہ کام سخت
مشکل نظر آتا ہے ؛
اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ مشکل پیش آئے گی تو میں سیالوں کے ہاں
جنم نہ لیتی ۔
بھینسیں آ گئی ہیں ، چرواہا نہیں آیا ، اس نے بھینسوں کو کیسے
بھیج دیا ؟

آج رانجھا ہیر کے گھر واپس نہیں آیا ، نہ کہیں جنگل میں اس کا پتا
ملتا ہے ۔
دودھ والوں نے اپنے دودھ سنبھالے ، گورو نے اپنے چیلے سنبھالے ؛
ہیر ہتھنی کی مانند ہے جس کا مہاوت میاں رانجھا ہے ، وہ جیسے
مجھے چلائے میں چلتی ہوں ۔
دوست دوستوں سے اس طرح رخصت طلب کرتے ہیں جیسے چیلے اپنے
گورو سے ؛
ہماری آنکھیں چار ہوتے ہی دل اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے جیسے
ڈھال کو تیز تلوار ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے ۔
اسے جنگل میں تلاش کرتے کرتے میری لنگی پھٹ گئی ہے اور سرخ
دوپٹا تار تار ہو گیا ہے ؛
اب کے بچھڑے ہوئے خدا جانے پھر کب ملیں گے ؟ اتفاق ہی سے
ملاقات ہوگی ۔
خواجہ[1] بابا ! میری فریاد سننا ، میرے چرواہے کا تو ہی خیال
رکھنا
کہ اسے سانپ نہ کاٹے ، شیر نہ پھاڑ کھائے ، نہ چور تنگ کرے ۔
ساون کا مہینا آ پہنچا ، میں اپنے دل کو بہلاتی پھرتی ہوں ، زمین
میں سے ہریاول پھوٹ رہی ہے ؛
جوان لڑکیوں کے لیے ان کے ماں باپ بر تلاش کرتے ہیں اور ہیر کے
لیے پانچوں پیر ۔
اے میرے دیکھے بھالے نالے ! سن ، توں کیوں پودے اور گھاس اکھاڑتا
ہے ؟
تو بڑے بڑے دریاؤں کی ہمسری کرتا ہے حالانکہ تو جوہڑ بھی نہیں ؛
اسی گھاٹ سے بھینسیں بھی گزری ہیں اور گائیں بھی
اور اسی گھاٹ سے میاں رانجھا گزرا ہے جو بے چاری ہیر کا مالک ہے ۔
اگر فقیروں نے تجھے بد دعا دے دی ، پھر تجھ میں کبھی پانی نہیں
بہے گا ۔

---

۱ ۔ پاک پٹن کے خواجہ شیخ فرید الدین شکر گنج جنہیں بابا فرید
بھی کہتے ہیں اور جو سب سیالوں کے پیر ہیں ۔ مرتب

ہیر کو رانجھے سے ضرور ملنا ہے ، خواہ اس کوشش میں اس کی جان
چلی جائے ۔
رات اندھیری ہے ، گلیوں میں کیچڑ ہے اور بجلی چمک چمک کر ڈراتی
ہے ،
زمین پھٹ نہیں جاتی کہ میں اس میں سما جاؤں ، آسمان پر میں چڑھ
نہیں سکتی ؛
بائیں طرف جاؤں تو شیر ڈراتا ہے ، دائیں طرف جاؤں تو ناگ کھانے
کو دوڑتا ہے
مگر ہیر کو رانجھے سے ضرور ملنا ہے ، آگے جو خدائے قادر کو منظور
ہے ۔
خدا کی مخلوق سب پڑ کر سو گئی ہے مگر مجھ بے چین کا جگر چھلنی
ہے ؛
دودھ بلونے والی عورتوں نے دودھ بلونا شروع کر دیا ہے اور شہروں
سے صبح کی اذانیں بلند ہو رہی ہیں ۔
اے رانجھا ! ملنا ہے تو مل لے ، ابھی وقت ہے ورنہ میری جان
فریاد کناں بدن چھوڑے جا رہی ہے ؛
سانپ اور شیر مجھے کھانے کے لیے دوڑ رہے ہیں اور دریا طغیانی پر
ہے ۔
سب انہیں 'بھینسیں' کہتے ہیں مگر میرے لیے یہ حوریں اور پریاں
ہیں ،
ان کے سینگ مڑے ہوئے اور بل کھائے ہوئے ہیں اور ان کی رانوں پر
تھالیاں بھلی معلوم ہوتی ہیں ،
ان کا دودھ شربت کی طرح شیریں ہے اور گھی جیسے مصری کی
ڈلیاں ؛
باہر جاتی ہیں تو کھیت بھلے معلوم ہوتے ہیں اور گھر آتی ہیں تو ان
کی وجہ سے گلیاں خوب صورت ہو جاتی ہیں ۔
اے میاں رانجھا ! آؤ ہم تم چوپڑ کھیلیں ، ان بھینسوں کی پروا نہ
کرو ؛
اب دنیا میں عاشق و معشوق کے چرچے ہونے لگے ہیں"۔

''چرواہے[1] نیچ ذات ہوتے ہیں ، ان سے بد بو آتی ہے ،
کیا تو نے کسی عطر فروش کی دکان لوٹی ہے یا تو ہیر سے بغل گیر ہوا ہے ؟
اے رانجھے ! یہ کپڑا جو تو نے اوپر لپیٹ رکھا ہے اسے کھول دے ،
تجھ سے تو صندل کی خوشبو آ رہی ہے''۔
اس وقت رانجھے کی چادر کے اندر ہیر تھی ، اب خدا ہی پردہ رکھ سکتا ہے ۔
''تو مجھے نیچ ذات بتاتا ہے ، کیا تجھے شرم نہیں آتی ؟
نہ میں نے کسی کا عطر چرایا ہے ، نہ میرے آغوش میں ہیر ہے ۔
کشمیر میں ایک صندل کا درخت پانی میں گر پڑا تھا ، وہ طغیانی میں بہتا ہوا یہاں آ گیا ،
بھینسیں اس کے ساتھ بدن رگڑ کے آتی جاتی ہیں ، انہیں وہاں سے خوشبو لگ گئی ہے''۔
رانجھے نے اوپر کا کپڑا کھول کے دکھا دیا مگر اندر سے ہیر نظر نہ آئی ۔
موجو کا بیٹا رانجھا پاک دامن تھا اس لیے خدا نے اس کی شرم رکھ لی ۔
''میں[2] سچ کہتا ہوں ، سچ کہہ سناتا ہوں اور میں نے تمہیں سچ سچ کہہ دیا ہے ۔
یہ لو اپنا نکما ''بھورا''[3] اور وہ تمہاری گائیں بھینسیں کھڑی ہیں ، انہیں سنبھال لو ،
تم دولت مندوں کو اور کئی نوکر مل جائیں گے اور ہم چاکروں کو ملازمتوں کی کمی نہیں ،
ہنس اڑ جائیں تو پھر انہیں بٹھایا نہیں جا سکتا ، پھر وہ سیدھے بہشت میں پہنچ جاتے ہیں ۔

---

۱ ۔ ہیر کا بھائی پٹھان رانجھے سے کہہ رہا ہے ، وہ رانجھے اور ہیر کو خلوت میں پکڑنا چاہتا ہے مگر ناکام رہتا ہے ۔ مرتب
۲ ۔ رانجھا ہیر سے کہہ رہا ہے ۔
۳ ۔ موٹا اور کھردرا سا کمبل نما کپڑا۔ مترجم

پانوں کی باڑی کے لیے آور رکھوالے مل جائیں گے اور بھونروں کو
آور پھول مل جائیں گے ،
تمھارا بھائی پھٹان مجھے طعنے دیتا ہے ، اب میرا یہاں رہنا درست نہیں ،
ہیر ! تم سے دوستی کرنا تو سوتے شیروں اور کالے ناگوں کو جگانا
ہے ؛
اب یہاں سر دھڑ کی بازی لگ گئی ہے اور تمھیں چال چلنا آتا نہیں''۔
وہ اپنے مکھن کے پلے بالوں کو نوچ نوچ کر پھینکنے لگی ۔
''اے نا پختہ دوست ! تو پہلے ہی حملے میں چوچک کی بیٹی سے دوستی
چھوڑے جاتا ہے''۔
کیدو نے کہا : ''میں تجھے سچی بات کہتا ہوں اور کہہ سناتا ہوں ؛
اے رانجھا ! میں حاجی ہوں ، مکہ سے چل کر آیا ہوں اور تیرے
پاس آیا ہوں ،
میں تین دن سے بھوکا ہوں اور میں نے کہیں سے کھانا نہیں کھایا ،
خدا کے واسطے مجھے اپنا کھانا دے دے ، تیری عمر دراز ہو ! ۔
میں 'حاجی کیدو' مکہ سے چل کر رانجھے کے پاس آ گیا ہوں''۔
رانجھے نے جواب دیا : ''کیا بیابان کے اندر کھانا پک رہا ہے ؟ کیا
یہاں کسی نے دیگ چڑھا رکھی ہے ؟
میرے لیے آٹھ پہر کے بعد روٹی آتی ہے ، میں چوچک مہر کا چرواہا
ہوں ؛
اگر تو اس قدر بھوکا ہے تو سیدھا سیالوں کے ہاں چلا جا ''۔
''آدھی روٹی سے چوتھائی حصہ دے دے یا چوتھائی میں سے ایک
چھوٹا سا ٹکڑا دے دے ،
کیا اچھا ہو اگر تو پوری روٹی دے دے ، اگلے جہان تجھے اس کا
دگنا اجر ملے گا ''۔
رانجھے نے کیدو کا سوال سنا تو اپنی 'چوری' اس کے دامن میں ڈال
دی ۔
کیدو وہاں سے چوری لے کر چل پڑا اور سیالوں کے پاس پہنچ کر
دہائی مچانے لگا ۔
''میں نے ہیر اور رانجھے کو جنگل میں دیکھا ہے ، میں جھوٹ نہیں
کہتا ،

رانجھا ضرور ایک دن ہیر کو ساتھ لے جائے گا اور سیالوں کی عزت
کو خاک میں ملا دے گا"۔

سیالوں نے جب یہ بات سنی تو انھوں نے ہیر کو قاضی کے پاس پڑھنے
کے لیے بھیج دیا ۔

(قاضی نے ہیر سے کہا :) "یہ کام سیالوں کا سا نہیں ہے ، تو ماں باپ
کے کہنے پر چل ۔

اے ہیر ! سمجھ دار اور دانا بن ، خود ہی کھیڑوں کے ساتھ چلی جا
ورنہ کھیڑے تجھے زبردستی بیاہ لے جائیں گے اور وہاں لے جا کر
تیرے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیں گے ،

جس رانجھے پر تو نازاں ہے ، وہ صرف ایک ادنیٰ ملازم ہے"۔

ہیر نے جواب دیا : "اے قاضی ، پاک نمازی ! سن ، لوگ تجھے
"میاں میاں" کہتے ہیں ؛

در اصل 'میاں' رب سچے کا نام ہے جو سب جانداروں کو رزق پہنچاتا
ہے ؛

میں ہیر زمین کی مانند ہوں اور میاں رانجھا ہل ہے جو مجھے ہر وقت
آلٹتا پلٹتا رہتا ہے ۔

وہ پوست کی طرح میرے بدن میں رچ چکا ہے ، میں اسے پیے بغیر زندہ
نہیں رہ سکتی ۔

تو مجھے اس سے چھین کر کھیڑوں کے حوالے کرنا چاہتا ہے ، تیرا دل
یہ کیسے برداشت کرتا ہے ؟

اے قاضی ! اگر تجھے کھیڑے اتنے اچھے لگتے ہیں تو اپنی لڑکیاں ان
سے بیاہ دے"۔

قاضی بولا : "سیانی بن ، سمجھ سے کام لے ، تکبر چھوڑ دے اور نرمی
اختیار کر ، کھیڑوں کی باندی بن جا ۔

تو کھیڑوں کی خالص چاندی کو چھوڑ کر رانجھے کی کھوٹی چاندی
سے دوستانہ گانٹھ رہی ہے ،

رانجھے کے پاس تیرا یہ حال ہو جائے گا کہ نہ تیرے سر پر کپڑا ہوگا ،
نہ پاؤں میں جوتا ،

ٹوٹا ہوا جوتا ہوگا اور پھٹی پرانی لنگی اور تیرے پاؤں کی گرد اڑ اڑ
کر تیرے سر تک جائے گی ۔

(دوسری طرف) سیدے کے اونچے محل میں تو سونے سے لدی ہوئی
بیٹھے گی جہاں ہوا اٹکھیلیاں کرتی ہے ،
کھیڑوں کو چھوڑ کر رانجھے کا دامن پکڑنا ایسے ہے جیسے بہشت کو
چھوڑ کر دوزخ میں جانا ''۔
''اے قاضی پاک نمازی ! سن ، تو سفید کاغذ لکھ لکھ کر سیاہ کرتا
رہتا ہے ،
تیرے گھر کو آگ لگے اور تیری سب کتابیں جل جائیں ۔
تیرا بیٹا مر جائے ، تیری بہو رانڈ ہو جائے ، تیرا کیا تیری بیٹیوں کو
پیش آئے ؛
رانجھے کا حق کھیڑوں کو دیتا ہے ، تیری قبر جل جائے ''۔
''میں قاضی ، سچی بات کہتا ہوں اور کہہ سناتا ہوں ، میں کانوں پر
ہاتھ رکھتا ہوں ؛
ہیر مجھ سے نہیں پڑھتی ، وہ اُلٹا مجھے پڑھاتی ہے''۔
سرپنچ کھیڑے[1] اکٹھے بیٹھ گئے اور انھوں نے آپس میں مجلس منعقد کی ۔
ایک کہنے لگا : ''ہیر کا رشتہ مبو سنار کو دے دو ، اس کے ہاں
دولت کی کچھ کمی نہیں'' ،
دوسرا بولا : ''ہیر کا رشتہ ادلی راجا کو دینا چاہیے ، اس کی حکومت
بہت وسیع ہے''۔
چوچک نے کہا : ''ہیر کا رشتہ رانجھے کو دیں جو ہمارا چرواہا ہے''۔
کیدو نے رائے دی : ''ہیر کا رشتہ کھیڑوں کو دو ، میں نے سچ بات
کہہ دی ہے''۔
مجلس میں یہی بات طے پائی اور ہیر کی سگائی سیدے کھیڑے سے کر
دی گئی ۔
''چڑھتے[2] دریا کی چمک آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے ، میرے رانجھے کی
آنکھیں دکھ رہی ہیں ،
بھینسوں کے پیچھے پیچھے پھرنے سے اس کے دکھ میں اور زیادہ اضافہ
ہوتا ہے ۔

---

۱ - سیال ہونا چاہیے ۔ مترجم
۲ - سیالوں کا فیصلہ سننے کے بعد ہیر کہہ رہی ہے ۔ مترجم

اپنی ماؤں کے بغیر کون پردیسیوں کے دکھ درد کا ساتھی ہوتا ہے !''
''نہ میں کسی سے روپے لیتا ہوں ، نہ گن کر ششماہی[1] وصول کرتا
ہوں ،
میں نے سیالوں میں رہ کر کون سی دولت کمائی ہے ؟ آلٹا کئی الزام
اپنے سر لیے ؛
اگر تجھے سیدا بیاہ کر لے گیا تو میں اپنے بھائیوں کو کیا منہ
دکھاؤں گا ۔
تیری کلائی پر کس نے ''گانا''[2] باندھا ہے ؟ کس نے تیرے ہاتھوں
میں مہندی رچائی ہے ؟
تو کس کے گھر بیاہی جا رہی ہے ؟ تیرا باپ کسے اپنا داماد بنا رہا
ہے ؟''
''موھنے برھمن نے مجھے یہ ''گانا'' باندھا ہے اور فتی نائن نے یہ مہندی
رچائی ہے ،
لڑکیوں نے مل کر مجھے ابٹنا لگایا ہے ''۔
انہوں نے رانجھے کے لیے چوکی بچھا دی ۔
''میں چوچک کے ہاں شادی کے لیے جا رہا ہوں ، میں سیالوں کا داماد
بنوں گا ؛
بارہ برس تک میں نے ان کی بھینسیں چرائی ہیں ، میں نے ان سے کوئی
معاوضہ نہیں لیا ؛
اس وقت چوچک مہر کے ہاں سر پنچوں کی مجلس تھی ، جب اس نے
مجھے ہیر کا رشتہ دیا ؛
اگر اب کوئی شخص مجھ سے ہیر چھینے گا تو میں اس کے خلاف
درگاہ (الٰہی) میں شکایت کروں گا ''۔
ہیر کی ساٹھ سہیلیاں سیدے کی بارات دیکھنے کے لیے اکٹھی ہوئیں ؛
سیدے کے ہر کان میں تین تین بالیاں تھیں اور اس کے سر پر

---

۱ - پنجاب کے دیہاتوں میں چھ ماہ کی فصل پکنے کے موقع پر ملازموں
کو اکٹھی تنخواہ دینے کا رواج ہے ۔ مترجم
۲ - سرخ ریشم یا سوت کے دھاگے جو دولھا اور دلھن کی کلائی پر
شادی سے پہلے باندھے جاتے ہیں ۔ مترجم

خوب صورت لگتی تھی ۔
ایک آنکھ سے کانا اور سر سے گنجا ـــــــ وہ ہیر کے لیے قطعاً موزوں نہ
تھا ۔
ہیر کہنے لگی : ''میں تو رانجھے کی دولت ہوں جو ہمارے گھر کا
ملازم ہے''۔
رانجھے نے ہیر سے کہا : ''میں نے تمہاری محبت کی خاطر کھیڑوں کا
سامان اپنے سر پر اٹھایا ہے ،
میں نے تمہاری خاطر تخت ہزارہ اور اپنے پیارے بھائی چھوڑے ہیں ،
میں نے لالی بھاوج کو روتے چھوڑا جو اڑتے پرندے شکار کرتی ہے ؛
لالی وہ ہے جس کی یاد میں پہاڑ آنسو بہاتے ہیں ، ہم بےچارے انسان
کیا چیز ہیں ۔
ہم پٹھان کے ملازم بنے اور غریب اور بےچارے سمجھے گئے ۔
مجھے انکار کر دے تاکہ میں اپنے گھر واپس جا کر بھائی بندوں سے
مل بیٹھوں ۔''
''پاؤں کے بغیر پا زیب اچھے معلوم نہیں ہوتے ، نہ ہاتھوں کے بغیر
کڑے خوب صورت لگتے ہیں ،
بیٹوں کے بغیر ماؤں کی زینت نہیں ، خواہ وہ سونے سے لدی ہوں ،
بھائیوں کے بغیر بہنوں کی زینت نہیں ، وہ راستوں پر کھڑی انتظار کرتی
ہیں ،
خاوندوں کے بغیر عورتوں کی زینت نہیں ، خواہ وہ حوروں یا پریوں کی
طرح حسین ہوں ؛
اسی طرح رانجھے کے بغیر ہیر کی زینت نہیں ، خواہ لاکھ کھیڑے یہاں
آئیں ؛
اگر میرے محبوب رانجھے نے مجھ سے منہ موڑ لیا تو میں دوزخ میں
جل جاؤں گی ۔''

رانجھے نے جواب دیا : '' 'ریڑو' پودے میں کوئی خوبی نہیں ، بھونرے
اس کے ارد گرد پیاسے پھرتے ہیں ؛
بارہ برس تک میں نے بھینسیں چرائی ہیں ، اب تو مجھے دلاسوں سے
خوش کرتی ہے ؛

میں نے اپنے باپ کے وطن تخت ہزارہ کو خیرباد کہا ، میں نے ماں باپ کو روتے چھوڑا ،
میں نے پیارے بھائیوں کو چھوڑا ، میں نے رشتے ناطے چھوڑے ؛
رانجھا ، جو اللہ‌تعالیٰ کا ھنس ھے ، وہ تو گلیوں میں ذلیل ھو رھا ھے اور سیدے کوے کو تو اپنے پہلو میں بٹھائے گی ۔
تو مجھے اپنے ھاتھوں سے گھی اور شکر کھلاتی رھی ھے مگر اب مجھے کوئی سوکھی روٹی تک نہیں دے گا ،
وہ دن یاد کر جب تو جنگل میں میرے پاس خود چل کے آتی تھی ؛
تو ڈولی میں بیٹھ کر سیدے کے ساتھ جا رھی ھے ، ھم کس پر اپنی جان قربان کریں ؟''
ھیر نے رانجھے سے کہا : ''تو میرے سر کا مالک ھے ،
تو جا کر وھی بھینسیں اور وھی گائیں چراتا رہ ،
مجھے بارہ ماہ کھیڑوں کے پاس بسر کر لینے دے ، تیرھویں مہینے تیرے پاس آ جاؤں گی ؛
میں قرآن کی قسم کھا کر کہتی ھوں ، میں اپنے وعدے سے ھرگز نہیں ڈگمگاؤں گی ۔''
ھیر کو رخصت کرنے کے بعد رانجھا واپس آ گیا اور پھر سیالوں میں اپنی بانسری بجانے لگا ۔
جب رانجھے کی بانسری سے آواز نکلی ، سب لوگ اکٹھے ھو گئے ۔
''پہلے تو تیری بانسری کی آواز سے نادان ھیر گمراہ ھو گئی تھی ، اب کوئی عورت گمراہ نہیں ھوگی ؛
اے لڑکے ! خالی بانسری بجانے سے کیا حاصل ؟ اب تو تخت ہزارے کو واپس چلا جا ۔''
رانجھا سیالوں کے ھاں سے رخصت ھوا اور اس نے تخت ہزارے کا راستہ اختیار کیا ۔
لالی کہنے لگی : ''اے سہیلیو ! آؤ چل کر دیکھیں ، ھمارا دیور دلھن لایا ھے ،
اس نے اسے کنوئیں پر لا بٹھایا ھے ، وہ شرم کے مارے گاؤں میں نہیں آتی ،
کانی اور پتلی سی عورت ھے جو نو نو بل کھاتی ھے ،

وہ آک میں میوے ڈھونڈتی ہے اور (کیکر کی) پھلیاں توڑ توڑ کر
کھاتی ہے ،
وہ چوچک کی بیٹی اور پٹھان کی بہن ہے ، وہ کنواری جاٹ لڑکی اپنے
ساتھ لایا ہے "۔
"لالو ! ھیر تو مجھ سے دور چلی گئی ہے ، تو کیا طعنے دیتی ہے ؟
میرے سینے میں فولاد کی پھانس لگی ہے جو میں نے اپنے ھاتھوں سے
لگائی ہے ،
میں ھیر کو چھوڑ کے دوبارہ تمہارے پاس آیا ھوں ،
میں اب گورکھ ناتھ کا چیلا ھو جاؤں گا ، پھر کبھی تخت ھزارے کی
طرف نہیں آؤں گا ۔
"اے محبوب ! محلات کے لعل تیری آنکھوں سے رنگ لیتے ھیں ،
تیرے ھونٹ چھوھاروں کی طرح ھیں ، تیرے دانت انار کے دانوں کی
طرح حسین ھیں اور تیرا کلام شیرینی کی طرح میٹھا ہے ؛
میں نے تیرے جیسے بہت سے مغرور لوگوں کو تباہ ھوتے دیکھا ہے ؛
اگر تیرا جی چاھتا ہے تو تخت ھزارے میں آ جا ورنہ واپس چلا جا ۔"
"اب اپنے دل سے غصہ نکال کر فقیری اختیار کریں اور اللہ والے
کہلائیں ،
صبر کو اپنی نشست بنا لیں اور کسی سے اپنی شکایت بیان نہ کریں ۔
لالڑی[1] کبھی لعل نہیں بن سکتی خواہ اسے ستر بار آب و تاب دی
جائے
اور لعلوں کی آب و تاب کبھی ضائع نہیں ھوتی خواہ انہیں ستر بار
راکھ میں ملایا جائے ،
بے اصل کبھی با اصل نہیں بن سکتے خواہ انہیں ستر علم پڑھا دیں ،
ھنسوں کے بچے کوے نہیں بن سکتے خواہ انہیں غلاظت کے ڈھیر پر
بٹھا دیں ،
جو عربی گھوڑے کا سوار ہے ، وہ تمہارے ٹٹو کی کیا تعریف کرے گا ؟
بے قدروں کی دوستی اگر ٹوٹ جائے تو انسان کو سمجھنا چاھیے کہ
اس نے لاکھوں پائے ۔"

---

۱ - ایک سرخ بیج جو رتی کے وزن کے طور سے استعمال ھوتا ہے ۔
مرتب

صبح سویرے فجر کے وقت رانجھے نے ٹلے کا راستہ پوچھا اور اس طرف
روانہ ہو گیا ؛

جوں جوں ٹلا قریب ہوا اس کی آتش شوق میں اضافہ ہوتا گیا ۔

شیر گرج رہے تھے ، اسے ٹلا نظر نہیں آتا تھا ، رانجھا بلانے پر نہیں
بولتا تھا ۔

کٹھن گھاٹی تھی ، مشکل سفر تھا ، رانجھا سنبھل سنبھل کر پاؤں رکھ
رہا تھا ۔

وہاں آستا اور مستا دو جوگی بیٹھے تھے ، رانجھے نے سر جھکا کر دونوں
کو سلام کیا ؛

پھر اس نے پہلے جوگی کے سامنے پانچ روپے اور پانوں کا ایک بیڑا
بطور نذرانہ پیش کیا ۔

''میں موجو کا بیٹا اور متے کا پوتا ہوں ، یہاں جوگ لینے کے لیے حاضر
ہوا ہوں ،

میرے کان پھاڑ کر ان میں مندرے ڈال دو تا کہ میرے حسن میں
اضافہ ہو جائے ۔''

''کیا تجھے ماں باپ نے جھڑکا ہے ؟ یا تیرے رزق میں کمی ہو گئی
ہے جو تو جوگیوں کے پاس آ کھڑا ہوا ہے ؟

چوبیس ہزار سانس میں سے تجھے کوئی سانس حاصل نہیں ،

جس بیوپاری کو خسارہ ہو جائے وہ روتا ہے ۔

گورکھ ناتھ کا چیلا بن کے تو تخت ہزارے کی چودھراہٹ گنوا دے گا ۔''

ٹلے کے اوپر گورکھ بیٹھا ہوا تھا ، وہ بہت سخی تھا ۔

''میرے کان پھاڑ کر ان میں مندرے ڈال دیجیے اور مجھے منکوں کا ہار
اور میرگانی دے دیجیے ۔

میں آپ کے لیے ساری بستی سے بھیک مانگ کر لاؤں گا ، میں آپ کا
پانی بھروں گا اور آگ جلاؤں گا ۔

باقی سب چیلے یوں ہی سے ہیں ، میں رانجھا ہمیشہ کے لیے آپ کا خادم
ہو جاؤں گا ''۔

''تمھارے گھر میں گندم کے ڈھیر اور گھی کے بھرے ہوئے برتن ہیں
اور تم وہاں عیش و آرام اٹھا چکے ہو ،

غیر عورتوں کو دیکھنے سے تم اپنے آپ کو بیماری لگا چکے ہو ،

بیٹے ! جب تم فقیر ہو جاؤ گے ، پھر تمہارا چہرہ اس طرح نہیں رہے گا ،
گورکھ کی بات مان لو ، فقیری بہت کٹھن اور مشکل ہے ۔''
''اے گورکھ سائیں! میری بات سن لیجیے، میں تخت ہزارے سے چل کر
یہاں آیا ہوں ،
میں موجو کا بیٹا اور متے کا پوتا ہوں ، مجھے گرا ہوا نہ سمجھیے ،
میرے گلے میں فقیری کا خلعت ڈال دیجیے اور میرا سر منڈوا کر مجھے
اپنے جوگیوں میں داخل کر لیجیے ،
میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں ، مجھے اپنے قدموں سے لگا لیجیے''۔
''عظمت ، سختی کے تھپیڑوں کے بعد حاصل ہوتی ہے ، فقیری کا گھاٹ
بہت کٹھن ہے ،
ہم کنکریوں اور ٹیلوں میں رہتے ہیں ، تم ہم سے کیا فقیری
طلب کرتے ہو ؟
میں تمہارے کان پھاڑ کر مندرے ڈال دوں گا اور ان سے لہو کی دھار
بہ نکلے گی ،
تمہارے کالے بالوں میں راکھ مل دوں گا اور تمہارا غرور باقی نہیں
چھوڑوں گا ،
مائیں پکاتی ہیں ، بیٹے کھاتے ہیں ؛ میرا نہ کوئی شہر ہے نہ جاگیر ،
میں زمین پر سوتا ہوں اور آگ سے اپنے آپ کو گرم رکھتا ہوں ،
میرے پاس نہ کوئی پلنگ ہے نہ پلنگڑی ''۔
رانجھا ٹلے سے نیچے آ گیا اور گورکھ کی نادہ چرا لایا ،
نو سو جوگیوں کی آنکھ بچا کے رانجھا دریائے چناب کی طرف چل دیا ،
اس نے دریا کے درمیان ایک اونچی جگہ میں وہ نادہ دفن کر دی اور
اس پر آسن بچھا کر بیٹھ گیا ؛
اس نے وہ نادہ دھرتی ماتا کو سونپ دیا اور خواجہ[1] پیر کا تصور
کر کے کہا :
''آپ یہ نادہ کسی کو نہ دیں ، خواہ کوئی سا جوگی آئے''۔
نادہ کو یوں دفن کرنے کے بعد رانجھا دوبارہ گورکھ کی دھونی پر
پہنچ گیا ۔

---

۱ - خواجہ خضرؑ جن کی حکمرانی پانی پر بتائی جاتی ہے ۔

گورکھ بولا : ''بیٹا ! چوروں یاروں کی عادتیں چھوٹ نہیں سکتیں ،
خواہ وہ کتنے بھی سیانے ہو جائیں ،
میرا پکا ہوا کھانا ٹھنڈا ہو چکا ہے اور کھانے کا وقت جا رہا ہے ،
نو سو جوگی اپنے کاسے لیے خوراک کا انتظار کر رہے ہیں ، وہ بھوک
سے نڈھال ہو رہے ہیں ۔
اے بچہ ! میری نادہ مجھے دو تاکہ وہ روٹی کا ٹکڑا کھا لیں ''۔
''تو مجھے چور بناتا اور مجھ پر الزام لگاتا ہے ، معلوم ہوتا ہے تیرے
ہوش ٹھکانے نہیں ،
میں تخت ہزارے کا چودھری ہوں ، مجھے رذیل نہ سمجھنا ''۔
کنیپا چیلا بولا : '' گورکھ سائیں ! سنیے ،
آپ کی نادہ رانجھا جاٹ چڑا لے گیا ہے، کسی سادھو نے اسے نہیں چرایا ،
آپ کی نادہ کو دریا کی ریت کھا رہی ہے اور اس پر گائیں بھینسیں
بیٹھتی ہیں ،
یہ اسے دھرتی ماتا کو سونپ آیا ہے اور خواجہ خضر[۴] کو اس نے اپنا
گواہ بنایا ہے ،
اب یہ نادہ آپ کو کبھی نہیں مل سکتی ، جاٹ نے اسے بری طرح چھپایا
ہے ؛
یہ جاٹ ہوشیار ہے ، اب یہ آپ کی نادہ آپ کو کبھی واپس نہیں
کرے گا ''۔
''میں گورکھ جو ٹلے پر بیٹھا ہوا ہوں ، میں بہت بڑا کھلاڑی ہوں ،
میں بارہ اور چھ کی نرد پھینک کر رانجھے سے بازی جیت سکتا ہوں ،
اگر میں ستر پیروں کا مقابلہ کروں تو وہ سب بھاگ جائیں ، ان میں
سے کوئی یہاں نہ رہے ،
میں دھرتی کو جوتا ماروں تو اسے غارت کر دوں اور خواجہ خضر[۴]
کا سارا پانی سوکھ جائے ،
اگر تو بھلا چاہتا ہے تو میری نادہ واپس کر دے ورنہ تیرا وہ
حال ہوگا جو لنکا کے راون کا ہوا تھا ۔
اے رانجھے ! میری یہ بات مان لے، میں تجھ سے صحیح کہہ رہا ہوں''۔
رانجھے نے اسے یوں جواب دیا : ''اے گورکھ ! مجھ پر جھوٹا الزام
نہ لگا ،

میں موجو کا بیٹا اور متے کا پوتا ہوں ، میں کئی لاکھ انسانوں کا
سردار ہوں ؛
اگر میں گیدڑ کی طرح[1] چیخ ماروں تو میرے سب بھائی بند فوراً یہاں
پہنچ جائیں ،
اس وقت یہ جوگی یہاں نہیں رہیں گے ، سب یہاں سے بھاگ جائیں گے ۔
گورکھ ! اگر تو خیریت چاھتا ہے تو یہاں سے اپنا آسن اٹھا لے ورنہ
بے عزت ہو کر جائے گا ؛
خواہ تو کتنی ہی کوشش کرے ، میں یہ نادہ بجائے بغیر تجھے ہرگز
نہیں دوں گا "۔
دائیں جانب رانجھے نے نادہ بجائی اور بائیں جانب بانسری ،
نادہ کے اندر گیت چلنے لگے اور اس کا بجنا تھمتا ہی نہ تھا ،
اس کی آواز سن کر دیوی[2] ماتا شیر پر سوار ہو کر بھاگتی آئی ،
مچھندر ناتھ کے پون سو چیلے بھی سب کے سب وہاں پہنچ گئے ،
آواز سن کر رام ادلی بھی بھاگا آیا جو اس وقت کچہری لگا کر بیٹھا
ہوا تھا ،
یہ آواز سن کر گورکھ کے چیلے بہت خوش ہوئے ، سب نے اسے اچھا
سمجھا ،
نادہ کی آواز سن کر گورکھ بھی خوش ہو گیا اور رانجھے کے کان
چھیدنے پر تیار ہو گیا ،
اس نے رانجھے کے دائیں کان میں پکی اور بائیں کان میں کچی مندری
ڈالی ۔
"اپنے سے چھوٹی عورت کو "بی بی بہن" کہہ کر پکارنا اور اپنے سے
بڑی کو "مائی" کہنا ۔
بستی کے ہر گھر سے مانگ کے لانا ، میری بھیک کے لیے باعث ننگ
نہ ہونا "۔
رانجھا بولا : "تو بھگوڑوں کے کان پھاڑتا ہے ، تیرے ہوش ٹھکانے
ہیں یا نہیں ؟

---

۱ ۔ خطرے کے وقت رانجھے یہ آواز نکال کر اپنے بھائی بندوں کو
بلاتے تھے ، پنجاب میں ابھی تک یہ رواج باقی ہے ۔ مرتب
۲ ۔ درگا ۔

میں جس کی خاطر جوگی بن رہا ہوں اسے کیسے 'مائی' کہہ دوں ؟
میں جوگی بنا ہوں اور اپنے سارے خاندان کو بٹا لگایا ہے"۔
"اے رانجھے ! سنو ، میں گورکھ سائیں تمہیں کہتا ہوں ،
جن باتوں کی تم مجھ سے اجازت چاہتے ہو ، ہم فقیروں کے یہ کام نہیں۔
اے رانجھے ! جا خوش ہو جا ، میں نے تمہیں ہمیشہ کے لیے ہیر بخش دی ؛
ہیر تیری ہو گئی ، تو ہیر کا ہو گیا ، اب ادھر آدھر کہیں اور نہ جھانکنا "۔
رانجھے نے جوگ لے لیا مگر وہ ہیر کو بھلا نہ سکا۔
" گورو جی ! ذرا کالا کوا بھیج کر ہیر کی خبر تو منگوا دیجیے"۔
گورکھ نے کوے سے کہا : "تم اڑ کر کھیڑوں کے ہاں جاؤ ،
وہاں رانجھے کی ہیر ہے ، اس کی خبر لے آؤ"۔
کوا ٹلے سے اڑا اور کھیڑوں کی بستی میں پہنچ گیا۔
اس نے گھر گھر تلاش کی مگر اسے ہیر کہیں نظر نہ آئی ،
پھر سیدے کے گھر پہنچ کر اس نے رانجھے کا نام لیا ،
"اے ہیر ! مجھے رانجھے نے تیرے پاس بھیجا ہے ،
اگر تو اپنے ایمان پر قائم ہے تو میرے ساتھ چلنے کی تیاری کر ،
وہ جوگی ہو گیا ہے مگر ابھی تک تیرا نام لیتا ہے"۔
"اے شیریں کوے ! آ ، میرے پاس آ جا ،
میں تجھے سو بار سلام کرتی ہوں کیوں کہ تو رانجھے کا خادم ہے ،
شکر ملا کر تیرے لیے چوری تیار کرتی ہوں اور اس میں بہت سا گھی ملاؤں گی
اور اگر مجھے رانجھا مل جائے تو تجھے ہمیشہ اسی قسم کے کھانے دوں گی"۔
"میں سچ کہتا ہوں اور کہہ سناتا ہوں ، میں جھوٹ نہیں بولوں گا ،
رانجھے کو مرے ہوئے تین دن ہو گئے ہیں ، ہم نے ٹلے پر اس کی قبر بنائی ہے ،
میں اور رانجھا ایک ہی گورو کے چیلے تھے ، ہم دونوں گورو بھائی تھے ؛
چونکہ تو اس کی عورت ہے اس لیے تو میری بھاوج ہے"۔

ہیر نے یہ بات سنی تو اس کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا ۔
وہ بولی : ''اے کالے کوے ! یہاں سے اڑ جا ،
اگر رانجھا مر چکا ہے تو میں بھی خنجر مار لیتی ہوں''۔
''اے ہیر ! یہ غلط بات تھی جو میں نے تجھے یوں ہی کہہ دی ،
رانجھا جوگی بن چکا ہے اور اس نے اپنے بدن پر راکھ مل لی ہے ؛
گورکھ رانجھے پر مہربان ہوا اور اس نے تجھے اس کو بخش دیا ۔
میں اب یہاں سے جاتا ہوں ، تو مجھے رانجھے کے لیے پیغام دے دے''۔
''اے شیریں زبان کالے کوے ! یہاں سے اڑ جا ،
ایک پیغام مجھے اپنی ماں تلی کو بھیجنا ہے، میں اس کی کوکھ میں رہی ہوں ،
میرا دوسرا پیغام میرے باپ چوچک کے نام ہے جس کے صلب سے میری پیدائش ہوئی ،
تیسرا پیغام گاؤں کے پنچوں کو پہنچانا جنھوں نے مجھے رانجھے کو دے دیا تھا ،
چوتھا پیغام فتی نائن کو دینا جو میرے بال خوبصورتی سے گوندھتی تھی ،
پانچواں پیغام فتو قاضی کے نام ہے جس کی مسجد میں میں پڑھنے کے لیے جاتی تھی ؛
ایک پیغام اس گھنے شیشم کے درخت کو دینا جس کے سائے تلے بیٹھ کر میں نے محبت کا سبق پڑھا تھا ،
ایک پیغام اس بوڑھے پیپل کے درخت کو دینا جہاں ہم ساون میں جھولے جھلاتے تھے ،
ایک پیغام لڈن ملاح کو دینا جس کی کشتی میں میں نے سیج بچھا رکھی تھی
اور سارا پیغام رانجھے محبوب کو دینا جس کی میں ہیر کہلاتی ہوں''۔
کوا کھیڑوں کی بستی سے اڑا اور گورکھ کے ٹلے پر پہنچ گیا ،
اس نے رانجھے کے پاس بیٹھ کر اسے ہیر کا سارا حال سنایا :
''ہیر کا بدن تو سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے ، میں اپنی ان آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں ،
اے رانجھے ! جلدی سے کھیڑوں کی بستی میں پہنچو''۔ کوے نے رانجھے

سے یہ کہہ دیا ۔
رانجھا ٹلے سے نیچے آترا اور نادہ بجاتا ہوا آترا ،
وہ منزل بہ منزل چلتا ہوا کھیڑوں کے باغ میں آ آترا ۔
صبح سویرے ، فجر کے وقت رانجھا بھیک مانگنے کے لیے کھیڑوں کی بستی میں داخل ہوا ،
رانجھے نے 'چورما[۱]' تیار کر کے اپنی جھولی میں ڈال لیا ؛
جب گاؤں کے بچے اس کے پاس جمع ہو گئے تو اس نے وہ ان میں تقسیم کر دیا ۔
رانجھے نے آلکھ کی صدا لگائی اور بھگے کھیڑے کے دروازے پر جا پہنچا ،
رانجھے نے بھگے کھیڑے کے دروازے پر پہنچ کر نادہ بجائی ،
بچھڑے رسی تڑوا کر بھاگے اور گایوں نے شور مچا دیا ،
کچھ دودھ برتنوں میں پھٹ گیا اور جو دودھ آگ پر تھا ، وہ وھیں جل گیا ۔
کھیڑے کہنے لگے : ''یہ کیسا شور مچ گیا ھے ، یہ باکمال جوگی کہاں سے آ گیا ھے ؟''
رانجھا بھوکے باز کی طرح پھڑپھڑاتا ہوا ھیر کے سسرال کے گھر میں جا داخل ہوا ،
وھاں رنگین پلنگ پر ھیر بیٹھی ہوئی تھی ، رانجھے نے اسے دیکھ کر اپنی جھولی نیچے پھینک دی اور ہوش و حواس کھو بیٹھا ؛
جب رانجھے نے نادہ بجائی تو سہتی[۲] نے اسے 'چینے[۳]' کی خیرات پیش کی ۔
''اے جوگی ! تو کہاں سے آ گیا ھے ؟ تو نے یہ کیسا مکر بنا رکھا ھے ؟
خیرات لے اور چلا جا ، تو نے یہ کیا جھگڑا شروع کر دیا ھے ۔

---

۱ ۔ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اسے گھی میں مل کر اس میں شکر ملا دی جاتی ھے ۔ مترجم
۲ ۔ ھیر کی نند ۔ مترجم
۳ ۔ باجرے کی قسم کا اناج ۔ مترجم

یہ سیدے کھیڑے کا گھر ہے تو یہاں کیوں آ گیا ہے ؟''

''میں گورکھ کے ٹلے کا جوگی ہوں ، وھاں سے آتر کے آیا ہوں اور میں
خاص جوگی ہوں ،
میں نے کھیڑوں کی بستی میں پہنچ کر آلکھ کی صدا لگائی ہے اور اب
سیدے کی دھلیز پر آ کر بیٹھ گیا ہوں ،
مجھے کوئی آٹے کی خیرات نہیں دیتی ؛ جو بھی دیتی ہے چینا دیتی ہے ۔
آٹا ہو تو جوگی اس سے روٹی پکا لے ، یہ چینا تو بھٹی میں بھونا بھی
نہیں جا سکتا ''۔

''جو[1] پیدا ہوتا ہے ، وہ مرے گا ، جو چیز بنتی ہے ، وہ ٹوٹ جاتی
ہے ، یہ بندہ پروردگار کی مخلوق ہے ؛
ساھوکاروں کے مال خزانے لٹ گئے ، تو ٹوٹے ہوئے کاسے کا کیوں اتنا غم
کرتا ہے ؛
اگر تجھے مٹی کے پیالے کی خواھش ہو تو کسی کمھار کے دروازے
پر جا ،
اگر تجھے لکڑی کا کاسہ چاھیے تو کسی بڑھئی کے ھاں چلا جا ،
اگر چاندی سونے کا کاسہ چاھیے تو کسی ساھوکار کے دروازے پر پہنچ ،
اگر تو چاھے تو تجھے کاسے کی بجائے گڑوا دے دوں اور اسے گندم اور
جوار سے بھر دوں ۔
یہ کسی ایسے ویسے کا گھر نہیں ہے ، یہ سیدے سردار کا گھر ہے ۔
اگر سیدا آ گیا تو تیری عقل گم ہو جائے گی ، پھر تو کہاں ھیر کو
ڈھونڈتا پھرے گا ''۔

ھیر نے رانجھے کی طرف دیکھا تو وہ بے چاری آٹھ کر بیٹھ گئی ،
جب محبوب کو محبوب مل گیا تو سوکھے پودے ھرے ہو گئے ،
رانجھے کی ملاقات کی خاطر ھیر اور سہتی نے ایک فریب کھیلا ؛
ھیر نے اپنے دائیں ھاتھ کی انگلی کاٹ لی اور سانپ کے کاٹنے کا بہانہ
کیا ۔

''اے بھاوج ! میں نے ایک ایسا جوگی دیکھا ہے جو خیال سے بالا ہے ،
وہ سوکھے جنگلوں کو ھرا کر دیتا ہے اور ڈالی کا ایک ایک گرا ہوا پتا

---

۱ ۔ معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے کچھ اشعار رہ گئے ہیں ۔ مرتب

دوبارہ لگا دیتا ہے ،
اس نے یہاں آ کر آلکھ کی صدا لگائی تھی ، تو نے اسے کیوں خالی ہاتھ
جانے دیا ۔
یا تو اس جوگی کو اسی بستی میں رہنے پر مجبور کر ورنہ میں سہتی
یہاں سے چلی جاؤں گی''۔
''اے کھیڑو ! ہیر کو ناگ نے ڈس لیا ہے اور ڈسا کسی چھوٹے[1] ناگ
نے ہے ،
وہ ناگ انگلی جتنا لمبا اور رنگ کا سنہری تھا مگر وہ ہمیں سخت
مصیبت میں ڈال گیا ہے ،
اس نے دائیں ہاتھ کی چھنگلی پر کاٹ کھایا ہے اور زہر کا اثر بہت
تیزی سے بڑھ رہا ہے ۔
سنتے ہیں وہاں تالاب کے کنارے کوئی جوگی ہے جو سانپوں کے علاج
سے واقف ہے''۔
سیدا جوگی کے پاس پہنچا ، ساتھ اس کے سہتی بھی تھی ؛
سیدے نے ہاتھ باندھ کر جوگی سے عرض کی : ''اے جوگی سائیں !
میری بات سنیے ،
میں کھیڑوں میں چودھری ہوں اور میرے گھر میں دولت کی کچھ
کمی نہیں ؛
رات ہیر کو سانپ نے کاٹ کھایا ہے ، اس کی جان بچتی نظر نہیں آتی''۔
''میں سچ کہوں اور کہہ سناؤں ، میرا وہاں جانا زیب نہیں دیتا ،
ہمارے لیے اپنا آسن چھوڑنا خلاف معمول ہے ، اس طرح ہماری نیکی قائم
نہیں رہتی ؛
اگر تمھیں اس کا بہت خیال ہے تو اسے یہاں میرے پاس لے آؤ ؛
اگر کوئی سانپ کاٹنے سے مر بھی جائے تو میں اسے دوبارہ زندہ
کر دوں گا''۔
سہتی اور رانجھا ایک ہی تجویز پر متفق ہو گئے ،
سیدا ان کے پاس یوں ہی بیٹھا رہا ، اسے کچھ پتا نہ چل سکا ،
جوگی نے دھونی پر سے راکھ اٹھائی اور سہتی کو دے دی ۔

---

۱ ۔ عام طور سے چھوٹے ناگ زیادہ زہریلے ہوتے ہیں ۔ مترجم

''یہ لو ، اسے گگل کی دھونی دے دو ، خدا اسے تندرست کر دے گا''۔
وہاں سے سیدا ہیر کے پاس پہنچا
اور جوگی نے جو علاج بتایا تھا ، وہ کیا ؛
ہیر پہلے سے بھی زیادہ تکلیف میں ہو گئی اور چیخ و پکار کرنے لگی :
''میری زندگی تو بس اب ختم ہو رہی ہے ، مجھے اس جوگی کے پاس لے چلو''۔
انہوں نے ہیر کو ڈولی میں ڈال لیا اور کہاروں نے ڈولی اٹھا لی ؛
جوگی نے چمٹے کے ساتھ جھاڑا اور اس کا زہر اتار دیا ،
بچھڑے ہوؤں کا ملاپ ہو گیا اور دوستوں سے دوست مل گئے ۔
خدا کرے یاروں ، چوروں اور عاشقوں کا بھرم قائم رہے !
تالاب پر سے جوگی اٹھ کھڑا ہوا اور سیدے کے ساتھ چل دیا ؛
سیدے کے گھر پہنچ کر اس نے بالائی منزل میں اپنا آسن جما دیا ،
وہ لوگوں کو بوٹیاں اور گولیاں دیتا اور جن بھوت کا علاج کرتا ،
جب اسے وہاں رہتے کئی دن ہو گئے تو اس نے ہیر کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنایا ۔
سہتی نے اسے یوں کہا : ''میں تجھے سچی بات سنائے دیتی ہوں ،
جیسی تم دونوں کی دوستی ہے ، اسی طرح میری اور مراد کی دوستی ہے ،
اگر تو اکیلی ہیر کو لے گیا تو میں شور مچا دوں گی ؛
میں تجھے گورکھ ناتھ کا واسطہ دیتی ہوں کہ مجھے بھی مراد سے ملا دے''۔
رانجھے نے نادہ بجائی اور دل میں گورکھ کی طرف دھیان کیا ؛
نادہ کی آواز مکے تک پہنچی ، مراد بلوچ نے خواب دیکھا ۔
''تمھاری محبوبہ سہتی تمھیں یاد کر رہی ہے ، اسے فوراً جا کر ملو''۔
جیسے سسی کو پنوں ملا تھا ، اسی طرح سہتی کو مراد مل گیا ۔
جیٹھ کے مہینے میں اتوار کی رات تھی جب رانجھے نے ہیر کو اغوا کر لیا ؛
وہ ہیر کو لے کر دریا کے کنارے جنگل میں چلا گیا اور کھیڑوں کو کچھ پتا نہ چلا ۔
سہتی کو بھی معلوم نہ تھا مگر اس نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا ، اس

نے بھی انھیں راستے میں جا لیا ۔

''تجھے گورکھ ناتھ کی قسم دیتی ہوں، مجھے مراد کے پاس چھوڑتا جا''۔

رانجھے نے مراد کو بلایا اور وہ فوراً وہاں پہنچ گیا ۔

سہتی اس کی اونٹنی پر بیٹھ گئی اور وہ دونوں چناب سے پار ہو گئے ۔

بعد میں کھیڑوں کو پتا چل گیا ، چھتی[1] نے سب کو بتا دیا :

''تمھاری ہیر کو رانجھا لے گیا ہے اور سہتی کو مراد لے گیا ہے ۔

جب انھوں نے محل میں جا کر دیکھا اور ہیر کو وہاں نہ پایا تو
گھوڑیوں پر زین کس لیے ۔

''چلو ، چل کے جوگی کو ماریں ، اس نے ہمارے خاندان کو بدنامی
کا داغ لگا دیا ہے''۔

''اے لسی پینے والے خادم ! سن ، تجھے ذرا عقل نہیں ،

تو صبح اٹھ کر باسی ٹکڑے کھاتا تھا اور سارا دن جنگل میں مویشی
چراتا پھرتا تھا ۔

اے کٹڑے اور بچھڑے چرانے والے ! اب تو نے کھیڑوں کی ہیر کو
چرا لیا ہے !

جن سیالوں کی تو بھینسیں چراتا تھا ، اب وہ تیرے پیچھے آ رہے ہیں ،

سیدے کی پانچ صد بادامی اور چتکبری گھوڑیاں راستے کی گرد اڑاتی بڑھ
رہی ہیں ۔

ہیر نے رانجھے سے کہا : ''نہ میں سیاہ پہاڑ پر چڑھی ہوں ، نہ میں نے
دریائے چناب پار کیا ہے ،

نہ میں نے گورکھ ناتھ کا ٹلا دیکھا ہے ، نہ تخت ہزارے آئی ہوں ،

نہ میں نے راجا ادلی[2] کا خوب صورت شہر دیکھا ہے جہاں وہ
کچہری لگا کر بیٹھتا ہے ۔

کسی کو رشوت دے کر راجا کے سامنے پیش ہو جائیں اور اس طرح
ہم دونوں اپنی جانیں بچا لیں ۔

---

۱ ۔ ہیر کی ایک باندی ۔ مرتب

۲ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ راجا ان دنوں اس علاقے پر حکمران تھا
جہاں کھیڑے آباد تھے اور اس کا پایۂ تخت کوٹ ادو ضلع
مظفر گڑھ تھا ۔

ورنہ کھیڑے تجھے مار دیں گے اور مجھے گرفتار کر کے لے جائیں گے
اور اس طرح ہم دونوں کی موت اکٹھے واقع ہو جائے گی"۔
کھیڑوں نے پیچھا کر کے رانجھے کو گرفتار کر لیا ، وہ اکیلا کچھ
نہ کر سکا۔
بعض نے رائے دی : "ہیر اور رانجھا دونوں کو چھوڑ دو ، ہیر ہمارے
کام کی نہیں ہے"۔
بعض نے کہا : "انھیں یہاں مت چھوڑو ، ادلی راجا کے پاس لے چلو"۔
انھوں نے رانجھے کی مشکیں کس لیں اور اسے ادلی راجا کے پاس لے گئے ،
ادھر رانجھے نے گورکھ کی طرف دھیان کیا۔
ادلی راجا کھیڑوں سے کہنے لگا : "یہ کیا جھگڑا ہے ؟
کیا اس نے تمھاری گھوڑیاں نکال لی ہیں ؟ یا تمھارا خزانہ چرا لیا
ہے ؟"
"سچ کہہ دوں ، سچ کہہ سناؤں ، ادلی سے سچ بات کہے دیتا ہوں :
کالو اور تلسی سیالوں کی طرف سے چلے اور انھوں نے رنگ پور
کھیڑوں کا رخ کیا ،
سیدا کھیڑا بھری مجلس میں بیٹھ گیا اور انھوں نے وہاں اسے گڑ پیش
کیا ،
اس کے بعد سیدا کھیڑا بارات لے کر سیالوں کے ہاں پہنچ گیا ، وہاں
چوچک کے ہاں چرواہا رانجھا تھا ،
فتو قاضی نے شرع کے مطابق ہیر اور سیدے کا نکاح پڑھ دیا ،
ایک لاکھ روپیہ سیالوں میں تقسیم کیا گیا ، جنگلوں میں دولت لٹائی
گئی ،
رانجھے کے سر پر انھوں نے ڈھول رکھ لیا اور اسے گاؤں گاؤں بجاتے
آئے ،
جب رانجھا کھیڑوں کے رنگ پور میں آ گیا ، اس نے وہاں اپنی
خوب صورت اور دل موہ لینے والی بانسری بجائی ،
بانسری کی آواز سن کر سارا شہر اکٹھا ہو گیا اور بہت سے لوگ اسے
دیکھنے کے لیے نکل آئے ،
بیاہی ہوئی لڑکیوں نے سسرال جانے سے انکار کر دیا اور کوئی کنواری
لڑکی بیاہ کرانے پر رضا مند نہیں ہوتی تھی ،

ہم نے رانجھے کو وہاں سے زبردستی باہر نکال دیا اور وہ گورکھ کے ٹلے کی طرف چلا گیا ،

وہاں جا کر اس نے گورو کی نادہ چرا لی اور اس طرح اپنے کانوں میں مندرے ڈلوا لیے ،

اس نے ڈھاکہ[۱] بنگال سے جوگ کا علم سیکھا اور پھر یہاں جوگی بن کر آ گیا ؛

پھر وہاں سے چل کر یہ رنگ پور کھیڑا میں پہنچا اور باغ میں ڈیرا لگایا ،

اس نے خشک باغ کو ہرا کر دیا اور ہر ایک شاخ پر پتے نکل آئے ؛

جوگی آٹھوں وقت مانگنے کے لیے نکلتا تھا اور کھیڑوں کے مکان کے سامنے 'آلکھ' کی صدا لگاتا تھا ؛

دس گھر چھوڑ دیتا ، دو گھروں سے بھیک مانگ لیتا ـــــ وہ چوروں کی طرح تاکتا پھرتا تھا ،

نادان سہتی نے سخت غلطی کی ، اس کے لیے ''چینے'' کی خیرات لے آئی ،

اس نے خود ہاتھ سے کاسہ چھوڑ دیا اور وہ ٹوٹ گیا ، یہ وہیں صحن میں بیٹھ گیا اور اس نے شور مچا دیا ،

اس نے اپنے ناخنوں سے ''چینے'' کے دانے چننے اور صبر کی دھائی دینی شروع کر دی :

''میں بھیک کا اناج چھوڑ کے نہیں جاؤں گا ، مجھے گورکھ کی یہی نصیحت ہے''۔

اس نے سانپوں اور بچھوؤں کے زہر کو زائل کرنے کا دعویٰ کیا اور اس بہانے سہتی کے ذریعے ہیر کو باغ میں منگایا ،

پھر یہ مکار جوگی ہیر کو لے کر وہاں سے بھاگ آیا ، سہتی کو خدا جانے اس نے کس گڑھے میں پھینک دیا ہے ؟

اے ادلی ! بہتر یہی ہے کہ تو اسے پھانسی کی سزا دے دے ، یہ اس قابل نہیں کہ اسے چھوڑا جائے''۔

ادلی نے سر دربار رانجھے سے کہا اور اسے کہہ سنایا :

---

۱ - دور دراز مقامات سے - مرتب

''اگر تو ملازمت چاهتا هے تو ایک روپیه روزانه لے لے ، بعد میں دو
روپے روزانه کر دوں گا ،
اگر شادی کا خواهاں هے تو کوئی گولی باندی تجھے دے دوں ، هیر
تیرے پاس نہیں ره سکتی ،
اگر بھینسیں چاهتا هے تو نصف بھینسیں لے لے ، ساری بھینسیں تجھے
نہیں مل سکتیں ۔
اگر نوکر چاهتا هے تو میرا خدمت گزار لے جا ، گھر جا کر اس سے
بھینسیں چروانا ،
اگر ان باتوں میں سے کوئی پسند نہیں تو کچھری سے نکل جا ورنه
تجھے مار مار کے یہاں سے نکالا جائے گا ''۔
اس کے بعد رانجھا بولا اور اس نے ادلی سے یوں کہا :
''میں موجو کا بیٹا اور متے کا پوتا هوں ، میں لاکھ پگڑیوں کا سردار
هوں ،
میرے پاس تم سے بڑی حکومت هے ، مجھے گرا پڑا انسان نه سمجھو ۔
اگر مجھے ملازمت دینا چاهتے هو تو معاوضے میں سات بادشاهوں کا لعل
دے دو ، مجھے روپوں سے کچھ سروکار نہیں ،
اگر بھینسیں دینی هوں تو ساری دے دو ، میں کوئی بھینس چھوڑ
کے نہیں جاؤں گا ،
گولی باندی دینا چاهتے هو تو کسی غریب کو دے دو ، وه هم گاؤں
والوں کے کام نہیں آسکتیں ،
اگر کھیڑوں سے رشته لے کے دینا چاهو تو سهتی یا چھتی کا رشته دلوا
دو ۔
بهتر یه هے که تم اپنی بیٹی نوازاں کا رشته مجھ فقیر کی جھولی میں
ڈال دو ،
میں تمہیں خدا تعالیٰ اور نبیؐ کا واسطه دیتا هوں ، مجھ مانگنے والے
کو هیر دے دو ، هم دونوں کے رنگ میں بھنگ نه ڈالو ؛
اگر تم مجھ سے هیر چھینو گے تو تمہیں الله کی طرف سے سزا ملے گی''۔
اس کے بعد کچھری میں کیدو نے فریاد کی : ''میں سچ سچ بتائے دیتا
هوں ،
هم اپنے باپ کے تین بیٹے تھے ، تینوں سگے بھائی هیں ،

چوچک کی قسمت میں چودھری بننا تھا ، مہرو کی قسمت میں بادشاہت
تھی ،
مجھ کیدو کی قسمت میں فقیری لکھی تھی ، یہی زبردست (خدا) کا نوشتہ
تھا ؛
جس دن سے یہ ملازم سیالوں کے ہاں آیا ہے ، تین صد لڑکیاں شادی
کرانے سے انکار کر چکی ہیں ،
بہتر یہی ہے کہ اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے ، یہ رہا کیے جانے کے
قابل نہیں''۔
پھر ادلی راجا نے چوچک سے کہا : ''تو سارے واقعات سچ سچ بیان
کر دے ،
تو نے جیسے ہیر کا رشتہ دیا ہے بتا دے ، ایسے ہی جھوٹ نہ کہہ
دینا ۔
چوچک نے کچہری میں کہا : ''میں جھوٹ نہیں کہوں گا ،
میں نے ستر سرداروں اور بہتر امرا کے روبرو ہیر کا رشتہ رانجھے کو
دیا تھا ،
رانجھے نے بارہ برس تک میری بھینسیں چرائی ہیں ، اس نے کبھی مجھ
سے ششماہی اجرت وصول نہیں کی ؛
میرے بھائی بندوں نے مجھ سے دھوکا کیا ، ہیر کو اٹھا کر کھیڑوں
کی ڈولی میں ڈال دیا ۔
اگر تمھیں میرے اس بیان میں شک ہو تو ہیر سے پوچھ لو ، وہ بھی
یہیں موجود ہے ۔
اگر اس میں سے کوئی بات غلط ثابت ہو تو میں درگاہ (الٰہی) میں اس
کی سزا پاؤں''۔
ہیر پریشان حال پیدل کچہری میں پہنچی ۔
''راجے اور رانیاں بھی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ، میں مصیبت کی
ماری یہاں آئی ہوں ،
پہلے رام چندر کو مصیبت پڑی ، اس کی سیتا کو دس سروں والا (راون)
چرا لے گیا ،
پھر دس سروں والے کو مصیبت پڑ گئی ، اس کی سونے کی لنکا لوٹ
لی گئی ،

پھر منصور[1] کو مصیبت پڑی جس کی خاطر زبردست (خدا) نے سولی
گڑوا دی ،
پھر شمس تبریز پر مصیبت آئی جس کی کھال کھنچوا دی گئی ۔
اے ادلی ! اب مجھ ہیر پر مصیبت پڑ گئی ہے اور میں تمھاری کچہری
میں آئی ہوں ؛
تم رشوت لے کر کھیڑوں کی طرف داری کر رہے ہو اور میرا محبوب
اکیلا کھڑا ہے ، کوئی اس کا پرسان حال نہیں ؛
سیدے سے دولت لے کے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہو اور اس طرح
کوڑی کوڑی جمع کر کے اپنا خزانہ بڑھاتے ہو ؛
سیدا کانٹے کی طرح میرے ساتھ لگ گیا ہے ، وہ ایسے ہے جیسے سفید
کاغذ کو سیاہی لگ جائے ،
رانجھا میرے لیے گلاب کا پھول ہے اور میں اس کے پانی کی مرغابی
ہوں ،
میں گیلے پروں کے ساتھ اڑ نہیں سکتی ، مجھے عشق کی غیرت ملحوظ
ہے ۔
اے ادلی ! جیسے تمھاری بیٹی نوازاں ہے ، اسی طرح میں مہر چوچک
کی بیٹی ہوں ،
مجھ پر رانجھے کا حق ہے ، مجھے اس کے حوالے کر دو ، میرے رنگ
میں بھنگ نہ ڈالو ‘‘۔

---

۱ ۔ شیخ حسین حلاج جنھیں غلطی سے منصور حلاج کہا جاتا ہے
اور مولانا شمس الدین محمد تبریزی جو بطور شمس تبریزی زیادہ
مشہور ہیں ، صوفیوں کے دو بڑے شہید ہیں ۔ منصور کو
مقتدر باللہ اٹھارویں عباسی خلیفۂ بغداد نے ۹۱۹ء تا ۹۲۲ء کے
قریب مروا دیا تھا ۔ شمس تبریزی نے ۱۲۷۴ء میں قونیہ میں وفات
پائی ۔ ایک روایت کے مطابق ان کی زندہ کھال کھنچوا دی گئی ؛
ان کی موت کا سبب صوفیوں کی ایک مخالف پارٹی تھی جن کا
سرگروہ شمس تبریز کے مشہور شاگرد مولانا جلال الدین رومی کا
بھتیجا علاء الدین محمود تھا ؛ مولانا روم قونیہ کے صوفی درویشوں
کے بانی تھے ۔ مرتب

آدلی نے جب یہ بات سنی تو ھیر کو بلا کر اپنے پاس بٹھا لیا ۔
اس نے جب ھیر کا چہرہ دیکھا تو اسے کچھ ھوش نہ رھا ؛
ھیر کو اپنے محل میں بھیج دیا اور کھیڑوں کو کچہری سے نکال دیا ۔
پھر آدلی نے رانجھے سے کہا : ''تو بھی جھوٹا ھے ، سب سے پہلے ھیر
کی سگائی مجھ سے ھوئی تھی ۔''
آدلی راجا نے زبردستی کی ، ھیر کا پلنگ اپنے بالا خانے پر بچھوا لیا ۔
جب رات ھوئی تو آدلی ھیر کے پلنگ کی طرف آیا ۔
''اے آدلی راجا ! تو نے عدل نہیں کیا بلکہ روپوں کی طرف داری کی ،
خدا کرے تیرے محل کی دیواریں گر جائیں اور دروازوں کو آگ لگ
جائے ؛
اے آدلی ! خدا کرے تو مر جائے ، تیری رانیاں تجھے روئیں اور
قاضی تیرا جنازہ پڑھیں ،
تیرے شہر کی اینٹ سے اینٹ بج جائے اور اوپر لوھے کے ھل چل
جائیں ۔
پختہ حوض بنوا کر انھیں پانی سے بھرا لے ، تیرے کام آئیں گے ۔''
میں گورو گورکھ کی سچی عقیدت مند ھوں ، میرے الفاظ اکارت نہیں
جائیں گے ''۔
صبح کا وقت ھوا تو آدلی پھر ھیر کے پاس آیا ؛
آدلی راجا نے عدل نہ کیا ، ھیر کے پلنگ پر پاؤں رکھا ؛
جب آدلی نے وھاں پاؤں رکھا ، ھیر نے اس وقت اپنے رب کی طرف
دھیان کیا ،
آدلی کے بدن کو فوراً آگ لگ گئی ، اس نے اپنے بدن پر پانی چھڑکا کر
اسے فرو کرنے کی کوشش کی ۔
گھوڑے اور ٹٹو مرنے لگے ، یہ ھیر اور رانجھے کی بد دعا کا اثر تھا ۔
جب ھیر نے عرض کی تو گورکھ فوراً وھاں پہنچ گیا ۔
آدلی راجا نے ان سے دغا کی ، ھیر کو بالا خانے پر لے گیا
اور رانجھے کو دھکے دے کر اپنی کچہری سے نکال دیا اور وہ وھاں
سے روتا ھوا چل دیا ؛
اس نے باغ میں جا کر دھونی رما دی اور اپنی خوب صورت دل موہ
لینے والی بانسری بجانی شروع کر دی ۔

اس کی بانسری کی آواز مکے تک پہنچی اور ستر فقیروں کا گروہ وہاں پہنچ گیا ۔
انھوں نے اپنی بانسریاں بجائیں جو ملتان میں سنی گئیں اور پانچ پیر پوری شان سے نمودار ہوئے ۔
دیوی ماتا نے بانسریوں کی آواز سنی تو شیر پر سوار ہو کر آ گئی ۔
بانسریاں بجیں اور سرور جنگجو نے ان کی آواز سنی ، وہ بھی اپنی گھوڑی ککی پر سوار ہو کر اسے نچاتے آ گئے ۔
بانسریاں بجیں اور ہنوماں نے ان کی آواز سنی ، وہ اپنی لنکا والی فوج لے کر آ گیا ۔
اس کی فوج نے آدلی کے باغ ویران کر دیے ، ان میں ایک بھی پودا نہ چھوڑا ۔
سب اولیا وہاں جمع ہو گئے اور رانجھے سے پوچھنے لگے :
''اے نوجوان ! سچ سچ بتا ، تجھے کیا مشکل پیش آئی ، ہمیں سچ سچ بتا دے ۔''
رانجھے نے کہا : ''آپ کے ہوتے ہوئے آدلی نے میری ہیر چھین لی ہے اور اسے اپنے بالا خانے پر لے گیا ہے ۔''
آدلی جلتے ہوئے بدن کے ساتھ حوضوں میں جا گرا اور اپنے اوپر پانی چھڑکنے لگا ؛
جوں جوں آگ پر پانی پڑتا وہ اور زیادہ بھڑکتی ۔
راجا آدلی کے وزیر نے اس سے کہا : ''رانجھے نے یہ مصیبت ڈالی ہے ، اگر تو اس سے بچنا چاہتا ہے تو ہیر کو چھوڑ دے اور اسے رانجھے کے حوالے کر دے ۔''
آدلی نے یہ بات سنی تو ہیر کو اپنے پاس بلایا ،
جوں جوں ہیر آدلی کے قریب ہوتی گئی اسے ٹھنڈک پہنچتی گئی ۔
چوب دار رانجھے کی تلاش میں بھاگے مگر وہ انھیں کہیں نظر نہ آیا ،
آخر ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ انھیں باغ میں پیار کی دھونی رمائے مل گیا ۔
''چلیے گورو جی ! آپ کو آدلی یاد کر رہا ہے ، وہیں اس کے پاس سیالوں کی بیٹی ہے ''۔
رانجھے نے کہا : ''بھاڑ میں جائے تمھارا آدلی راجا ، مجھے کیا معلوم سیالوں کی بیٹی کون ہے ''۔

''اے رشوت خور آدلی ! وہ نہیں آتا ، تم خود جا کر اسے لے آؤ۔''
آدلی ننگے پاؤں بھاگا اور رانجھے کے پاس پہنچ گیا ۔
''اے رانجھا ! تو نے مجھ پر اپنی کرامت ظاہر کر دی ہے ،
جب تو اس قدر باکرامت ہے، پھر تو نے تخت ہزارے کی بادشاہت کیوں
چھوڑ دی ؟
جب تجھ میں یہ کرامت ہے ، پھر تو نے گورکھ کی دھونی کیوں
رمائی ؟
جب تجھ میں یہ کرامت ہے تو تو چوچک کا چرواہا کیوں بنا ؟
اب ہم تجھ سے ہیر کا نکاح پڑھا دیتے ہیں ۔'' آدلی نے اسے یہ بات
کہہ دی ۔
''اے رانجھا ! اگر تجھے کچھ شک ہو تو میں ہیر کو اپنی دھرم کی
بیٹی بناتا ہوں ۔''
جب آدلی نے رانجھے سے یہ کہا تو وہ فوراً کچہری کی جانب چل دیا ۔
''اے آدلی راجا ! تو ہمیشہ جیتا رہے ! تو نے انصاف کے مطابق میرا
حق مجھے دلا دیا ہے ۔''
رانجھے نے نادھ بجائی تو اندر دیوتا نے بارش کی ،
آدلی کا شہر آباد ہو گیا اور سب رعیت سکھ چین سے بسنے لگی ۔
اللہ کی رضامندی سے رانجھے اور ہیر کا ملاپ ہو گیا ۔
آدلی راجا نے عدل کیا اور دولت کا خیال نہ کیا ۔
''خدا کرے تیرے محل کے کنارے پر صندل آگے اور تیرے دروازوں
سے خوشبو آئے !''
آدلی راجا نے انصاف کیا اور ہیر کی شادی کی تیاری کی ،
سارا شہر جمع ہو گیا اور اس نے اپنی تمام رعیت کو وہاں بلا لیا ۔
''میں ہیر کو رانجھے کے سپرد کر رہا ہوں ، یہ میری پوتی ہے ؛
دیکھو ، اگر کسی نے ہیر سے کوئی نازیبا بات کی تو اس کا سارا شہر
برباد ہو جائے گا ''۔
پہلے تو چوچک نے صرف ہیر کا رشتہ رانجھے کو دیا تھا ، اب راجا آدلی
نے فی‌الواقع ان کی شادی کر دی ۔
رانجھا ہیر کو ساتھ لے کر چل پڑا اور مکے کی راہ پر ہو لیا ؛
رانجھا جو تخت ہزارہ کا تھا اور ہیر جو جھنگ کی تھی ،

ان دونوں کی محبت کو پانچ پیروں کی حمایت حاصل تھی ۔
لڈن ملاح نے بڑی حکمت سے اپنی کشتی کو پار اتارا ۔

جاٹ اس گیت کو ڈھولوں اور سارنگیوں کے ساتھ گاتے ھیں اور فقیر اسے سنا کر در در سے ٹکڑے مانگتے ھیں ۔
